فلسفہ تعلیم اقبالؒ

پروفیسر محمد طفیل چوہدری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

فلسفۂ منکرات

پروفیسر محمد طفیل چوہدری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور-کراچی-پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	فلسفۂ منکرات
مصنف	پروفیسر محمد طفیل چوہدری
تاریخ اشاعت	اپریل 2007ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	1Z 198
قیمت	-/[redacted] روپے

125

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔7221953 فیکس:۔042-7238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔7225085-7247350

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:021-2212011-2630411۔ فیکس:۔021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

Marfat.com

فہرست مضامین

حرف آغاز 7

باب: ۱

منکرات اور فلسفہ منکرات 14

باب: ۲

شرک 24

عقیدۂ توحید کا جامع تصور 25

عقیدہ توحید کے ارکان خمسہ 25

توحید اور شرک کے مقابل اقسام 26

اقسامِ توحید 26

اقسامِ شرک 27

توحید ربوبیت کی اقسام 27

توحید الوہیت کی اقسام 28

توحید ربوبیت میں شرک کی اقسام 28

توحید الوہیت میں شرک کی اقسام 29

توحید تحریم کی اقسام 29

شرک فی التحریم کی اقسام 30

حقیقتِ شرک 30

باب: ۳

اکل وشراب 33

حرمتِ شراب 34

حرمت اکل (حیوانی غذائیں) 39

باب: ۴

زبان کی کھیتیاں 58

کذب وافزاء 58

گالی گلوچ 61

غیبت اور چغل خوری 66

برے القابات 72

معبودان باطل کو بُرا بھلا نہ کہو 75

باب: ۵

بداطوار 78

مذاق، تجسس اور عیب جوئی 78

بکثرت بدگمانیاں 83

متکبرانہ چال 85

مایوسی وناامیدی 87

معاملات عالم 93

سرکش اور ظالم کی طرف جھکاؤ 93

دین کا تمسخر اڑانے والوں سے

دوستی کی ممانعت 96

Marfat.com

جاہلوں کی پیروی سے اعراض	102	فتنہ نظر	152
حرمت اموال	114	فتنہ نمائش حسن	153
رشوت	117	فتنہ زبان	154
چوری وڈاکہ زنی	120	فتنہ آواز	155
حرمت سود	123	فتنہ خوشبو	155
بخل	134	فتنہ عریانی	156
اسراف	139	بدکاری (زنا)	158
فواحش (بے حیائی)	143	اغلام بازی	166
حیا اور اصلاح باطن	151	افتراق	181
دل کے چور	151	تلخیص حقیقت	187

Marfat.com

انتساب

اس ہستی کے نام

ہ کے قدموں تلے جنت ہے

Marfat.com

حرفِ آغاز

بلاشبہ ہر مذہب میں کچھ سچائیاں ہوتی ہیں۔اسی لئے اس مذہب کے پیروکار اسے سچا مان کر اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہیں لیکن دنیا میں اسلام ہی وہ منفرد دین ہے جو مکمل طور پر سچائیوں کا مجموعہ ہے اور ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اسلام مذہب نہیں جو چند عبادات اور مناجات پر مشتمل ہو بلکہ حقائق کا سراپا ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی اکرم ﷺ تک تمام انبیاء کرام اور رسولوں کا دین اسلام ہی تھا اور وہ سب کے سب اسی کی دعوت دیتے رہے۔ اسلام کا مطلب اپنی مرضی اور منشا کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع کرنا ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں سے تقاضا کرتا ہے کہ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جائیں۔ آدھا تیتر اور آدھا بٹیر کے معاملے کی اس میں قطعاً گنجائش نہیں۔ جب کوئی شخص خدا کو یکتا و لاشریک مان کر اپنی مرضی سے دستبردار ہو جائے گا اور اپنی مرضی اور منشاء کو خدا کے سپرد کر دے گا اور ہر کام اور ہر بات اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق سرانجام دینے لگے گا تو وہ اہل ایمان سے ہوگا۔

اسلامی تعلیمات کا منبع و مرکز قرآن حکیم ہے جو اللہ تعالیٰ کا مقدس کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہے اسی طرح خدا کا کلام قرآن حکیم بھی ایک مقدس کتاب ہے اور ہر قسم کے شکوک و شبہات سے پاک ہے اور جامع حقائق ہے۔

نبی مکرم ﷺ اس کتاب ہدایت کے شارح اور مفسر اعظم ہیں اور آپ ﷺ کی حیات طیبہ قرآن مقدس کا عملی نمونہ ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (الحشر)

"اور جو کچھ رسول تمہیں دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ سے

ڈرتے رہا کرو بیشک اللہ تعالیٰ سخت عذاب کرنے والا ہے

گویا دین اسلام کی اساس و بنیاد عقیدۂ توحید اور عقیدۂ رسالت پر ایمان ہے۔ دین اسلام کا آغاز اور سلسلہ نبوت کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ تمام انبیاء و رسل اسی کی دعوت و تبلیغ کرتے رہے اور اس دین نبی اور نبوت کی تکمیل رحمت عالمیان اور نبی آخر الزماں ﷺ پر ہوئی۔ اس طرح اسلام اور نبوت دونوں مکمل ہو گئے۔ اور اسلام ہی اللہ تعالیٰ کا سچا اور پسندیدہ دین ہے جس سے انحراف اور تکذیب کا مطلب صریحاً کفر ہے۔

مسلمان اور ملتِ اسلامیہ کی پہچان، انفرادیت اور تشخص دین اسلام ہے۔ مسلم امہ کی بقا اور فلاح دینِ اسلام پر پختہ ایمان اور دل و جان سے اس کی پیروی میں مضمر ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے خطبۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ "میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اور وہ ہیں کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ۔ جب تک ان پر کاربند رہو گے گمراہ نہ ہو گے"۔ گویا کتاب اللہ (قرآن حکیم) اور سنت رسول اللہ ﷺ (سیرت نبوی وفرموداتِ نبوی) اسلام کے دو بنیادی مآخذ ہیں اور رہنمائی اور ہدایت کے سرچشمے ہیں۔ اسلامی تعلیمات دو طرح کی ہیں یعنی اوامر اور نواہی۔ اوامر سے مراد امر بالمعروف نیکی اور بھلائی کے احکامات اور نواہی کا مطلب جن اشیاء، باتوں اور افعال کی ممانعت ہے۔ اوامر پر ایمان تعمیل اور تکمیل سے نیکی اور بھلائی پروان چڑھتی ہے۔ امر بالمعروف کی پیروی اور تبلیغ و فروغ سے سوسائٹی پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ انسانیت اور شخصیت کی تعمیر اوامر پر ایمان، عمل اور اشاعت سے ہی ممکن ہے۔ اوامر پر عمل پیرائی سے طبع سلیم میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور اخلاق حسنہ پروان چڑھتے ہیں جو امن و سلامتی اور اخوت و محبت اور خوشگوار ماحول کی ترقی اور فلاح و بقا کے لئے اشد ضروری ہے۔

نواہی کو عرف عام میں مانعات اور منکرات بھی کہا جاتا ہے۔ یہ امر بالمعروف کے برعکس ایسے احکامات ہیں جن سے رک جانے یا باز رہنے کو کہا گیا ہے۔ نواہی و منکرات جسے احکامات کی خلاف ورزی اور ارتکاب کی صورت میں انسان کو سنگین اور تباہ کن نتائج کا سامنا

Marfat.com

کرنا پڑتا ہے۔ اوامر سے متعلق تعلیمات اور احکام کی تعمیل میں ہی انسان کی ترقی وفلاح ممکن ہے تاہم اوامر کا ترک کرنا بھی اور مانعات کی خلاف ورزی کرنے میں انسان کو عبرت ناک سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ اوامر کی تعمیل کے اچھے اور مفید اثرات ونتائج برآمد ہوتے ہیں اور انسان کے اخلاق پر اچھا اور مفید اثر پڑتا ہے جب کہ مانعات اور منکرات سے رک جانے اور باز رہنے میں بھی انسان کی بھلائی اور بہتری ہے تاہم مانعات کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں انسانی طبائع سلیمہ اور اخلاق پر نہایت ہی برے اثرات پڑتے ہیں اور سماج کا امن تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ پس انسان کی بہتری اور فلاح اسی میں ہے کہ معروفات پر عمل پیرا ہو۔ اور اوامر بالمعروف کو کماحقہٗ بجالائے اور دوسروں کو بھی ان احکامات کی پیروی کی تلقین کرے اور مانعات اور نواہی سے رک جائے اور باز رہے۔ اوامر کی تعمیل و تکمیل اور تلقین اور مانعات ومنکرات (کے قریب بھی نہ پھٹکنے) سے باز رہنا ہی دین اسلام ہے۔

اوامر ونواہی کے بعد حلت وحرمت کا ذکر بھی بے جا نہ ہوگا بنی نوع انسان روز اول سے ہی دو گروہوں میں بٹا ہوا ہے۔ ایک گروہ پیروکاران اسلام پر مشتمل ہے اور دوسرا گروہ مقلدین شیطان کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لئے حلال اشیاء پسند کی ہیں اور حرام چیزیں منع کی ہیں۔ حلال اشیاء کو طیبات کا نام دیا گیا ہے یعنی پاکیزہ وصاف جبکہ حرام اشیاء کو خبائث کہا گیا ہے۔ گویا حلت اور حرمت کی تمیز اور تعمیل بھی انسان کے لئے بہت اہم اور ضروری مسئلہ ہے۔

حلت وحرمت کا دائرہ اقوال افعال اور اشیائے اکل وشرب پر محیط ہے۔ اہل ایمان کے لئے اشد ضروری ہے کہ وہ احکام دین کی پیروی کے پیش نظر حلت وحرمت کی تمیز کا سختی سے خیال رکھیں۔ محض ان اقوال وافعال پر کاربند ہوں اور طیبات کا استعمال روا جانیں اور خبائث سے باز رہیں۔ جس طرح اوامر اور نواہی کی تعمیل ضروری ہے اسی طرح حرام وحلال یعنی طیبات اور خبائث سے متعلق احکات اور تعلیمات کی بھی تمیز وتعمیل کریں۔ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ہی حصہ ہے۔ معاملہ اوامر یا نواہی کا ہو یا حلت وحرمت کا ہر دو

Marfat.com

صورتوں میں تعمیل احکامات ضروری ہے۔ خلاف ورزی کا مطلب خدا اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ اور بغاوت ہوگا۔ جیسا کہ پہلے ہی بتایا جا چکا ہے معروف سے متعلق احکامات کو بجا لانا اور ہر قسم کے مانعات سے رک جانا ہی اسلام ہے۔ تجسس و تحقیق انسانی جبلت وفطرت کا تقاضا اور حصہ ہے۔ انسان اوامر پر تو کم ہی توجہ کرتا ہے تاہم مانعات ومنکرات میں اس کا تجسس اور دلچسپی حد سے زیادہ ہے۔ اس کی فطرت اسے مجبور کرتی ہے کہ خالقِ کائنات نے فلاں فلاں چیز سے اسے کیوں منع کیا ہے آخر اس کی ممانعت میں کونسا راز چھپایا گیا۔ پھر شیطان جو انسان کا دشمن ہے اس کے تجسس کو اور مہمیز دیتا ہے۔ انسان کے وسوسوں میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کی بے قراری حد سے زیادہ بڑھ جاتی ہے اور آخر کار شیطان کے بہکاوے میں آ کر وہ منکرات کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ یہی گمراہی اور ضلالت جو انسان کی فطرت اور اخلاق کو تباہ کر ڈالتی ہے اور وہ خدا کے خلاف بغاوت پر اتر آتا ہے حالانکہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان احکامات الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو دل جان سے تسلیم کرے۔ صاحب علم جانتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب جنت میں قیام کا حکم دیا گیا اور فرمایا کہ تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جنت کی انواع واقسام کی نعمتوں اور پھلوں کو جی بھر کر کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب ہرگز نہ جانا۔ انسان کے ازلی دشمن شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام اور آپ کی بیوی حوا علیہا السلام کو بالآخر وسوسوں کے ذریعے بڑی عیاری اور فریب کاری سے شجر ممنوعہ کا پھل کھانے پر آمادہ کر ہی لیا۔ دونوں نے انسانی فطرت وجبلت کے تحت شیطان کے جھانسے میں آ کر شجر ممنوعہ کا پھل کھا ہی لیا اور اس طرح ممانعت کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں جنت سے دونوں کو نکال دیا گیا۔

منکرات وممانعات میں کچھ جاذبیت اور کشش ہی ایسی ہے کہ فطرت انسانی اسے تجسس کے چکر میں ڈال دیتی ہے انسانی جبلت اسے مجبور کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منکرات میں کوئی خاص راز چھپا رکھا ہے اگر وہ اس بھید کو پالے گا تو ممکن ہے اسے دوسروں پر برتری

حاصل ہو جائے حالانکہ انسان کے لئے مانعات میں فوائد نہیں نقصانات ہیں اور قدرت الٰہی انسان کو نقصانات اور مضرات سے بچانا چاہتی ہے۔ ہر وہ چیز جو انسان کے لئے ممنوعہ قرار دی گئی ہے وہ اس کے لئے ہر لحاظ سے ضرر رساں ہے فائدہ مند ہرگز نہیں۔ شراب کو ہی لے لیجئے جسے انسان نوش جاں کر کے عالمِ مستی میں کیا کیا احمقانہ حرکتیں کرتا ہے۔ حواس باختگی کے عالم میں نہ اسے حلال و حرام کی ہوش ہوتی ہے نہ ہی نفع و نقصان کی۔ وہ حالتِ نشہ میں ہر ایسی حرکت کر گزرتا ہے جو بقائمی ہوش و حواس میں اسے ناگوار اور بہت بری لگتی ہے۔ ہر نشہ آور چیز منکرات میں شامل ہے اور حرام ہے لیکن جبلت انسانی پھر بھی اسے مائل منکرات کئے رکھتی ہے۔ وہ لوگ جو منکرات کے ارتکاب کے عادی ہوتے ہیں وہ امر بالمعروف کے بھی تارک اور منکر ہو جاتے۔ پھر وہ منکرات کی ایسی دَل دَل میں پھنس کر رہ جاتے ہیں کہ نکلنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ اپنے آپ اور دوسروں کے لئے بھی ہلاکت کو دعوت دیتے ہیں۔ پھر خدائی قوتیں حرکت میں آجاتی ہیں۔ طوفان، بیماریاں اور زلزلے آناً فاناً نمودار ہوتے ہیں اور ہنستی بستی آبادیاں اور شہر تہس نہس کر ڈالتے ہیں۔ سونامی، قطرینہ ریٹا، ڈالما اور فانوس نامی سمندری طوفان اور وطن عزیز پاکستان میں 18 اکتوبر 2005 کو آنے والا تباہ کن زلزلہ ساری دنیا کے انسانوں کے لئے انتباہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ امر بالمعروف کا ترک کرنا اور منکرات کے ارتکاب کا مطلب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان بغاوت ہے اور ہلاکتوں کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

اس حقیقت کو نظر انداز کرنا بہت بڑی غلطی ہوگی کہ حلت و حرمت سے متعلق احکامات کے عرفان اور اوامر اور منکرات کے بیان کے بعد اسلام کے ایک اہم پہلو خود شناسی اور خدا شناسی کے بارے میں کچھ نہ کہا جائے خود شناسی ہی خدا شناسی کا اہم ذریعہ اور سبب ہے۔ اس کے بغیر آگے بڑھنا بہت مشکل ہے۔ خصوصاً ایسے موقع پر جبکہ پورا عالم کفر امتِ مسلمہ کے تشخص اور شناخت کو مٹانے کے لئے چاروں طرف سے عالمِ اسلام پر حملہ آور ہو چکا ہو اور پوری طرح مسلح ہو کر ہماری نظریاتی سرحدوں کا نام و نشان مٹانے کے درپے ہو۔ اس

وقت اور مستقبل میں پیش آنے والے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اہل ایمان کو اپنی شناخت اور تشخص کی بقا اور برقراری کے لئے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر بھی توجہ دینی چاہیے ورنہ سب کچھ غلط ملط ہو کر رہ جائے گا۔ سورہ الحشر آیت نمبر 19 میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو تلقین فرمائی ہے کہ:

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۱۹ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝۲۰

''ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں خود اپنا نفس بھلا دیا۔ یہی لوگ فاسق ہیں۔ دوزخ میں جانے والے اور جنت میں جانے والے کبھی یکساں نہیں ہو سکتے۔ جنت میں جانے والے ہی اصل میں کامیاب ہیں''۔

بندے کو کبھی بھی اور کسی لمحہ بھی یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ وہ صرف ایک خدا کا بندہ ہے اس کے سوا کسی اور کا بندہ نہیں ہے۔ جو شخص اس بات کو نہیں جانتا وہ حقیقت میں خود اپنے آپ کو نہیں جانتا۔ اور جو شخص اس کو جاننے کے باوجود کسی لمحے بھی اسے فراموش کر بیٹھتا ہے اس لمحے کوئی ایسی حرکت اس سے سرزد ہو سکتی ہے جو کسی منکر یا مشرک سے ہوتی ہے یعنی خود فراموش انسان ہی کے کرنے کی ہوتی ہے۔ صحیح راستے پر چلنے کا پورا انحصار اس بات پر ہے کہ اسے خدا یاد رہے۔ اس سے غافل ہوتے ہی وہ اپنے آپ سے غافل ہو جاتا ہے اور یہی غفلت اسے فاسق بنا دیتی ہے۔

الغرض خدا فراموش انسان خود فراموش ہوتا ہے اور خود فراموشی فاسقوں کا عمل ہے اور حکم یہ ہے جس نے خود کو پہچانا اس نے خدا کو پہچانا خدا شناس اہل ایمان جو جنت کے حقدار ہیں اصحاب دوزخ سے درجات میں کہیں بلند ہیں۔

خدا فراموش، خود فراموش ہوتے ہیں اور چونکہ خدا فراموشی فسق ہے اس لئے فاسق

Marfat.com

صحابِ دوزخ ہیں۔لہٰذا اہل ایمان (جو خدا شناس اور خود شناس ہیں جنت کے حقدار ہیں ور وہ فاسقوں اور فاجر سے ہر لحاظ سے افضل اور اعلیٰ مقام رکھتے ہیں)۔کو خدا فراموش فاسقوں اور فاجروں جیسا طرز عمل ہرگز اختیار نہیں کرنا چاہئے۔اہل ایمان کی شناخت اور مقام فاسقوں سے بالکل الگ اور مختلف ہے اہل ایمان کو اپنی شناخت جو خدا شناسی کے باعث ہے کافروں اور فاسقوں جیسے افعال کردار اور حرکات وسکنات ان کے طور طریقے اپنا کر اپنی شناخت اور تشخص کو ختم اور خلط ملط نہیں کر دینا چاہیے۔وہ اہل ایمان اپنی الگ شناخت اور انفرادیت کے باعث جنت جیسے اعلیٰ مقام کے حقدار ہیں اور ان کافروں اور فاسقوں سے کہیں افضل واشرف ہیں۔اگر اہل ایمان نے اپنا ملی تشخص پہچان اور شناخت کھو دی اور کفار اور مشرکوں کے ساتھ خلط ملط ہو کر رہ گئے تو ان کو بھی فاسقوں کے ساتھ دوزخ کی سیر کرنا پڑے گی جو بہت برا ٹھکانا ہے۔

اصل موضوع یہ ہے کہ اہل ایمان کو مانعات ومنکرات کا ارتکاب اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی ہرگز خلاف ورزی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ مانعات میں پوری انسانیت کی تباہی و بربادی کا سامان ہے۔مانعات کے ارتکاب کی صورت میں ان کی نہ صرف فطرت تغیر پذیر ہوگی اور اخلاق تباہ ہوگا بلکہ ہلاکت اور بربادی دنیا کا مقدر ٹھہرے گی۔اس مقصد کے لئے کہ منکرات ومانعات میں کیا فلسفہ پوشیدہ ہے کیا مضرات اور نقصانات ہیں۔طبی لحاظ سے اور روحانی نکتہ نظر سے منکرات میں انسانیت کے لئے کیا کیا خطرات ہیں کے بارے میں مفسرین علماء اور اہل نظر کی آرا کو اس کتاب میں بقدر استطاعت پیش کیا گیا ہے تا کہ موجودہ حالات کے تناظر میں اہل ذوق خطرات کا ادراک کر سکیں کہ انسان کی فلاح اطاعت اللہ اور اطاعت الرسول ﷺ میں پوشیدہ ہے۔اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب نبی ﷺ کی فرماں برداری بالخصوص منکرات ونواہی سے رک جانے اور باز رہنے میں ہی ہے۔

گر قبول افتد زہے قسمت

پروفیسر محمد طفیل چودھری

Marfat.com

باب1

منکرات اور فلسفہ منکرات

ایسے تمام اقوال افعال اور اشیاء جن سے شریعت نے منع کیا ہے کو مانعات یا منکرات کا نام دیا ہے۔ منکرات عربی زبان کے لفظ اَلْمُنْکَرِ کی جمع ہے۔ یہ اسم مفعول واحد مذکر ہے اور منکرات اس کی جمع ہے۔ لغات القرآن میں اَلْمُنْکَرِ کا معنی بری بات، برا کام اور منکراۃ کا مطلب برے افعال واقوال مُنْکِرَۃَ انکار کرنے والے۔

منکرات میں برے افعال بھی شامل ہیں اور برے اقوال بھی اور دیگر ممنوعہ اشیاء بھی۔ مثلاً چوری، ڈاکہ زنی، زنا کاری، اغلام بازی، دروغ گوئی، غیبت، چغلی کرنا، گالی دینا، شراب نوشی وغیرہ یہ سب منکرات و مانعات ہیں۔ انہی کو نواہی کا نام بھی دیا گیا ہے۔ جن اقوال وافعال اور چیزوں سے شریعت نے منع کیا ہے ان کی خلاف ورزی یا ان کا ارتکاب کرنا خدا اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف کھلی بغاوت اور اعلانِ جنگ کے مترادف ہے۔ منکرات سے رک جانے یا روکنے اور منع کرنے میں اللہ تعالیٰ نے ایک حکمت چھپا رکھی ہے اور وہ حکمت اور فلسفہ یہ ہے کہ منکرات میں بہت سے مضرات اور نقصانات ہیں اور طبی نکتہ نظر سے بہت سی بیماریاں ہیں۔ منکرات کے ارتکاب یا خلاف ورزی کی صورت میں انسان کو بیماریوں، زبردست نقصانات، اخلاقی و روحانی مضرات اور برے اثرات لاحق ہونے کے خطرات پائے جاتے ہیں یعنی برے افعال و اقوال کے ہمیشہ برے نتائج و اثرات برآمد ہوتے ہیں۔ منکرات کی من حیث القوم یا افراد کی اجتماعی خلاف ورزی اور ارتکاب کی صورت میں طبائع سلیمہ اور اخلاق پر انتہائی برے اثرات مرتب ہوتے ہیں جس کے نتیجہ میں وسیع پیمانے پر مصائب وآلام اور ہلاکت خیز سانحات رونما ہوتے ہیں۔ انسانی فطرت اور اخلاق پر منکرات کے جو ہلاکت خیز اثرات پڑتے ہیں ان کا اندازہ کرنا مشکل

Marfat.com

ہے۔انسان جب منکرات کی دلدل میں قدم رکھتا ہے تو واپس نکل آنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اس وادی میں قدم رکھتے ہی فتنہ وفساد کے دروازے کھلتے ہیں اور پھر پوری انسانیت کی ہلاکت کا دروازہ کھلتا ہے۔ انسان منکرات و مانعات کی وادی میں داخل ہو کر ہلاکت و بربادی کو دعوت دیتا ہے تو اس وقت وہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کا باغی اور سرکش قرار پاتا ہے بالخصوص انسان جب امر بالمعروف کو ترک کر دیتا ہے اور مانعات کا مرتکب ہوتا ہے تو پھر دونوں صورتوں میں تباہی اور ہلاکت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

قرآن حکیم میں سورۂ آل عمران (آیت نمبر 104 اور 110) سورۃ النحل (آیت نمبر 90) اور کئی مقامات پر لفظ منکر بدی اور برے کاموں کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ منکرات کا لفظ معنوی لحاظ سے ہر قسم کے برے اقوال، افعال، حرکات وسکنات، محرمات اور فواحش پر محیط ہے۔

شریعت نے ہر وہ بری بات، اعمال بد اور ناپسندیدہ اور قبیح حرکات جن کو ممنوع قرار دیا ہے اور ان سے رک جانے اور باز رہنے کا حکم دیا ہے۔ ان تمام ممنوعہ اعمال و اقوال اور حرکات کو نواہی کا نام دیا ہے۔

ایسا ہوتا آیا ہے کہ جب کبھی کوئی یا معاشرہ اپنا نصب العین چھوڑ دیتا ہے امر بالمعروف ترک کر کے منکرات میں کھو جاتا ہے اچھائی اور برائی کی تمیز اٹھ جاتی ہے بدی کی قوتیں دندنانے لگتی ہیں۔ عدل وانصاف رخصت ہو جاتا اور ہر طرف بدی اور فواحش کی حکمرانی ہوتی ہے۔ خدا کے احکامات کی خلاف ورزیاں ہونے لگتی ہیں۔ خدا کے فرمودات اور رسول ﷺ کے ارشادات کی نہ صرف تکذیب کی جاتی ہے بلکہ برسر عام مذاق اڑایا جاتا ہے تو پھر انسان کے کرتوتوں کی وجہ سے ایسے بدکردار اور بداعمال لوگوں پر خدا کا قہر وغضب کسی طوفان، زلزلے یا بیماری کی صورت میں نازل ہوتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کی بستیاں الٹ دیتا ہے۔ ان کے نام ونشان مٹا دیئے جاتے ہیں اس طرح فتنہ وفساد کے خوگر لوگ اپنے عبرتناک انجام سے دوچار ہوتے ہیں۔ سورہ روم کی آیت نمبر 41 میں یوں بیان ہوا ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾ (روم)

"خشکی اور تری میں ان کے کرتوتوں (بداعمالیوں) کی وجہ سے فساد پھیل گیا ہے جو لوگوں نے کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان کی بداعمالیوں کا (ان کو) مزا چکھائے شاید وہ باز آجائیں"۔

سورہ شوریٰ کی آیت نمبر 30 میں بھی اسی موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

وَ مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٠﴾ (شوریٰ)

"اور جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی (کا نتیجہ) ہے اور وہ کریم تمہارے بہت سے کرتوتوں سے درگزر کرتا ہے"۔

خدا اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی نافرمانی خواہ وہ اوامر کی خلاف ورزی اور سرتابی کی صورت میں ہو یا پھر مانعات و منکرات کا ارتکاب، دونوں صورتیں بدی اور برائی کے زمرہ میں آتی ہیں۔ اگر احکامات خداوندی کی خلاف ورزی اجتماعی صورت میں ہو اور لوگوں کی اکثریت احکاماتِ الٰہیہ کی انحراف و انکار کی خوگر ہو جائے تو پھر ان پر خدا کا عذاب آکر رہتا ہے۔ حالانکہ ذات باری تعالیٰ بسا اوقات لوگوں کے افعال بد کو معاف فرما دیتے ہیں۔ معروف اوامر کے انحراف و انکار سے بچنے اور نواہی کے ارتکاب سے باز رہنے میں ہی انسان کی فوز و فلاح ہے۔ احکامات خداوندی سے انحراف و انکار اور خلاف ورزی صریحاً سرکشی اور نافرمانی ہے۔ خدائی قوتیں سرکشوں اور باغیوں کو مٹانے کے لیے حکم الٰہی کی تعمیل کے لئے ہمہ وقت تیار کھڑی رہتی ہیں۔ سمندروں میں آنے والے حالیہ طوفان اور زلزلے حکم الٰہی کے مظہر ہیں۔ اطاعت اللہ اور اطاعت رسول ﷺ میں دنیا کا امن اور سلامتی مضمر ہے۔ نبی مکرم ﷺ خدائے ذوالجلال والاکرام کا نمائندہ ہیں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا ہر پہلو دنیا جہاں کے انسانوں کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ پھر اسی میں ہے کہ

خدا کے رسول ﷺ جس بات کا حکم دیں اس کو بجالایا جائے اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز رہا جائے۔ جیسا کہ سورہ الحشر کی آیت نمبر 7 میں ارشاد ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر:7)

"رسول جو کچھ تمہیں دیں لے لو اور جس سے منع کریں منع ہو جاؤ"۔

پھر ارشاد ہے:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف:157)

"اور (نبی ﷺ) تمہارے لئے حلال کرتا ہے پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ناپاک چیزیں"۔

لہٰذا خدا کا حکم اور فیصلہ یہی ہے کہ اس کے بندے وہی راستہ اختیار کریں جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے اور جس راستہ پر چلنے کی ممانعت کی گئی ہے وہ راستہ چھوڑ دیں یہ دونوں احکامات امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نام سے معروف ہیں۔ اور نبی مکرم ﷺ نے امت مسلمہ کے ہر فرد کو اوامر کی تعمیل اور منکرات سے باز رہنے کا حکم دیا ہے۔ اسی کا نام دین اسلام ہے اور اسی شاہراہ کو صراطِ مستقیم کہا گیا ہے۔ گویا اہل حق کا اپنا راستہ ہے اور اہل باطل کا الگ راستہ ہے۔ اللہ کے بندے عباد الرحمٰن کہلاتے ہیں اور باطل گروہ عباد الشیطان کہلاتا ہے۔ ہر مثبت کی نفی ہے۔ پاک کے مقابلہ میں ناپاک ہے نیک کے مقابلہ میں بد ہے۔ حلال کا مدِ مقابل حرام ہے۔ ثواب کی ضد گناہ ہے۔ مومن کا مخالف لفظ کافر ہے۔ حیاء کے مقابلہ میں فواحش ہے۔ اعمال صالح کے مقابلے میں اعمال بد ہیں اور طیبات کا مقابلہ خبائث ہے۔ رحمٰن کا مد مقابل شیطان ہے۔ دنیا میں ہر چیز، ہر فعل اور قول کی اپنی اپنی تاثیر اور اثرات ہیں۔ اعمال صالحہ کے صالحانہ اور بہت اچھے اثرات انسان کی طبع سلیم اخلاق و کردار پر پڑتے ہیں اور اس کے برعکس اعمال بد کے انسان کے جسم کردار اور اخلاق پر بہت برے اثرات نمایاں ہوتے ہیں۔ انسان جو کچھ کھاتا ہے پیتا ہے دیکھتا ہے چھوتا ہے اور کرتا ہے اس کا اثر اس کے جسم، فطرت اور سوچ و فکر کے علاوہ اخلاق و کردار پر پڑتا ہے وہ اپنے

Marfat.com

چال چلن سے دوسروں کو بھی متاثر کرتا ہے۔ عادات واطوار، گفتار، اخلاق، لباس وخوراک، افکار واعمال اور بود و باش ہر چیز سے دوسروں کو متاثر کرتا ہے اور دوسروں سے متاثر ہوتا ہے۔ جن لوگوں سے ملتا بیٹھتا ہے اور جن مجالس میں شرکت کرتا ہے ان سے متاثر بھی ہوتا ہے اور متاثر بھی کرتا ہے۔ اچھی سوسائٹی اختیار کرنے والوں کا کردار اچھا ہوتا اور بدوں کی محفل میں انسان کا کردار بدنما ہوتا ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ معاملہ غذا وخوراک کا ہو یا اقوال وگفتار کا یا پھر افعال واعمال کا، ہر چیز کا اپنا اپنا رنگ اور تاثیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی مکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "تمہارے جسم کے اندر خون کا لوتھڑا (قلب) ہے اگر وہ صحت مند ہو تو سارا جسم صحت مند ہوتا ہے اگر وہ بیمار پڑ جائے تو سارا جسم بیمار پڑ جاتا ہے"۔

آپ ﷺ کی ایک اور حدیث مبارکہ ہے کہ "جب انسان سے ایک گناہ سرزد ہوتا ہے تو اس کے دل (قلب) پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے"۔

انسان کی زبان سے نکلنے والے تمام برے الفاظ، انسان جو حرام وخبائث اشیاء کھاتا اور انسان جو برے اعمال کرتا ہے یہ سب گناہ ہیں۔ اندازہ کیجئے ان حرکات وسکنات سے اس کے قلب پر کتنے سیاہ دھبے پڑتے ہوں گے کیا وہ آخر کار سیاہ رو نہیں ہو جاتا ہے۔ انسان کے گناہ جب روز بروز بڑھتے جاتے ہیں تو اس کے کان نہ اچھی بات سنتے ہیں نہ اس کی زبان سے اچھے کلمات ادا ہوتے ہیں اور نہ وہ اپنی آنکھوں سے اچھی چیزیں دیکھنا پسند کرتا ہے اور نہ ہی اس سے اچھے اعمال ہوتے ہیں اس طرح اس کا دل گناہوں سے اس قدر سیاہ ہو جاتا ہے جیسے زنگ خوردہ لوہا ہوتا ہے جس کی اپنی خاصیت نہیں ہوتی۔ ایسے انسان میں نیکی کی طرف مراجعت کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے اور وہ صرف منکرات اور بداعمال کے لئے وقف ہو کر رہ جاتا ہے قرآن حکیم نے ایسے لوگوں کی کیفیت پر یوں روشنی ڈالی ہے صُمٌّ وہ بہرے ہیں بُکْمٌ وہ گونگے ہیں عُمْیٌ وہ اندھے ہیں فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ سو وہ مراجعت سے محروم ہیں یعنی مراجعت سے عاری ہیں سورہ البقرہ کی آیت کریمہ میں کیا خوبصورت

Marfat.com

الفاظ میں منکرات کی تاثیر اور تصویر کشی کی گئی ہے۔ منکرات کا وائرس سب سے پہلے انسان کے قلب پر حملہ آور ہوتا ہے اور بہت جلد اس کو بیمار کر ڈالتا ہے۔ اس کے اثرات زبان آنکھوں کانوں اور دماغ پر نمایاں طور پر اثر انداز ہوتے ہیں اور نیکی کی صلاحیتوں کو ضائع کر دیتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا ڈاکٹر یا حکیم مریض کے چیک اپ کے وقت زبان اور آنکھیں ملاحظہ کرتا ہے مرض کے اثرات آنکھوں اور زبان پر نمایاں ہوتے ہیں۔ منکرات کا مریض ذہنی مریض ہوتا ہے۔

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ منکرات کے مریض کو نیکی، نیک اعمال، صالح کردار اور اخلاق سے سخت نفرت ہوتی ہے اور اسی طرح نیک اور صالح انسان بدکردار بداخلاق بداعمال اور منکرات کے مرتکب انسان سے سخت نفرت کرتا ہے۔ کیونکہ ہر دو کا جہاں الگ الگ ہے دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ منکرات کا مرتکب اور خوگر انسان اوامر کا بھی تارک ہوتا ہے اس لئے سکونِ قلب کی نعمت سے محروم ہوتا ہے۔ اضطرار اور نفسانفسی اس کی سرشت میں جاگزیں ہوتی ہے۔ ایک نیک صالح اور خدا کی بندگی کا خوگر بندہ جو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ منکرات سے باز رہتا ہے اور اپنا وقت ذکر الٰہی میں گزارتا ہے وہ بڑا پُر سکون ہوتا ہے ذکر الٰہی سے قلب کی تطہیر ہوتی ہے۔ منکرات کے وائرس ایک مطہر قلب پر حملہ آور ہونے کی ہمت نہیں رکھتے۔ ایک پاک اور صالح قلب بیماریوں سے بھی محفوظ ہوتا ہے کیونکہ وہ منکرات کے زہریلے جراثیموں سے محفوظ ہوتا ہے۔ خشت الٰہی اور ذکر الٰہی سے انسان کا دل پاک صاف رہتا ہے جس کے نتیجہ میں اس کا دل مطمئن اور پُر سکون ہوتا ہے اور ذکر الٰہی کے سبب انسان متعدد بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے خصوصاً دل کی بیماریوں کا علاج ذکر الٰہی ہے۔ ایسا انسان اخلاق و کردار اور عادات و اطوار کے لحاظ سے قابل تعریف ہوتا ہے۔ ایک نیک اور صالح انسان اپنے لئے اور دوسروں کے لئے بھی رحمت ہوتا ہے۔ جبکہ منکرات کا مرتکب انسان اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی مصیبت کا سبب ہوتا ہے۔ وہ برائیوں کا محور اور آماجگاہ ہوتا ہے احکامات الٰہی کا منکر تارک اور سرکش انسان ساری

انسانیت کو فتنہ وفساد کی آگ میں جلا ڈالتا ہے۔ منکرات کا خوگر انسان خدا کا باغی اور انسانیت کا دشمن ہوتا ہے۔ بداعمال اور بدکردار انسان جب خدا فراموشی اور خودفراموشی کے عالم میں ایسی ایسی ظالمانہ اور جاہلانہ حرکتیں کرتے ہیں کہ دنیا میں ہر طرف فساد کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ خلق خدا ان کے ہاتھوں بے بس اور تنگ ہو جاتی ہے۔ عدل وانصاف کا بستر گول ہو جاتا ہے اور ہر طرف جور وظلم کا راج ہوتا ہے۔ منکرات کے ارتکاب سے نافرمانی اور بداعمالیاں اس قدر بڑھ جاتی ہیں کہ ہر طرف فسق وفجور کے جھنڈے لہراتے نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین، اس کی تعلیمات اور اس کے بندوں کا سرعام مذاق اڑایا جاتا ہے۔ انسان اس قدر نافرمان اور باغی ہو جاتا ہے کہ اسے کسی کی پرواہ نہیں ہوتی۔ نیکی کے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ ظلم اور ظالموں کے ہاتھوں انسانیت بے بس ہو جاتی ہے۔ ان حالات میں خدائی قوتیں حرکت میں آتی ہیں۔ ظالموں اور سرکشوں پر قہر وغضب بن کر ٹوٹ پڑتی ہیں جیسا کہ قوم نوح، قوم عاد وثمود، قوم لوط اور دیگر اقوام کے ساتھ ہوا۔ تاریخ میں ایسے عبرت ناک اور ہلاکت خیز واقعات اور سانحات کا ذکر موجود ہے۔

قرآن حکیم میں نافرمانی اور خدا کے باغی لوگوں کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ (الاعراف)

"اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکات کے دروازے کھول دیتے مگر انہوں نے تو جھٹلایا لہٰذا ہم نے اس بری کمائی کے حساب میں انہیں پکڑ لیا جو وہ سمیٹ رہے تھے۔ پھر کیا بستیوں کے لوگ اب اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ہماری گرفت کبھی

Marfat.com

اچانک ان پر رات کے وقت آجائے گی جب کہ وہ سوئے پڑے ہوں۔ انہیں اطمینان ہو گیا ہے کہ ہمارا مضبوط ہاتھ یکا یک ان پر دن کے وقت نہ پڑے گا جبکہ وہ کھیل رہے ہوں؟ کیا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی چال سے بے خوف ہیں؟ حالانکہ اللہ کی چال سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو تباہ ہونے والی ہو"۔

انسانوں کی اکثریت ہر دور میں جہالت کی وجہ سے گمراہ رہی ہے۔ ضلالت و گمراہی نے ہمیشہ انسان کو خدا اور انبیاء کرام کے خلاف بغاوت اور سرکشی پر آمادہ کیا جس کا نتیجہ تباہی و ہلاکت میں نکلا۔ آج بھی ہر طرف عباد الطاغوت کے لشکر ہر طرف دندناتے پھر رہے ہیں اور ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ بعض نام نہاد دعویدارانِ اسلام بھی بداعمالیوں اور سرکشی میں پیچھے نہیں۔ وہ طاغوتی لشکر کی مدد اور معاونت کے لئے ان کے ہراول دستہ میں جا شامل ہوئے ہیں اور مل کر عباد الرحمٰن کے خلاف صف آرا ہیں۔ دنیا میں کہیں سرد جنگ ہو رہی ہے تو کہیں گرما گرم معرکہ آرائیاں جاری ہیں منکرین خدا پوری طرح منظم اور متحد ہو کر امت مسلمہ کو مٹانے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ مسلم امہ کو جنگ کا ایندھن بنانے کے لئے اپنے ہراول دستہ کے لئے ہم میں سے خدا فراموش اور خود فراموش لوگوں کا انتخاب کر لیا ہے یہ لوگ منکرین خدا کے تربیت یافتہ اور ایجنٹ ہیں جو عباد الرحمٰن کی صفوں میں بھی شامل ہیں اور موقع ملتے ہی دشمن کی سپاہ میں جا شامل ہوتے ہیں۔ آج امتِ مسلمہ میں منکرات فواحش اور لذت پسندی کے دلدادہ نافرمانوں اور خدا کے باغیوں کی کمی نہیں۔ مسلم امہ میں ایسے روشن خیال دشمنانِ خدا وافر تعداد میں ہر وقت دستیاب ہیں جن کے سیاہ کرتوت دشمنان دین اور منکرین خدا سے کم نہیں۔ لشکرِ طاغوت اور مجاہدین اسلام کے درمیان جاری جنگ میں ہراول دستہ میں شامل لوگ ہی لقمۂ اجل بنیں گے۔ باقی لوگوں کی باری بعد میں آئے گی جس کا مظاہرہ متعدد بار ہو چکا ہے۔ طوفان پہ طوفان اور زلزلوں کا سلسلہ بھی بداعمالوں کو مٹانے کے لئے شروع ہو چکا ہے۔ ہنستی بستی آبادیاں اور شہر صفحۂ ہستی سے مٹے جا رہے ہیں۔ نئے نئے طوفان اچانک انسانی آبادیاں اور بستیوں پر حملہ

Marfat.com

آور ہوتے ہیں اور ہر چیز کو ملیا میٹ کر کے واپس چلے جاتے ہیں۔ طوفانوں اور زلزلوں کا سلسلہ تواتر کے ساتھ جاری ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ طوفان اور زلزلے خدا اور رسول ﷺ کے باغیوں، سرکشوں اور نافرمانوں کا خاتمہ کئے بغیر اور دنیا سے فتنہ وفساد کے گند کو مٹانے تک دنیا پر حملہ آور ہوتے رہیں گے۔ ان کی دمِ واپسی کے آثار نظر نہیں آتے۔

نیکی اور بدی کی قوتوں کے مابین جاری جنگ کے ختم ہونے کے آثار سرِ دست نظر نہیں آتے بلکہ ایسا لگتا ہے یہ جنگ زور پکڑ جائے گی۔ دیکھئے جنگ میں کس کا پلہ بھاری ہوتا ہے اور کون جنگ جیتے گا۔ بہر حال یہ جنگ قانونِ قدرت کی مظہر ہے۔ فتنہ وفساد ختم نہ ہوا تو جنگ بھی ختم نہ ہوگی۔ بغاوت اور سرکشی جاری رہی تو حق و باطل کی جنگ اور تیز ہوگی۔ فواحش اور بدکاریوں کا سلسلہ ختم نہ ہوا تو خدائی قوتیں حملہ آور ہوتی رہیں گی۔ مانعات اور منکرات سے انسان نے دستبرداری کا اعلان نہ کیا تو پھر جنگ بندی کا اعلان بھی نہ ہو سکے گا علیم وحکیم خدا نے امر بالمعروف کا حکم یوں ہی صادر نہیں فرمایا۔ اس میں امن اور سلامتی کا راز ہے اور بزرگ و برتر خدا نے جن باتوں سے منع فرمایا ہے ان مانعات کی تہہ میں خاص حکمت کارفرما ہے۔ مانعات اور منکرات کی تہہ میں ہلاکت خیزی کا سامان ہے۔ ہلاکت خیزی سے بچنے کے لئے ہی بعض اقوال، افعال اور اشیاء سے منع فرمایا گیا ہے۔ منکرات میں تباہ کن مواد ہے۔ منکرات کا مطلب ہی برائیوں کا مجموعہ ہے دنیا میں برپا فتنہ و فساد کی تباہ کاریاں، فسق و فجور اور بے حیائی کے جا بجا انسانیت سوز مظاہرے منکرات کے ارتکاب کا ہی نتیجہ ہیں۔ دانا اور حکیم خدا نے منکرات میں پوشیدہ مہلک اور موذی بیماریوں، اخلاقی قدروں کی پامالی اور فطرت انسانی میں بگاڑ کے پیش نظر ہی انسان کو ان منکرات سے بچنے اور باز رہنے کے احکامات جاری کر رکھے ہیں۔ اگر انسان منکرات اور مانعات سے باز نہیں آتا اور نواہی سے دستکش نہیں ہوتا اور ان امور کو انجام نہیں دیتا جن امور کے کرنے کا حکم ہے اور حسن احکامات کی بجا آوری میں انسانی فلاح اور بھلائی ہے تو پھر کوئی طاقت (ماسوائے اللہ کے) اسے تباہی اور ہلاکت سے نہیں بچا سکتی۔

Marfat.com

امن وسلامتی اور فلاح و بقا صرف احکامات خداوند قدوس کی تعمیل میں ہے اور منکرات سے رک جانے اور باز رہنے میں ہے۔ منکرات کا ارتکاب اور اوامر سے انحراف کا انجام تباہی اور ہلاکت ہے کیونکہ یہ عمل خدا اور رسول ﷺ کے خلاف بغاوت اور سرکشی ہے اور خدا باغیوں کو کچلنا خوب جانتا ہے۔

Marfat.com

باب2

شرک

منکرات کی طویل فہرست ہے لیکن یہاں صرف چند منتخب ممنوعات ومنکرات کو بیان کرنے پر اکتفا کیا جارہا ہے۔ منکرات میں سے شرک کا ذکر سب سے پہلے کیا جارہا ہے۔ شرک کو قرآن حکیم میں ظلم عظیم کہا گیا ہے۔

شرک فی نفسہٖ کوئی شئے نہیں ہے اور نہ ہی اس کا کوئی وجود ہے شرک فقط توحید کی ضد اور مخالفت کا نام ہے۔ اس لئے شرک کے اثبات سے پہلے عقیدۂ توحید کی پوری ماہیت اور حقیقت کو سامنے رکھا ہوگا۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری جو کہ دور حاضر کے محقق اور اسلامی تحریرات کے مایہ ناز سکالر ہیں، نے شرک کی حقیقت کے موضوع پر ایک مفصل کتاب لکھی ہے۔ یہ عنوان اسی کتاب سے ماخذ ہے:

شرک کا معنی یہ ہے کہ ایسی قدرت، ملکہ، صفت اور خاصہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص اور مختص ہو، اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے بالذات ثابت کیا جائے اور اس کو منصرف فی الامور حقیقی طور پر مانا جائے جیسا کہ سجدہ کرنا، اس کے نام جانور ذبح کرنا، اس کی منت ماننا اور کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا وغیرہ۔

شرک کا فیصلہ اس وقت ناممکن ہے جب تک اس کے مدمقابل توحید کی ماہیت نہ سمجھی جائے۔ لہٰذا عقیدۂ توحید اور شرک کا تقابلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے اور دونوں موضوعات پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

عقیدۂ توحید کا جامع تصور

انسانیت اور مذاہب عالم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مذہب ہر ملت اور ہر طبقۂ انسانیت میں شرک اور مشرکانہ تصورات کے باوجود بھی کسی ایسی ہستی کا تصور موجود ر

Marfat.com

ہے جس کے بارے میں وہ سب سے بلند و بالا اور کائنات کے (بلاشرکت غیرے) خالق، مالک، رب الارباب اور رب کائنات ہونے کا عقیدہ رکھتے رہے ہیں۔

دنیا بھر میں ہندو مذہب سے بڑھ کر مشرکانہ تصورات پر مبنی مذہب اور کوئی نہیں ہے جو اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے لاتعداد بتوں کی پوجا پر مبنی ہے لیکن لاکھوں بتوں کو ماننے والا یہ مذہب بھی سارے خداؤں کے خدا کو مانتا ہے۔ کبھی اس کے لئے ''پریشور'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو کبھی اسے براہمہ کا نام دیا جاتا ہے۔ پریشور اس برہمہ کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ سمندروں، دریاؤں اور ندیوں کی لہریں بھی اسے پکارتی ہیں۔ اس پریشور اور براہمہ کے لئے ایک خاص لفظ ''اوم'' بطور اسم ذات استعمال کرتے ہیں جس کا مقابلہ کوئی دیوی دیوتا نہیں کرسکتا۔ وہ مراقبے کی حالت میں اوم کے ساتھ اس ذات کو پکارتے ہیں۔ یہ وہ لفظ ہے جسے دین کی اصطلاح میں اللہ اللہ کہا جاتا ہے۔ گویا مشرکانہ عقیدہ رکھنے والے بھی ہزاروں آبودگیوں کے باوجود اسی ہستی کو سب سے بلند و بالا جاننے پر مجبور ہیں اور اسی ہستی کو ایسا نام دینے پر مجبور ہیں جو اس کے سوا کسی مصنوعی رب کو نہیں دیا جاتا ہے۔

عقیدۂ توحید کے ارکان خمسہ

اس کو عقیدۂ توحید کا قرانی تصور بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں عقیدۂ توحید کا نہایت ہی جامع اور اجلا تصور پیش کیا گیا ہے جسے عقیدۂ توحید کے ارکان خمسہ کا نام بھی دیا گیا ہے۔ مسئلہ توحید قرآن کے بنیادی اور اساسی موضوعات میں سے ہے۔ اس مسئلے کو ثابت کرنے کے لئے اگرچہ قرآن کریم کی متعدد آیاتِ کریمہ میں دلائل و براہیں قاطعہ موجود ہیں لیکن سورۂ اخلاص جسے سورۂ توحید بھی کہا جاتا ہے میں اللہ رب العزت نے اپنی توحید کا جو جامع اور اجلا تصور بیان فرمایا ہے وہ کسی اور مقام پر بیان نہیں ہوا۔ سورہ اخلاص میں توحید کے پانچ بنیادی ارکان بیان کئے گئے ہیں اگر ان پانچ ارکان اور اجزاء کو ملا لیا جائے تو عقیدۂ توحید مکمل ہو جاتا ہے لیکن اگر ان میں سے کسی ایک رکن کی عقیدۂ خلاف ورزی ہو جائے تو

Marfat.com

عقیدہ میں شرک داخل ہو جاتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

"(اے نبی مکرم ﷺ) آپ فرما دیجئے وہ اللہ ایک ہے جو یکتا ہے۔ اللہ سب سے بے نیاز سب کی پناہ اور سب پر فائق ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ پیدا کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے"۔

توحید اور شرک کی مقابل اقسام

ذیل میں توحید اور شرک کا تقابلی جائزہ پیش کیا جاتا ہے تا کہ یہ امر واضح ہو جائے کہ کسی امر پر شرک کا اطلاق تب ہوتا ہے جب وہ توحید کی اسی قسم کی نفی کرے جو صرف اللہ کے لئے ثابت ہو۔

اقسام توحید

محققین نے توحید کی مندرجہ ذیل اقسام بیان کی ہیں:

1۔ توحید ربوبیت

توحید اثبات کو توحید ربوبیت کہا جاتا ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے واجب الوجود ہونے اور اس وحدت مطلقہ پر ایمان لانا ہے۔

2۔ توحید الوہیت

اس کو توحید عبادت بھی کہا جاتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ عبادت کے لائق صرف ایک معبود برحق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس کے ساتھ عبادت میں کوئی شریک نہیں۔

3۔ توحید تحریم

اس سے مراد یہ ہے کہ نذر (منت) اور تحریمات صرف حق تعالیٰ کی ذات کے لئے خاص ہیں۔

Marfat.com

اقسام شرک

علماء نے شرک کی مندرجہ ذیل اقسام بیان کی ہیں۔

1۔توحید ربوبیت میں شرک

اللہ تعالیٰ کے واجب الوجود ہونے اور اس کی وحدتِ مطلقہ پر ایمان نہ لانا توحید ربوبیت میں شرک ہے۔

2۔توحید الوہیت میں شرک

اس سے مراد یہ ہے کہ ایک معبود برحق اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی غیر کو اس کی عبادت میں شریک مانا جائے۔

3۔شرک فی التحریم

اس سے مراد یہ ہے کہ نذر (منت) اور تحریمات جو حق تعالیٰ کی ذات کے لئے مخصوص ہیں انہیں یا ان کے مماثل تحریمات کو کسی غیر کے لئے ثابت کیا جائے۔

توحید ربوبیت کی اقسام

1۔توحید فی الذات

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔اس کا کوئی ثانی اور ہمسر نہیں۔ اس کی بیوی نہیں اس کی اولاد نہیں اور اس کے والدین نہیں۔

2۔توحید فی الصفات

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں کوئی شرک نہیں۔

3۔توحید فی الافعال

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص افعال میں کوئی شریک نہیں۔

4۔توحید فی الاسماء

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص اسماء میں کوئی شریک نہیں۔

Marfat.com

توحید الوہیت کی اقسام

1۔توحید فی الخلق

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق ہے اور مالک بالذات ہے اور کوئی نہیں۔

2۔توحید فی العبادت

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یکتا عبادت کا حقدار ہے اور کوئی نہیں۔

3۔توحید فی القدرت

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اور متصرف بالذات ہے۔

4۔توحید فی العلم

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور والشہادت ہے۔ اس کا علم بالذات، بالقدرت اور بالکل ہے۔

5۔توحید فی الدعا

اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا حقدار ہے کہ جملہ دعائیں اس سے کی جائیں اور توکل اسی پہ رکھا جائے یعنی المدعو حقیقتاً وہی ہے۔

توحید ربوبیت میں شرک کی اقسام

1۔شرک فی الذات

اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک ماننا اور کسی کو اس کا ہمسر اور ثانی ماننا اور اس کے لئے والدین، بیوی اور اولاد کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔

2۔شرک فی الصفات

اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں کسی اور کو شریک جاننا شرک ہے۔

3۔شرک فی الافعال

اللہ تعالیٰ کے خاص افعال میں شریک کرنا شرک ہے۔

Marfat.com

4۔شرک فی الاسماء

اللہ تعالیٰ کے خاص اسماء میں کسی کو شریک کرنا اور سمجھنا شرک ہے۔

توحید الوہیت میں شرک کی اقسام

1۔شرک فی الخلق

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو کائنات کا خالق اور مالک بالذات ماننا شرک ہے۔

2۔شرک فی العبادۃ

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو معبود برحق ماننا شرک ہے۔

3۔شرک فی القدرت

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو قادر مطلق اور متصرف بالذات ماننا شرک ہے۔

4۔شرک فی العلم

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو عالم بالذات اور محیط سمجھنا شرک ہے۔

5۔شرک فی الدعا

اللہ تعالیٰ کے سوا اللہ تعالیٰ کے دشمنوں بتوں اور شیاطین سے دعائیں مانگنا اور کسی اور پر توکل رکھنا شرک ہے۔

توحید تحریم کی اقسام

1۔توحید فی التحریمات

تحریمات صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں جیسے حرمین شریفین کے حرم ہونے کے احکامات اور قربانی کے جانوروں کی تعظیم وتوقیر وغیرہ

2۔توحید فی النذور

منت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔

Marfat.com

3۔توحید فی الحلف

شرعی حلف صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے۔

شرک فی التحریم کی اقسام

1۔شرک فی التحریمات

جو تحریمات خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں انہیں یا ان کے مماثل تحریمات غیر کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔

2۔شرک فی النذور

کفار و مشرکین کی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے منتیں ماننا، کھیتی باڑی، کاروبار اور چوپائیوں کے حصے بطور نذر ماننا شرک ہے۔

3۔شرک فی الحلف

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نام کا شرعی حلف اٹھانا جیسے کفار لات، منات، عزی اور ہبل کے اٹھاتے تھے کفر ہے۔

شرک کی کوئی بھی شکل ہو، صورت ہو اور کوئی بھی قسم ہو جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، شرک ہے۔ توحید کے منافی ہر عمل شرک ہوگا جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ سورہ اخلاص میں توحید کے بیان کردہ ارکان خمسہ کے خلاف ہر بات، ہر فعل اور عقیدہ صریحاً شرک ہے تاہم علماء کرام نے بعض امور کو شرک سے ماورا قرار دیا ہے مثلاً عید میلاد النبی ﷺ منانا، وسیلہ اور شفاعت امر جائز ہیں۔

حقیقت شرک

اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس کا نہ کوئی ثانی ہے اور نہ ہمسر۔ وہ قادر مطلق اور بے نیاز ہے۔ وہ بے مثال ہے اس کی کوئی تمثیل نہیں۔ نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ ہی کوئی اس کی اولاد ہے۔ وہ اس کائنات کا واحد خالق اور مالک ہے۔ اس کی یکتائی، وحدانیت اور اس کی

Marfat.com

ذات وصفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا شرک ہے۔ شرک توحید کی ضد ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کا کوئی ثانی نہیں اس کا کسی کو ثانی اور ہمسر ٹھہرانا شرک ہے۔ کسی کو یہ اجازت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک ٹھہرایا جائے یا شریک سمجھا جائے۔ شرک ظلم عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ سورۃ النساء آیت نمبر 48 میں ارشاد الٰہی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾

"بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے۔ اور اس سے کم تر (جو گناہ بھی ہو) جس کے لئے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک کیا اس نے زبردست گناہ کا بہتان باندھا"۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ شرک ظلم عظیم ہے اور ناقابلِ معافی گناہ ہے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر 116 میں شرک کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾

"اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ واقعی دور کی گمراہی میں بھٹک گیا"۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ شرک بہت بڑی گمراہی ہے اور اللہ تعالیٰ شرک سے پاک ہے۔ سورۂ آل عمران (آیت نمبر 79) میں ارشاد الٰہی ہے۔

ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

"پھر لوگوں سے کہنے لگے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ"۔

سورۃ البقرہ (آیت نمبر 165) میں فرمان الٰہی ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ

"اور لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں غیروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں اور ان سے اللہ تعالیٰ جیسی محبت کرتے ہیں"۔

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 22 میں ارشاد الٰہی ہے:

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا

''اور نہ ٹھہراؤ اللہ کے لئے مدِ مقابل''۔

اور سورۂ لقمان (آیت نمبر 13) میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿١٣﴾

''رب ذوالجلال والاکرام کی ذات پاک ہے۔ وہ قادر مطلق، خالق و مالک کائنات ہے۔ وہ یکتا و تنہا ہے۔ وحدہٗ لاشریک ہے اس کا کوئی مدِ مقابل نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔ کوئی کسی طرح بھی، کسی فعل میں، اختیار میں اور صفات میں اس کا شریک نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔ لہٰذا شرک عظیم گناہ اور کھلی گمراہی ہے۔ اس لئے شرک کو ظلم عظیم کہا گیا ہے یہ شرک اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناقابلِ معافی جرم ہے شرک کے مرتکب لوگوں کے لئے ہرگز معافی نہیں۔ منکرین اور مشرکین کے لئے دنیا میں بھی ہلاکت و بربادی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ دنیا میں ہر طرف پھیلا ہوا فتنہ اور فساد مشرکین اور منکرین کا ہے اور انہیں لوگوں کی وجہ سے دنیا میں مصائب و آرام کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں۔ دنیا میں سارا پھیلایا ہوا گند فسق و فجور انہی کا ہے۔ اور اس کے ذمہ دار یہی فاسق اور فاجر ہیں۔

Marfat.com

باب3

اکل وشرب (کھانا پینا)

انسان جو اشیاء کھاتا اور پیتا ہے اسے اکل وشرب کہا جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں غذا وخوراک اس کا نام ہے شریعت میں جو چیزیں انسان کے طہارت نفس کے لئے مفید ہیں ان کے کھانے پینے کی اجازت دی گئی ہے اور جن اشیاء کے کھانے پینے میں طبائع انسانی اور اخلاق پر برے اثرات مرتب ہوتے ہیں ان سے منع کر دیا گیا ہے۔ ہمارا مضمون منکرات ہے اس لئے یہاں صرف ممنوعہ معاملے پر بحث ہوگی۔ حلت وحرمت کے بارے میں قرآن نے یوں صراحت فرمائی ہے سورۃ الاعراف (آیت نمبر 157) میں ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ ۫ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ

"جو پیروی کرتے ہیں اس نبی کی جو امی ہے جس (کے ذکر) کو وہ اپنے پاس توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ نبی انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لئے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے"۔ (الاعراف:157)

شریعت اسلامی میں حلال وحرام کو اکل وشرب کے حوالے سے بہت اہمیت حاصل ہے۔ اکل وشرب میں حلت وحرمت کی تمیز کو واضح طور پر اساس و بنیاد قرار دیا گیا ہے اور صراحت کر دی گئی ہے کہ تمہارے لئے صرف طیبات ہی حلال ہیں اور خبائث کی قطعاً ممانعت ہے۔

Marfat.com

حرمتِ شراب

مشروبات میں سے شراب کی حرمت کا حکم ہے۔شراب ہر مذہب اور ہر ملت میں حرام قرار دی گئی ہے اور اس میں پائی جانے والی گوناگوں طبی مضرات اور سماجی برائیوں کے باعث اسے ام الخبائث کہا گیا ہے۔دنیا میں جہاں کہیں بھی لوگ بادہ خوری کے عادی ہیں وہاں معاشرتی برائیاں عروج پر ہوا کرتی ہیں۔شراب انسان کو مخرب الاخلاق بنا دیتی ہے۔ اسی لئے اس کی حرمت کا حکم قرآن میں دیا گیا ہے۔عرب معاشرہ شراب نوشی کا بُری طرح خوگر تھا اور طلوع اسلام سے قبل عربوں کی سماجی اخلاقی اور مذہبی برائیاں اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھیں اور وہ کونسی برائی تھی جو عربوں میں نہ پائی جاتی تھی شاید یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی ﷺ کو عرب معاشرہ میں مبعوث فرمایا۔اسلام جیسے پاکیزہ نظام معاشرت میں شراب جیسی ام الخبائث چیز کی قطعی گنجائش نہیں۔اسی لئے اسے حرام قرار دیا گیا ہے۔ شراب نوشی کی حرمت کا حکم بتدریج اور وقفے وقفے سے نازل ہوا تا کہ لوگوں کے لئے اس پر عمل کرنا آسان ہو جائے جو صدیوں سے اس کے خوگر چلے آرہے تھے۔عرب زمانہ جاہلیت میں شراب نوشی کے انتہائی حد تک رسیا اور عادی تھے۔ابتدا میں سورہ البقرہ میں حکم نازل ہوا فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ (بقرہ:219) (اس میں کبیرہ گناہ اور لوگوں کے لئے فائدہ ہے) پھر حکم نازل ہوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى (النساء:43) اور نماز کے قریب نشے کی حالت میں نہ جاؤ) اور آخر میں حرمت شراب کا قطعی حکم نازل ہوا اور شراب نوشی کی قطعی ممانعت کر دی گئی جیسا کہ سورہ المائدہ کی آیات نمبر 90 اور 91 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝

Marfat.com

"اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا، بت اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں ان سے باز رہو۔ امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے۔ تو کیا تم ان چیزوں سے باز آنے والے ہو؟"۔

مزید ارشاد ہوا کہ:

وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ﴿۹۲﴾ (مائدہ)

"اللہ اور اس کے رسول کی بات مانو اور باز آجاؤ لیکن اگر تم نے حکم عدولی کی تو جان لو کہ ہمارے رسول پر بس صاف صاف حکم پہنچا دینے کی ذمہ داری تھی"۔

سورۃ المائدہ کی ان آیات میں چار چیزوں کا ذکر ہے۔ خمر، میسر، نصاب اور ازلام۔ ہر مدہوش کر دینے والی شراب کو خمر کہا جاتا ہے اور میسر مطلقاً جوا کو کہتے ہیں خواہ اس کی کوئی بھی صورت ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شطرنج بھی جوا ہے۔ انصاب ان پتھروں کو کہا جاتا ہے جو بیت اللہ کے اردگرد نصب تھے اور کفار ان کے لئے جانور ذبح کرتے تھے اور ان کا خون ان پتھروں پر ملتے تھے ازلام ان تیروں کو کہا جاتا تھا جن کے ذریعے فال گیری کی جاتی تھی نیز وہ تیر جن کے ذریعے جوا کھیلا جاتا تھا۔

ان آیات کریمہ میں مقصود تو شراب اور جوا کی قطعی حرمت کا بیان ہے لیکن انصاب اور ازلام کو ان کے ساتھ بیان کر کے ان کی قباحت کو اور زیادہ عیاں کر دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اے شراب! تیرا ذکر تو جوئے، انصاب اور ازلام کے ساتھ ملا کر کیا گیا ہے۔ تیرا ستیاناس ہو۔ تیرا خانہ خراب ہو۔ (ضیاء القرآن)

آیت کریمہ میں لفظ "رجس" استعمال ہوا ہے جس کا مطلب گندی، غلیظ اور بدبودار چیز ہے۔ یہ چاروں چیزیں اتنی گندی اور غلیظ ہیں کہ کوئی سلیم الطبع انسان از خود ان چیزوں

Marfat.com

کی طرف مائل ہونا پسند نہیں کرتا۔ صرف شیطان کی وسوسہ اندازی ہی اسے ان قبیح حرکات کے ارتکاب کی رغبت دلا سکتی ہے۔

ان آیات میں شراب خوری اور جوا کی حرمت کی حکمت کا بیان ہے اگر چہ شراب نوشی اور جوا بازی کی خرابیاں بے شمار ہیں اور وہ اقوام اور افراد جوا سے شیر مادر سمجھ کر پیا کرتے ہیں۔ اگر چہ وہ اقدام بھی اس کو چھوڑ دینے سے عاجز ہیں لیکن ان خرابیوں اور نقصانات کا برملا اعتراف کرتی ہیں۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ نے ضیاء القرآن جلد اول صفحہ 508 پر "مازا خسر العالم" کے حوالے سے لکھا ہے کہ "شراب کے زہریلے اثرات دیکھ کر یورپ اور امریکہ کے ڈاکٹر اور دانشور لرزہ براندام ہیں۔ اس مصیبت سے قوم کو چھٹکارا دلانے کے لئے بڑی بڑی مخلصانہ اور حکیمانہ کوششیں کر رہے ہیں۔ حکومت امریکہ نے پورے چودہ سال اس کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ اس جہاد میں نشر واشاعت اور پروپیگنڈے کے جدید ترین اور قوی ترین وسائل اختیار کئے۔ اخبارات، رسالے، لیکچرز تصاویر اور فلمیں سبھی شراب سے نفرت دلانے میں برسر پیکار رہے اس مہم پر حکومت نے تقریباً چھ کروڑ ڈالر خرچ کئے۔ پچیس کروڑ پونڈ کا خسارا برداشت کیا۔ تین سو افراد کو تختہ دار پر لٹکایا گیا۔ پانچ لاکھ سے زائد افراد کو قید بند کی سزائیں دیں۔ بھاری جرمانے کئے۔ بڑی بڑی جائیدادیں ضبط کی گئیں لیکن ساری کوششیں بے کار ثابت ہوئیں۔ آخر کار حکومت کو اپنی شکست فاش کا اعتراف کرنا پڑا اور آخر کار اس نے شراب نوشی جس کے خلاف وہ عرصہ دراز تک معرکہ آراء رہی تھی، کو 1933 میں قانوناً جائز قرار دے دیا"۔

اس طرح جوا پر برطانیہ میں برائے نام پابندی تھی اسے بھی 1961ء میں واپس لے لیا گیا اور اس کی بیخ کنی کے لئے ساری مساعی کے ناکام ہو جانے کے بعد اسے بھی قانونی طور پر سند جواز مل گئی۔ (ماخوذ از ریڈر ڈائجسٹ مئی 1964)

یہ اسلام کی قوت قاہرہ تھی قرآن کی اثر آفرینی تھی حضور ﷺ کی تربیت کا فیضان تھا جس نے ایک فرمان سے ساری قوم کو اس بلائے بے درماں سے رہائی دلائی۔ صحابہ کرام کی

Marfat.com

کامل ترین اطاعت وفرمانبرداری کا یہ عالم تھا کہ قرآن کے ایک حکم پر ہاتھوں پر رکھے شراب کے پیالے زمین پر پٹخ دیئے ہونٹوں پر لگے جام خود بخود الگ ہو گئے۔ جام وسبو توڑ دیئے گئے مشکوں اور مٹکوں میں بھری ہوئی مے ناب انڈیل دی گئی۔ وہ چیز جو انہیں بے حد عزیز تھی اب گندے پانی کی طرح گلیوں میں بہہ رہی تھی۔ حیرت یہ ہے کہ اس کے بعد کسی صحابی نے شراب پینے کی خواہش کا اظہار نہ کیا۔ اسلام کی انقلاب آفرین قوت کا یہ وہ عدیم النظیر مظاہرہ ہے جس کی تاریخ عالم میں مثال نہیں ملتی۔

قرآن کریم نے نہایت مختصر سے الفاظ میں شراب کی وہ مضر ترین خرابیوں کا ذکر کر کے ان کی قباحتوں کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا اور بتایا کہ شراب اور جوا کی حرمت کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس سے عداوت اور دشمنی کی تخم ریزی ہوتی ہے۔ گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں۔ سگے بھائی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ بتائی کہ انسان نماز اور ذکر الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر بدنصیبی اور کیا ہو سکتی ہے کہ مؤذن اللہ کے حضور بازیابی حاصل کرنے کی دعوت دے رہا ہو اور کوئی اس وقت حالتِ نشہ میں بدمست ہو اور شراب پی کر مدہوش پڑا ہو یا جوا کی بازی جیتنے میں اس طرح محو ہو کہ رحمت کی گھڑی آئی اور گزر بھی گئی۔ جب شراب نوشی اور قمار بازی کی یہ وجہ ہے کہ وہ یادِ خدا سے غفلت کا باعث بنتی ہے تو شطرنج اور تاش وغیرہ اپنے کھیلنے والوں کو اتنا منہمک کر دیں کہ نماز کی ہوش تک نہ رہے تو یہ کیوں حرام نہ ہوں گے۔

الغرض شراب اور جوا میں ان گنت خباثتیں ہیں۔ یہ دونوں فساد کی جڑ ہیں اور سماج میں عداوت وبغض کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ یہ ظالم اقوام کی ہلاکت اور سماج کی دشمن ہیں۔ اسی لئے قرآن نے انہیں ممنوع قرار دیا ہے اور یہ ام الخبائث کے نام سے مشہور ہے۔ بادہ خوار عالم مدہوشی میں بڑے بڑے گناہ کا ارتکاب کرنے سے دریغ نہیں کرتا کیونکہ شراب نوشی کی حالت میں اس کے حواس مختل ہوتے ہیں اور اسے کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ بدی کیا ہے اور نیکی کیا ہے۔ اسے عزت اور بے عزتی کی تمیز بالکل نہیں ہوتی۔ جائز و ناجائز کی پہچان بھی نہیں

Marfat.com

ہوتی۔ انسان جب نشہ کی حالت میں ہوتو وہ حواس باختگی میں سود وزیاں سے عاری ہوتا ہے۔شراب نوشی کا عادی انسان سماج کے لئے انتہائی خطرناک اور خطرے کی گھنٹی ہوتا ہے۔ شراب نوش کے قوائے جسمانی آہستہ آہستہ مضمحل ہو جاتے ہیں اور وہ سماج کے لئے بوجھ بن جاتا ہے اور اخلاقی طور پر پست اخلاق ہوتا ہے۔وہ اپنا سارا سرمایہ اور وسائل شراب پر خرچ کر کے اپنے خاندان کو کنگال اور قلاش کر کے اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔

Marfat.com

حرمت اکل (حیوانی غذائیں)

اسلامی شریعت نے جن حیوانی غذاؤں کو حرام قرار دیا ہے ان کا ذکر سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 173، سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 3 سورۃ الانعام کی آیت نمبر 146 اور سورۃ النحل کی آیت نمبر 115 میں بیان ہوا ہے۔ اس موضوع پر رقم طرازی کا مطلب محض فلسفہ ممانعات کا احاطہ کرنا اور ان حقیقتوں کی جستجو کرنا ہے جو ممنوعہ غذاؤں میں مضمر ہیں۔ فقہی باریکیوں کے لئے تفاسیر اور احادیث کی کتب سے رجوع کیا جائے جہاں حلت وحرمت کے مسائل کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں جن اشیاء کے کھانے، جن اقوال اور افعال سے منع کیا ہے ان کی ممانعت کی کہ ان کے انسان کی طبائع سلیمہ اور اخلاق پر بُرے اثرات پڑتے ہیں اور طبی نقصانات اس کے علاوہ ہیں۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے تفہیم القرآن سورۃ المائدہ کے حاشیہ نمبر 13 میں ایک توجہ طلب بات لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"یہ بات قابل غور ہے کہ کھانے پینے کی (جن) اشیاء میں حلال وحرام کی جو قیود شریعت کی طرف سے عائد کی جاتی ہیں ان کی اصل بنیاد ان اشیاء کے طبی فوائد ونقصانات نہیں ہوتے بلکہ ان کے اخلاقی فوائد ونقصانات ہوتے ہیں۔ طبی امور کے فوائد ونقصانات کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی اپنی سعی وکاوش اور تحقیق وجستجو پر چھوڑ دیا ہے۔ یہ دریافت کرنا انسان کا اپنا کام ہے کہ مادی اشیاء میں سے کیا چیز اس کے جسم کو غذائے صالح بہم پہچانے والی ہے اور کیا چیزیں تغذیہ کے لئے غیر مفید اور نقصان دہ ہیں قرآن وحدیث میں حرام وحلال اشیاء کے فوائد ونقصانات پر کہیں بحث نہیں کی گئی۔ شریعت ان امور میں انسان کی رہنمائی کی ذمہ داری اپنے سر نہیں لیتی۔ اگر یہ کام اس نے اپنے ذمہ لیا ہوتا تو سب سے پہلے سنکھیا کو حرام کیا ہوتا لیکن قرآن وحدیث میں اس کا یا ان کے دوسرے مفردات ومرکبات کا جو انسان کے لئے سخت مہلک ہیں سرے سے کوئی ذکر نہیں۔ شریعت غذا کے معاملہ میں جس چیز پر روشنی

ڈالتی ہے وہ دراصل اس کا پہلو یہ ہے کہ کس غذا کا انسان کے اخلاق پر کیا اثر پڑتا ہے اور کونسی غذا طہارت نفس کے لحاظ سے کیسی ہے اور غذا حاصل کرنے کے طریقوں میں سے کونسے طریقے اعتقادی ونظری حیثیت سے صحیح یا غلط ہیں۔ چونکہ ان کی تحقیق کرنا انسان کو میسر ہی نہیں ہیں اور اسی بناء پر انسان نے اکثر ان امور میں غلطیاں کی ہیں۔ اس لئے شریعت انہی امور میں اس کی رہنمائی کرتی ہے جن چیزوں کو اس نے حرام کیا ہے۔ انہیں اس وجہ سے حرام کیا ہے کہ یا تو اخلاق پر ان کا برا اثر پڑتا ہے یا وہ طہارت کے خلاف ہیں یا ان کا تعلق کسی فاسد عقیدہ سے ہے۔ برعکس اس کے جن چیزں کو اس نے حلال کیا ہے ان کی حلت کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان برائیوں میں سے کوئی برائی اپنے اندر نہیں رکھتیں۔

خدا نے ان اشیاء کی حرمت کی وجوہ اس لئے انسان کو نہیں بتائیں کیونکہ ان کے وجوہ کو سمجھنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے مثلاً سور کے گوشت کھانے یا مردار کے کھانے سے ہماری اخلاقی صفات پر کیا خرابیاں رونما ہوتی ہیں کس قدر کس طرح ہوتی ہیں اس کی تحقیق ہم کسی طرح نہیں کر سکتے کیونکہ اخلاق کو تولنے اور ناپنے کے ذرائع ہمیں میسر نہیں ہیں بالغرض اس کے بُرے اثرات کو بیان بھی کر دیا جاتا تو شبہ کرنے والا اسی مقام پر ہوتا جس مقام پر وہ اب ہے کیونکہ وہ اس بیان کی صحت یا عدم صحت کو کس چیز سے جانچتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حلال وحرام کی پابندی کا انحصار ایمان پر رکھ دیا ہے۔ جو شخص اس بات پر مطمئن ہو جائے کہ کتاب، اللہ کی کتاب ہے، رسول اللہ کا رسول ہے اور اللہ علیم وحکیم ہے اور وہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے حدود کی پابندی کرے گا خواہ اس کی مصلحت اس کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور جو شخص اس بنیادی عقیدے پر ہی مطمئن نہ ہو اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ جن چیزوں کی خرابیاں انسانی علم کے احاطہ میں آگئی ہیں۔ صرف انہی سے پرہیز کرے اور جن کی خرابیوں کا علمی احاطہ نہیں ہو سکا ہے ان کے نقصانات کا تختۂ مشق بنتا رہے"۔

بلاشبہ اعتقادی اور نظری نکتہ نظر سے حلال وحرام کی پابندی کا انحصار ایمان پر رکھ دیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود ایمان کی پختگی کے لئے غور وفکر اور ادراک کے عمل کو نظر انداز نہیں کیا

جا سکتا۔غور وفکر کے ذریعے حلال وحرام کے اخلاق پر پڑنے والے اثرات کو سمجھا جا سکتا ہے۔اگر ایسا نہ ہوتو حلال وحرام کا ادراک نہ ہوگا تو ایمان میں پختگی نہ ہوگی۔ایمان کی پختگی کے لئے شریعت نے غور وفکر کی ممانعت نہیں کی بلکہ قرآن میں متعدد مقامات پر تدبر وفکر کی دعوت دی گئی ہے تا کہ تدبر وفکر کے ذریعے کسی چیز کے حقائق کا عرفان حاصل ہو سکے۔مزید بحث حضرت شاہ ولی اللہ کی تصنیف حجۃ اللہ البالغہ کے حوالے سے بعد میں آئے گی۔

حیوانی غذاؤں کی حرمت سے متعلق قرآن حکیم کی آیات کریمہ پیش خدمت ہیں جن کا مطالعہ کرنے سے فلسفہ حرمت کی حقائق کشائی ہوگی۔سورہ البقرہ کی آیت نمبر 173 نے حرمتِ اکل پر روشنی ڈالی ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (البقرہ:173)

''اس نے تم پر حرام کیا ہے مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام بلند کیا گیا ہو''۔

سورہ المائدہ کی آیت نمبر 3 میں اسی موضوع کو مزید تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور قرآن کی سابقہ آیت کے بعض الفاظ کی صراحت بیان کی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۗ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ

''تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار، خون، سور کا گوشت اور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے، اور گلا گھونٹنے سے مرا ہوا، بلندی سے گر کر مرا ہوا سینگ لگنے سے مرا ہوا، اور جسے کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو، بجز اس کے جسے ذبح کر

Marfat.com

لو۔ جو تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو (اور یہ بھی حرام ہے) جسے تم جوئے کے تیروں سے تقسیم کرو"۔

اس آیت کریمہ کا لب لباب وہی ہے جو سابقہ آیت کے لئے یعنی سورہ البقرہ کی آیت نمبر 173 کا تاہم اس میں مزید تشریحات ملتی ہیں کہ ایسا جانور جو گلہ گھوٹنے، بلندی سے گر کر، سینگ لگنے یعنی حادثاتی طور پر مر جائے یا چوٹ لگنے سے مر جائے وہ حرام ہے۔ ایسا جانور بھی حرام ہے جسے کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو۔ یہ پانچ قسم کے جانوروں کی حرمت کا بیان ہوا۔ تاہم ان جانوروں میں زندگی کے کچھ سانس باقی ہوں اور انہیں ذبح کر لیا جائے تو حرام نہ ہوں گے۔ اور ان کا گوشت حلال ہوگا ان مرنے والے جانوروں کے گوشت کے حرام ہونے کا سبب تو یہ ہوا کہ مرنے کی وجہ سے اسے ذبح نہیں کیا گیا کیونکہ مردار حرام قرار دیا گیا ہے۔ ایسے حلال جانور جو کسی وجہ سے مر جائیں جن، کا ذکر آیت کریمہ میں کیا گیا ہے۔ مردہ جانور کو ذبح نہ کرنے کی وجہ سے اس کا خون بہایا نہیں جا سکا اور اس مردہ جانور کے جسم میں ہی رہا۔ خون جو ذبح کر کے یا زخمی کر کے بہایا جاتا ہے قرآن نے اسے رجس یعنی گندہ قرار دیا ہے۔ اب اندازہ کیجئے جو خون بہایا ہی نہیں گیا اور جانور کے اندر ہی رہا وہ کیونکر پاک ہو سکتا ہے۔ ذبح کر کے حلال جانور کا خون بہانے کا مطلب یہی ہے کہ جانور کا گوشت صاف ہو جاتا ہے اور خون بہہ جانے سے حلال اور ذبح شدہ جانور کی تمام کثافتیں خون کے ساتھ خارج ہو جاتی ہیں۔ ذبح شدہ جانور کے خون میں کئی قسم کے زہریلے جراثیم ہوتے ہیں۔ پھر طبی نکتہ نظر سے بہے ہوئے خون میں فنگس کے جراثیم فوراً حملہ آور ہوتے ہیں جو کینسر پیدا کرتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ قرآن نے بہتے ہوئے خون کو دِجسٌ کہا ہے۔ ایک غلیظ اور گندی چیز کو استعمال کرنے کے نہ جانے کتنے نقصانات ہو سکتے ہوں خدا ہی بہتر جانتا ہے اسی طرح غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا بھی مشرکانہ رسم ہے ایسے جانور کا گوشت بھی شرک کی وجہ سے گندہ ہی ہوتا ہے کیونکہ شرک بذات خود گند ہے۔ اور ہر گندی چیز حرام ہے۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے ضیاء القرآن جلد اول صفحہ 435 وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ کے متعلق لکھا ہے کہ" امام ابن جریر نے قتادہ سے منقول کیا ہے کہ نصب وہ پتھر ہیں جن کی زمانہ جاہلیت میں مشرکین پوجا کیا کرتے تھے اور ان کے لئے جانور ذبح کئے جاتے تھے وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ کا مطلب یہ لکھا ہے کہ مشرکین کی یہ بھی ایک عادت تھی کہ جب کوئی کام کرنے لگتے تو کسی کپڑے وغیرہ میں تین تیر (جو اس مقصد کے لئے پہلے سے تیار کئے ہوتے) ڈالتے۔ ایک پر لکھا ہوتا امرنی ربی (میرے رب نے مجھے اس کا حکم دیا ہے) دوسرے پر لکھا ہوتا منعنی ربی یعنی میرے رب نے مجھے اس سے منع کیا ہے۔ تیسرا تیر خالی ہوتا۔ آنکھیں بند کر کے ہاتھ ڈالتے اور جو تیر نکلتا اس کے مطابق عمل کرتے۔ اس جاہلانہ اور مشرکانہ عمل سے منع کیا گیا ہے کیونکہ جب کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرنا ہو تو عقل خداداد سے کام لینا چاہیے اور اس کام کے فوائد و نقصانات کا پوری سنجیدگی سے جائزہ لے کر کوئی فیصلہ کرنا چاہئیے۔ فہم و دانش جو ہمیں عطا کی گئی ہے یہ اس کی کتنی توہین ہے کہ انسان ایسے موقع پر اس سے کام نہ لے بلکہ اتفاقات پر اس کی بنیاد رکھے۔

اہل عرب کی دوسری عادت یہ تھی کہ وہ جوا کھیلا کرتے تھے۔ جوئے کے تیروں کی تعداد دس تھی۔ سات پر کچھ نہ کچھ لکھا ہوتا اور تین خالی ہوتے تھے۔ اس فعل کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس طرح بھی انسان دولت کمانے کے ایسے ذرائع تلاش کرنے کا عادی ہو جاتا ہے جن میں نہ ذہنی کاوش کا دخل ہوتا ہے نہ جسمانی مشقت کا، ہارنے والے کا مال بغیر اس کی رضامندی کے جیتنے والے کے پاس چلا جاتا ہے۔ اور ناجائز ذرائع سے دوسروں کا مال ہڑپ کرنے کی بدترین صورت ہے جس کے ذریعے امیر کبیر بن جانے کی ہوس میں لوگ گھروں کی اینٹیں فروخت کرنے پر تل جاتے ہیں۔ اس طرح خوشحال گھرانے چند دنوں میں اجڑ کر غربت اور افلاس کے گڑھے میں جا گرتے ہیں اور یہ اخلاق باختگی اور اخلاقی پستی کی بدترین صورت ہے جوا باز بعض دفعہ اپنی بیویوں کو بھی جوا کی بازی کے داؤ پر لگا دیتے ہیں۔

Marfat.com

اسلام ایسے قبیح افعال کی ہرگز اجازت نہیں دیتا جس کے باعث اتنی خرابیاں پیدا ہوں۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ نے ضیاء القرآن میں لکھا ہے کہ ایک بات اور غور طلب ہے۔ اس وقت بھی کئی لوگ جوا میں جیتی ہوئی رقم غریبوں، مسکینوں بیواؤں اور یتیموں پر خرچ کرتے ہیں اور اپنے اوپر خرچ نہیں کرتے لیکن قرآن نے جوا کو ممنوع قرار دیتے وقت اس صورت کو مستثنیٰ نہیں کیا بلکہ جوا کی تمام صورتوں کی طرح اسے بھی حرام قرار دیا ہے۔

آج کل ہمارے ہاں جو یہ رسم قبول عام ہو رہی ہے کہ کہیں طوفان یا سیلاب آیا کوئی دوسری مصیبت ٹوٹی تو مصیبت زدگان کی امداد کے لئے چندہ جمع کرنے کے لئے رقص و سرود کی محفلیں سجائی جاتی ہیں اور کہیں فلم ایکٹروں کے میچ کرائے جاتے ہیں۔ ان کا حکم بھی اس آیت سے واضح ہے۔ بجائے اس کے کہ قوم میں اسلامی، انسانی جذبات کو پیدا کیا جائے ہم ان کے شہوانی جذبات کو اکساتے ہیں اور دولت اکٹھی کرتے ہیں۔ خود سوچئے ہم قوم کو کس پستی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ کے غضب کا مقابلہ اس کی نافرمانی کر کے اور اس کی حدود کو توڑ کر کرنا اہل ایمان کے لئے درست ہے۔

سید ابو اعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے بارے میں آخری دو باتوں پر یوں روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''اس آیت میں جن چیزوں کو حرام کیا گیا ہے اس کی تین بڑی قسمیں دنیا میں پائی جاتی ہیں اور آیت کا حکم ان تینوں پر حاوی ہے۔

(1) مشرکانہ فال گیری جس میں کسی دیوی دیوتا سے قسمت کا فیصلہ پوچھا جاتا ہے یا غیب کی خبر دریافت کی جاتی ہے یا باہمی نزاعات کا فیصلہ کرایا جاتا ہے، مشرکین مکہ نے اس غرض کے لئے کعبہ کے اندر ہُبل دیوتا کے بت کو مخصوص کر رکھا تھا جس کے استھان میں سات تیر رکھے ہوئے تھے جن پر مختلف الفاظ اور فقرے کندہ ہوتے تھے۔ کسی کام کے کرنے کا سوال ہو یا کھوئی ہوئی چیز کا پتہ پوچھنا ہو یا خون کے مقدمہ کا فیصلہ مطلو .ب، ہو،

غرض کوئی کام بھی ہو اس کے لئے ہبل کے پانسہ دار کے پاس جاتے۔ اس کا نذرانہ پیش کرتے اور ہبل سے دعا مانگتے کہ ہمارے اس معاملہ کا فیصلہ کر دے پھر پانسہ داران تیروں کے ذریعے فال نکالتا اور جو تیر بھی نکلتا اس پر لکھے ہوئے الفاظ کو فیصلہ سمجھا جاتا تھا۔

(2) توہم پرستانہ فال گیری جس میں زندگی کے معاملات کا فیصلہ عقل وفکر سے کرنے کی بجائے کسی وہمی، خیالی اور کسی اتفاقی شئے کے ذریعے سے کیا جاتا ہے یا قسمت کا حال کسی ایسے طریقے سے معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی جس کا وسیلہ علمِ غیب ہوتا کسی علمی طریق سے ثابت نہیں ہے۔ رمل، نجوم، جفر مختلف قسم کے شگون اور پچھتر اور فال گیری کے بے شمار طریقے اس میں شامل ہیں۔

(3) جوئے کی قسم کے وہ سارے کھیل اور کام جس میں اشیاء کی تقسیم کا مدار حقوق خدمات اور عقلی فیصلوں پر رکھنے کی بجائے محض کسی اتفاقی امر پر رکھ دیا جائے مثلاً لاٹری میں اتفاقاً کسی کا نام نکل آتا ہے لہٰذا ہزار ہا افراد کی جیب سے نکلا ہوا روپیہ اس ایک شخص کی جیب میں چلا جائے یا یہ کہ علمی حیثیت سے ایک معمہ کے بہت سے حل درست ہیں لیکن انعام وہ شخص پائے گا جس کا حل کسی معقول کوشش کی بناء پر نہیں بلکہ محض اتفاق کی بناء پر اس کے حل کے مطابق نکل آیا ہو جو صاحب معمہ کے صندوق میں بند ہے۔

ان تین اقسام کے حرام کر دینے کے بعد قرعہ اندازی کی صرف وہ سادہ صورت اسلام میں جائز رکھی گئی ہے جس میں برابر کے دو کاموں یا دو برابر کے حقوق کے درمیان فیصلہ کرنا ہو مثلاً ایک چیز پر دو آدمیوں کا حق ہر حیثیت سے برابر ہے اور فیصلہ کرنے والے کے لئے ان میں سے کسی کو ترجیح دینے کی کوئی معقول وجہ موجود نہیں ہے اور ان دونوں میں سے بھی کوئی اپنا حق چھوڑنے کے لئے تیار نہیں اس صورت میں دونوں کی رضامندی سے قرعہ اندازی پر فیصلہ کا مدار رکھا جا سکتا ہے یا مثلاً اور کام یکساں درست ہیں اور عقلی لحاظ سے انسان ان دونوں کے درمیان تذبذب کا شکار ہو گیا ہے کہ ان میں سے کس کو اختیار کرے اس صورت میں ضرورت ہو تو قرعہ اندازی اختیار کی جا سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ عموماً ایسے

Marfat.com

مواقع پر یہ طریقہ اختیار فرماتے تھے جب دو حقداروں کے درمیان ایک کو ترجیح دینے کی ضرورت پیش آجاتی تھی اور آپ کو اندیشہ ہوتا تھا کہ اگر آپ ﷺ خود ایک کو ترجیح دیں گے تو دوسرے کو ملال ہوگا۔ (تفہیم القرآن جلد اول صفحہ 443)

اس آیت میں مذکور تمام امور یا اشیاء کو قرآن نے فسق کا نام دیا ہے اور لغات القرآن کے مطابق ''فِسْقٌ'' کا معنی نافرمانی، شریعت کی حدود سے نکل جانا اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنا لکھا ہے۔ اور یہ تمام اشیاء اور افعال انسانی اخلاق اور فطرت کو نقصان پہنچاتے ہیں اس لئے ان کی حرمت کا حکم دیا گیا ہے۔

بات چلتے چلتے آیت کے حوالے سے تو دائرے میں ہی رہی لیکن موضوع کے اعتبار سے طوالت پکڑ گئی اور مناسب یہی سمجھا گیا کہ مکمل آیت کا مفہوم ادا ہو جائے۔ مضمون کے تواتر کو جاری رکھتے ہوئے سورۃ الانعام کی آیت نمبر 145 پیش خدمت ہے ارشاد الٰہی ہے:

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ

''(اے نبی ﷺ) آپ ان سے فرما دیجئے کہ میں (اس کتاب) میں جو میری طرف وحی کی گئی ہے کوئی چیز ایسی نہیں پاتا جو کھانے والے پر حرام ہو اِلاَّ یہ کہ وہ مردار ہو یا بہایا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے یا فسق ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو''۔

اس مضمون، سابقہ آیات اور اس آیت کے الفاظ میں بظاہر اختلاف ہے لیکن حقیقت میں یہ اختلاف نہیں تشریح ہے مثلاً سابقہ آیات میں صرف خون کا لفظ آیا ہے جبکہ اس آیت دم مسفوح کا لفظ آیا ہے یعنی بہتا ہوا خون یعنی خون کے ساتھ مسفوح (بہتا ہوا) کی قید لگا دی گئی ہے دم مسفوح وہ خون جو جانور کو ذبح کر کے یا زخمی کر کے نکالا گیا ہو۔ سورہ المائدہ میں ان چار چیزوں کے علاوہ چند اور چیزوں کا ذکر بھی ملتا ہے یعنی وہ جانور جو دم گھٹ کر، چوٹ

Marfat.com

کھا کر، بلندی سے گر کر، ٹکر کھا کر مرا ہو یا جسے کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو لیکن درحقیقت یہ بھی اختلاف نہیں بلکہ صراحت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو جانور اس طرح مر جائیں یا ہلاک ہو جائیں وہ بھی مردار کے زمرے میں آتے ہیں۔

فقہائے اسلام میں سے ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ حیوانی غذاؤں میں سے یہی چار چیزیں حرام ہیں اور ان کے سوا ہر چیز کا کھانا جائز ہے۔ یہی مسلک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا لیکن متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بعض چیزوں کے کھانے سے یا تو منع فرمایا ہے یا ان پر کراہت کا اظہار فرمایا ہے۔ (تفہیم القرآن سورہ الانعام حاشیہ نمبر 121)

تحلیل وتحریم کے طویل موضوع میں پائے جانے والے فقہی اختلافات کے پیش نظر بات یہیں ختم کی جاتی ہے کہ شریعت الٰہی (قرآن) میں قطعی حرمت ان چار چیزوں کی ہی ہے۔ اس کے سوا دوسری حیوانی غذاؤں میں مختلف درجوں کی کراہت ہے۔ جن چیزوں کی کراہت صحیح روایات کے مطابق نبی ﷺ سے ثابت ہے وہ حرمت کے درجہ کے قریب تر ہیں۔ ویسے بھی یہ بحث ہمارے مضمون سے خارج ہے۔

حیوانی غذاؤں کی حرمت کے بارے میں آخری آیت سورہ النحل کی آیت نمبر 115 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ (النحل:115)

"اس نے تم پر صرف حرام کیا ہے مردار، خون، سور کا گوشت اور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام بلند کیا گیا ہو"۔

حیوانی غذاؤں کی حرمت کے بارے میں سورہ النحل کی یہ آیت آخری آیت ہے۔ تفصیلات کے لئے تفاسیر اور کتب احادیث سے رجوع کیا جائے۔ ہمارے موضوع کا تعلق محض مانعات ومنکرات میں پائے جانے والی حکمت اور فلسفہ پر غور وفکر اور اس کا ادراک

Marfat.com

کرنا ہے۔ شریعت اسلامی میں جن اقوال، افعال اور اشیاء کی ممانعت کی گئی ہے ان میں یقیناً کوئی نہ کوئی ایسی حکمت اور فلسفہ پایا جاتا ہے جو انسان کے لئے نقصان دہ اور مہلک ہے۔ مانعات کے فلسفہ کی حقیقت تو اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے تاہم ایمان کی پختگی کے لئے ممنوعہ احکامات کے کم از کم طبی نقصانات اور مضرات کا سراغ لگانا تو خلافِ دین اور ایمان نہیں۔ ٹھیک ہے ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ جن باتوں کی حرمت کا حکم ان کو بلا چون و چراں تہہ دل سے مان لیا جائے لیکن قرآن کریم میں بار بار تدبیر اور فکر کا حکم آیا ہے آخر ممنوعات پر غور و فکر کرنے میں کیا حرج ہے۔ یہ درست ہے قرآن حکیم نے ممنوعہ اقوال و افعال اور اشیاء کی مضرتوں کو نہیں چھیڑا لیکن متعدد مقامات پر اشارات میں صراحت کر دی گئی ہے کہ فلاں کام فواحش ہیں یا فلاں چیز رجس (گندی اور غلیظ) ہے یا پھر کہا ہے کہ فلاں افعال و اقوال فسق یعنی نافرمانی، کبیرہ گناہ ہیں اور شریعت کی حدود سے نکل جانے والے ہیں۔

قرآن حکیم نے دوٹوک الفاظ میں بتا دیا کہ صرف حلال وہ غذائیں ہیں جو طیبات (پاک) ہیں اور حرام وہ ہیں جو خبائث (ناپاک اور گندی) ہیں۔ صاف ظاہر ہے جو چیزیں بری ہیں ناپاک اور گندی ہیں وہ صریحاً نقصان دہ ہوں گی اور ان میں طرح طرح کی مضرات بھی ہوں گی اور برائی کے جراثیم بھی ان میں ہوں گے اور جن باتوں یا چیزوں کو اسلام نے خبائث کا نام دیا ہے ان میں انسان کے لئے بھلائی یا فائدے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔ ناپاک اور گندی اشیاء کے طبی نقصانات بھی ہوں گے اور ان کے طبائع سلیمہ انسان کی فطرت اور اخلاق پر بُرے اثرات پڑیں گے۔ آیات کریمہ میں مردار اور مسفوح خون کا ذکر ہے۔ قرآن نے ان کو رجس ناپاک اور گندہ کہا ہے۔ مردار انتہائی بدبودار متعفن چیز ہے۔ جانور خواہ کسی طریقے سے ہلاک ہوا ہو ایک تو وہ ذبح نہیں ہو سکا اور اس کا سارا خون اس کے گوشت کے ساتھ چمٹا رہا اور نہ اس پر اللہ تعالیٰ کا پاک نام پڑھا گیا۔ اس وجہ سے وہ گندہ ہے خون کے ساتھ دیگر قسم کی کثافتیں مردہ جانور کے گوشت کے ساتھ چمٹی رہیں۔ اسی طرح بہا ہوا خون بھی ناپاک ہے۔ ذبح شدہ جانور کے گوشت کو صاف کرنے

Marfat.com

کے باوجود اس میں خون کے قطرے باقی رہ جاتے ہیں۔خون بہا ہوا گوشت کے ساتھ چمٹا رہے بہر حال ناپاک ہے۔خون پر فنگس (پھپھوندی) کے وائرس بہت جلد حملہ آور ہوتے ہیں اور خون کو مضر الصحت بنا دیتے ہیں۔ فنگس کے وائرس سے خون زہر آلود ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مردار اور بہا ہوا خون گندے اور ناپاک ہیں۔اسے صرف گندے کیڑے یا وہ جانور کھاتے ہیں جو غلیظ اور گندے ہوتے ہیں۔ مردار اور خون کھانے والے جانور کی عادات اور خصلتیں بھی انتہائی گندی ہوتی ہیں۔

سور کا گوشت بھی حرام ٹھہرا ہے۔سور انتہائی گندہ اور ناپاک جانور ہے۔گندگی اس کی مرغوب غذا ہے اور یہ انتہائی بے حیا اور بد خصلت جانور ہے۔یہ حقیقت ثابت شدہ ہے کہ جو لوگ سور یا کتے کا گوشت کھاتے ہیں۔وہ سور کی طرح بد خصلت اور انتہائی بے حیا ثابت ہوئے ہیں۔چوتھے نمبر پر قرآن نے ایسے جانور کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔یہ مشرکانہ طریقہ ہے۔شرک ناپاک چیز ہے۔سورہ الانعام کی آیت نمبر 151 میں حکم ربانی اس طرح ہوا ہے قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا آپ فرما دیجئے آؤ میں پڑھ کر سناؤں جو کچھ تم پر حرام کیا ہے تمہارے رب نے (وہ یہ) کہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ"۔

جب ایسا جانور جو کسی دیوی دیوتا کے لئے مخصوص ہوگا یا اس کو ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کی بجائے کسی دیوی یا دیوتا کا نام لیا جائے گا یعنی غیر اللہ کا نام لیا جائے گا تو وہ بھی شرک کی طرح ناپاک ہوگا۔اور اللہ تعالیٰ نے ہر حرام چیز کو رجس اور خبائث کا نام دیا ہے اور گندی چیز نہ صرف بے شمار مضرات کی حامل ہوگی بلکہ ذہنی فتور کا باعث بھی ہوگی اور اخلاق و عادات پر بُرے اثرات مرتب کرے گی۔حیوانی غذاؤں کو اللہ تعالیٰ نے رجس یعنی گندی اور فسق کا نام دیا ہے جس کا مطلب شریعت کی حدود سے نکل جانا، نافرمانی اور گناہ کبیرہ ہے۔

انسانی جسم اور اس کے قوائے بدن پر غذاؤں اور خوراک کا گہرا اثر ہوتا ہے۔غذاؤں

Marfat.com

اور خوراک کے انسانی طبائع اور اخلاق پر بھی بڑے نمایاں اثرات ہوتے ہیں اور ان اثرات کے ظہور میں آنے کا وہ خوراک یا غذا ایک زبردست ذریعہ ہوتی ہے لہٰذا حلت و حرمت کے اپنے اپنے الگ الگ اثرات ہوتے ہیں حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت شاہ ولی اللہ نے خوراک اور غذا کی حرمت کے فلسفہ پر خوبصورت مدلل اور دلچسپ بحث کی ہے جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل سطور میں پیش کیا جا رہا ہے۔

جملہ محرمات میں سے اس جانور کا گوشت کھانا ہے جس کی شکل وصورت پر کوئی مغضوب اور مسخوط قوم مسخ کی گئی ہو اس کا بہت قوی اثر ہوتا ہے۔ شاہ صاحب نے اس کا فلسفہ یہ بیان فرمایا ہے کہ جس شخص پر اللہ کی لعنت یا غضب نازل ہوتا ہے اس کی اصلی فطرت میں غیر معمولی تغیر آجاتا ہے۔ اس کی قلبی ماہیت اس حد تک بدل جاتی ہے کہ اس کے اور قلب سلیم کے درمیان بُعد المشرقین کا فاصلہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قیامت کے دن مال و دولت اور بیٹے کام نہیں آئیں گے بلکہ نجات اس کی ہوگی جو دربار الٰہی میں قلب سلیم کے ساتھ حاضر ہوگا۔ انسان کو جن مختلف عذابوں میں مبتلا کیا جاتا ہے اس کی ایک صورت یہ مسخ فطرت بھی ہے۔ اس حالت میں وہ کسی ایسے خبیث حیوان کے مشابہ ہوتا ہے جس سے انسان کی طبع سلیم نفرت کرتی ہے۔ اس حالت کو اس قسم کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں قوم کو مسخ کر کے سور اور بندر بنا دیا۔ گویا اس حقیقت کا علم اس صورت پر مشتمل ہوتا ہے کہ ملعون اور مغضوب انسان اور اس خبیث حیوان میں نامعلوم مناسبت ہے۔ اس کے اور طبع سلیم جو اپنی اصل فطرت پر باقی ہے کے درمیان بُعد المشرقین ہے۔ یوں کہنا چاہیے کہ ایسے غلیظ اور گندے جانور کا گوشت کھا کر اسے اپنا جزو بدن بنا لینا گندگی کھانے سے بھی بدتر ہے اور اس کی قباحت یقیناً اس سے بھی بدتر ہے کہ انسان ایسے افعال کا ارتکاب کرے جس سے اس کی قوت غضبیہ برافروختہ ہو اور پھر قوت غضبیہ کے اشتعال پذیر ہونے کے جو نتائج ظہور پذیر ہوتے ہیں اس کی جتنی بھی برائی (بیان) کی جائے کم ہے۔

ترجمۂ غیب اور حقائق عالیہ کے ترجمان انبیاء کرام حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر

Marfat.com

نبی آخرالزماں ﷺ تک سب نے سور کو حرام جانا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ قرین قیاس یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض قوموں میں سور کا گوشت کھانے کا رواج تھا جیسا کہ اب بھی ہے۔اس لئے شرائع انبیاء علیہم السلام میں اس کی حرمت کی تصریح کی گئی اور اس کو سخت قابلِ نفرت بتایا گیا چنانچہ جن جانوروں کا کھانا زمانہ قدیم میں مروج نہ تھا ان کو لوگوں کی طبائع سلیم پر چھوڑ دیا گیا۔گوہ کے بارے میں نبی ﷺ کا قول اسی قبیل سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک قبیلہ پر غضب نازل فرمایا اور ان کو ایسے جانوروں کی صورت میں مسخ کیا جو زمین پر پیٹ کے بل چلتے پھرتے ہیں۔ممکن ہے یہی جانور ہو یا اس کی جنس سے ہو۔قرآن حکیم میں مسخ کے ثبوت میں سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 60 ہے۔

مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ

''اور جن پر اللہ نے لعنت کی، جن پر اس کا غضب ٹوٹا، جن میں بندر اور سور بنائے گئے۔اور جنہوں نے طاغوت (شیطان) کی پیروی کی''۔

یہ لطیف اشارہ قوم یہود کی طرف ہے جن کی تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے سبت کا قانون توڑا۔بارہا اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی اور ان پر خدا کا غضب نازل ہوا۔سبت کا قانون توڑنے پر قوم یہود کے بہت سے لوگوں کی صورتیں مسخ ہوئیں اور وہ تنزلی کی اس انتہا کو پہنچے کہ طاغوت کی بندگی تک انہیں نصیب ہوئی۔(تفہیم القرآن)

شاہ ولی اللہ نے لکھا کہ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِيْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ یعنی (المائدہ:60) انہی بنی اسرائیل (یہودیوں) میں سے اللہ تعالیٰ نے بندر اور سور بنائے اور وہ بھی (انہی میں سے ہیں) جنہوں نے طاغوت کی پوجا کی۔

تعلیمات شرعیہ میں اس کی مثال یہ ہے کہ جس جگہ پر خسف (زمین میں دھنسانا) واقع ہوا یا وہاں پر کسی قوم پر خدا کا غضب نازل ہوا وہاں ٹھہرنے یا قیام کرنے کو نبی ﷺ نے

Marfat.com

مکروہ سمجھا۔ اور منع فرمایا۔ اسی طرح مغضوب علیہم ہیأت اور حرکات وسکنات اختیار کرنے پر بھی کراہت کا اظہار فرمایا ہے۔ ان چیزوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنا۔ نجاسات کے ساتھ اختلاط کرنے سے کم نہیں۔ ان حرکات سے جو اثر انسان کے نفس ناطقہ پر پڑتا ہے وہ اس اثرِ خبیث سے کم نہیں جو ان ہیئات کے اختیار کرنے سے ظہور میں آتا ہے جن کو شیطان کے ساتھ مناسبت اور مشابہت حاصل ہے جن اخلاقِ صالحہ کے ساتھ انسان کا موصوف ہونا مطلوب ہے اگر ان اخلاق کے اضداد کسی حیوان میں پائے جاتے ہوں۔ وہ اخلاق اس کی سرشت میں داخل ہوں۔ اور وہ ان اخلاق کی وجہ سے ضرب المثل ہو اور اس وجہ سے ارباب طبائع سلیمہ اس کو خبیث سمجھ کر اس کا گوشت کھانے پر پرہیز کرتے ہوں ایسے جانور کا گوشت کھانا بھی خنزیر کا گوشت کھانے کے قریب ہے۔ حاصل کلام یہ کہ انسان کو جن اخلاقِ صالحہ سے موصوف ہونا ضروری ہے اگر ان اخلاق کے برعکس اخلاق کسی حیوان میں پائے جائیں اور ایسے اخلاق اس کی عادت کا حصہ بن جائیں اور ارباب طبائع سلیمہ اس جانور کو خبیث سمجھ کر اس سے کراہت محسوس کریں تو ایسے جانور کا گوشت کھانا ایسا ہی ہے جیسا کہ خنزیر کا گوشت کھانا ہے تاہم اگر کوئی قوم ایسے حیوانات کا گوشت کھانے کو بُرا محسوس نہیں کرتی تو اس کا یہ اقتضائے مزاج عام انسانی فطرت یا طبع سلیم کے تقاضوں کے خلاف اور الٹ ہے۔ ایسے حیوانات جن میں یہ اوصاف پائے جاتے ہیں اور جن کا گوشت کھانے سے اقوام عرب وعجم کی طبائع سلیمہ نفرت اور گھن محسوس کرتی ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔ ایسے درندے جو اپنے شکار کو پنجوں سے نوچ کر کھاتے ہیں اور ان کی بے باکی اور سنگ دلی مشہور ہے چونکہ ایسے حیوانات کا گوشت کھانے سے گھن کرنا فطری تقاضا ہے حضور ﷺ سے جب بھیڑیے کا گوشت کھانے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کیا کوئی بھیڑیے کا گوشت بھی کھاتا ہے؟ وہ تمام جانور جن کی فطرت لوگوں کو اذیت پہچانا اور ان سے کھانے پینے کی چیزیں جھپٹا مار کر چھیننا ہے مثلاً کوا اور چیل، گرگٹ، چھپکلی اور چوہا وغیرہ ہیں محرمات اکل کے وہ تمام حیوانات جو ذلیل پیدا کیے گئے ہیں اور بل کے اندر گھس کر رہتے ہیں مثلاً

Marfat.com

سانپ بچھو اور دیگر حشرات الارض اور ایسے حیوانات جو گندگی اور مردار کھاتے ہیں محرمات میں شامل ہیں۔ گدھا جو بے وقوفی اور ذلت کی زندگی گزارنے میں ضرب المثل ہے۔ علاوہ ازیں وہ ایک ایسا حیوان ہے جو بعض اوصاف میں شیاطین کی مانند ہے عرب کے اصحاب کی طبائع سلیمہ عموماً اس کا گوشت کھانے سے نفرت کرتے تھے اور اس کا کھانا ان کے نزدیک ناجائز تھا چنانچہ نبی مکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جب تم گدھے کی ہینگ سنو تو اللہ سے التجا کرو کہ ہمیں شیطان کی شرارتوں سے محفوظ رکھے کیوں کہ گدھا شیطان کو دیکھ کر ہینکتا ہے۔ نیز اطباء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حیوانات مذکورہ بالا کا گوشت انسانی مزاج کے خلاف ہے لہٰذا طبی نکتہ نظر سے بھی ان کا گوشت کھانا ناجائز ہے"۔

الغرض زمین پر پیٹ کے بل رینگنے والے جانور اور حشرات الارض، پرندوں میں پنجوں سے نوچ کر کھانے والے پرندے، سنگدلی اور بے رحمی کے مظہر جانور، انسانوں کو اذیت دینے والے درندے جو کچلیوں (داڑھ) سے شکار کھاتے ہیں، چھپٹا مار کر حملہ آور ہونے والے اور گندگی کھانے والے جانور اور حیوان محرمات میں شامل ہیں ان کے گوشت میں طبی نکتہ نظر سے مضرات ہیں اور شرعی نکتہ نگاہ سے انسان کے طبائع اور اخلاق پر برے اثرات پڑتے ہیں۔ اگر انسان کی طبائع سلیمہ اور اخلاق تغیر پذیر ہو جائے اور اس میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو پھر انسان تباہی اور ہلاکت کو دعوت دے رہا ہوتا ہے۔ ایسی حالت ساری انسانیت کے لئے خطرناک اور تباہ کن حالات سے دوچار ہونے والی ہوتی ہے۔

غذاؤں اور خوراک کا مسئلہ انسان کے لئے انتہائی اہم ہے۔ غذا اور خوراک کا مسئلہ انسان کھاتا ہے اس کا جزو بدن بنتی ہے اور طبیعت اثر انداز ہوتی ہے اطباء کی رائے کے مطابق انسان جانور اور اس کے جسم کے جس حصے کا گوشت کھاتا ہے اس کے جسم کے اسی حصے پر زیادہ تر اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مثلاً اوجھری کا گوشت معدے کے لئے مفید ثابت ہوا ہے اور مغز کھانے سے مغز کو تقویت ملتی ہے۔ اکل حلال یعنی طیبات سے انسان کے طہارت نفس میں بہتری آتی ہے۔ طبع سلیم اور اخلاق پر اچھے اثرات رونما ہوتے

Marfat.com

ہیں جبکہ اکل حرام جسے قرآن نے خبائث کا نام دیا ہے، کھانے سے طبائع اور اخلاق میں تغیر اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور بہت برے اثرات نمودار ہوتے ہیں۔ ان حقائق کو قطعاً جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ ضرورت محض غور و فکر اور حقیقت پسندی کی ہے۔

ذرا غور کیجئے برائلر مرغ کا گوشت ساری دنیا میں بہت استعمال ہونے لگا ہے۔ اس جانور کے حسب و نسب کا تو کچھ پتہ نہیں چل سکا البتہ پولٹری فارم اور پولٹری شاپ پر ان پرندوں کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ برائلر مرغ ہمہ وقت فیڈ کھاتا اور پانی پیتا نظر آتا ہے۔ یہ پرندہ پیٹو ہونے اور بسیار خوری میں شہرت رکھتا ہے۔ یہ جانور اتنا کھاتا پیتا ہے کہ حرکت بھی نہیں کرسکتا۔ اس میں نہ پھرتی ہے اور نہ چستی جو اصلی اور نسلی مرغ میں پائی جاتی ہے۔ اس جانور کی ایک خاص خصلت یہ ہے کہ جب فیڈ (خوراک) نہ ملے تو یہ جانور درندوں کی طرح ایک دوسرے کو کاٹ کھاتے ہیں۔ شاید یہ بسیار خوری کا کمال ہے یا فیڈ کا کہ یہ جانور دو ماہ میں تیار ہو جاتا ہے اور مارکیٹ میں پہنچ کر لوگوں کا سامان زیست بنتا ہے۔ اس جانور کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ آرام سے پنجرے میں ہاتھ ڈالو اور پکڑ لو ذبح کر ڈالو۔ پکڑتے وقت نہ مزاحمت اور نہ احتجاج کرتا ہے یہ نہ تو اذان دیتا ہے اور نہ اس میں کڑکڑاہٹ کی عادت پائی جاتی ہے۔ بڑی آسانی سے اور بخوشی ذبح ہو جاتا ہے۔ اس کی فیڈ کن اجزاء اور عناصر کی مرکب ہے کچھ معلوم نہیں البتہ اتنا ضرور معلوم ہے کہ ضائع شدہ مچھلی خانوں میں ذبح کئے جانے والے جانوروں کا خون اور آنتیں بھی برائلر مرغ کی فیڈ میں شامل ہوتی ہیں۔ اسے فیڈ کہہ لیجئے یا مصنوعی کھاد کا نام دے لیجئے۔ جس طرح مصنوعی کھاد اور پانی فصلوں کو تیزی سے پروان چڑھاتے ہیں اسی طرح فیڈ بھی برائلر مرغ کی دنوں میں پرورش کرتی ہے لیکن جو لوگ برائلر مرغ کا گوشت کھاتے ہیں ان میں بھی برائلر مرغ کی خصوصیات نمایاں ہونے لگتی ہیں۔

ہمارے ہاں بیاہ شادی اور مرگ کے مواقع کے علاوہ عام تقریبات اور فنکشنز میں اور گھروں میں مہمانوں کی ضیافت برائلر مرغ سے کی جاتی ہے۔ ہوٹلوں میں مرغ کا گوشت

Marfat.com

عام ملتا ہے ان دعوتوں میں لوگ برائلر مرغ کا گوشت خوب کھاتے ہیں اور بالکل برائلر مرغ کی طرح پیٹ بھر کر کھاتے ہیں۔ برائلر مرغ کا گوشت کھانے والوں کا وہی لائف سٹائل، وہی سستی و کاہلی اور آرام پسندی کا انداز جو برائلر مرغ کا ہوتا ہے۔ جب لوگوں کو کھانے کو کچھ نہ ملے تو برائلر مرغ کی طرح ایک دوسرے کو کاٹ کھاتے ہیں۔ برائلر مرغ کی خوبیاں ہر طرف عیاں اور نمایاں ہونے لگی ہیں۔ پہلے زمانے میں اساتذہ تعلیمی اداروں میں طلباء کو مرغا بناتے تھے۔ پھر یہ رواج تھانوں میں بھی چل نکلا۔ ایک دفعہ لاہور کے ایک تھانے میں امتحانی عملہ کو امتحان میں بدعنوانی کے الزام میں گرفتار کر کے لایا گیا تو اساتذہ کو بھی پولیس نے مرغا بنا ڈالا پھر خبر اخبارات میں بھی چھپ گئی۔ اس صحافی کو داد دینے کو جی چاہتا ہے جس نے کمال پھرتی اور چستی کا مظاہرہ کر کے تھانے میں مرغا بننے والے اساتذہ کا سراغ لگا لیا۔ یقیناً وہ صحافی دیسی مرغ کھاتا ہوگا۔ افسوس کی بات ہے طلباء اور اساتذہ کو مرغ بنانے والی قوم خود مرغا بن چکی ہے۔ یہ برائلر مرغ کے گوشت کا کمال ہے کہ آج جس کا جی چاہتا ہے اس قوم کو آسان شکار سمجھ کر پکڑ لیا جاتا ہے اور پنجروں میں بند کر دیا جاتا ہے اور جب چاہے پکڑ کر ذبح کر دیا جاتا ہے۔ برائلر کا گوشت کھانے والی قوم کا خون کتنا ارزاں ہو گیا ہے۔ غور طلب بات ہے کہ آخر یہ برائلر مرغ کی فیڈ کن اجزاء کا مرکب ہے اور پھر برائلر مرغ کا گوشت کھانے والے ورزش کیوں نہیں کرتے۔

برائلر مرغ اور آسٹریلوی نسل کی گائے جو نسل کشی کا نتیجہ ہے اہل مغرب کی ایجادات ہیں۔ برائلر مرغ گوشت کی کمی کو پورا کرنے کے لئے اور آسٹریلوی گائے دودھ کی کمی کو پورا کرنے کے لیے دریافت کی گئی ہے۔ سنا ہے آسٹریلوی نسل کی عمدہ گائے روزانہ بیس کلو تک دودھ دیتی ہے۔ دودھ دینے کے اعتبار سے کبھی نیلی بار کی بھینس کا بڑا شہرہ تھا لیکن آسٹریلوی گائے کی دریافت نے نیلی بار کی بھینس کا نام گم کر کے رکھ دیا ہے اور برائلر مرغ کی آمد نے دیسی مرغ کی مارکیٹ ویلیو ختم کر دی ہے لیکن آسٹریلوی گائے اور برائلر مرغ نہ ہوتا تو دودھ اور گوشت کا مسئلہ پیدا ہو جاتا۔

Marfat.com

حرمتِ اکل وشراب کا معاملہ بھی اہل ایمان کے لئے فکر انگیز اور غور طلب ہے۔ حکیم و علیم خدا نے جن چیزوں کے کھانے کی ممانعت کا حکم دیا ہے اس کی بلا چون و چرا تعمیل لازمی ہے ایمان کا یہی تقاضا ہے کہ احکاماتِ خداوند قدوس کو بہر صورت بجالایا جائے اور اسی میں اہل ایمان کی بہتری اور فلاح ہے کہ حلت کی حکمت کو پیش نظر رکھا جائے اور جن چیزوں کی حرمت کا حکم ہے ان سے باز رہا جائے کیونکہ وہ ناپاک ہیں اور نافرمانی کے زمرہ میں آتی ہیں۔ ان کے نتائج واثرات مہلک اور بھیانک ہیں۔ محرمات کی مضرات اور بُرے اثرات پر غور اور تحقیق از حد ضروری ہے اور اغیار کی کورانہ تقلید ہرگز نہ کی جائے ورنہ خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اکل وشرب میں حلال وطیب اور حرام وخبائث کی تمیز کے بغیر آگے بڑھنا انتہائی خطر ناک ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور مطہر ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک طیب بندوں یعنی اہل ایمان کے لئے رزق حلال جو پاک اور طیب چیزیں ہیں پسند فرمائی ہیں اور حرام چیزیں جو ناپاک ہیں کی ممانعت فرمائی ہے جس طرح عباد الرحمٰن اور عباد الشیطان دو الگ الگ گروہ ہیں اسی طرح ان کی غذائیں اور خوراک بھی الگ تھلگ ہیں۔ یعنی حلال جن کو طیبات کہا گیا ہے اور حرام وہ ہیں جن کو خبائث کا نام دیا گیا ہے۔ حلال اور حرام کا فلسفہ معنی خیز ہے۔ حلال اور حرام کے الگ الگ اثرات وعواقب ہیں۔ حلال کے اثرات مفید اور حرام کے نتائج انتہائی مہلک اور تباہ کن ہیں۔ اہل ایمان کے لئے طیبات کھانا اور خبائث سے باز رہنا ضروری ہے۔

عباد الرحمان اور عباد الشیطان کے راستے، منشور حیات، تہذیب وتمدن، کلچر، نظریات اور افکار طرز بود و باش، خورد و طعام اور شناخت، تشخص غرض ہر چیز الگ الگ ہے۔ عباد الرحمٰن حق کے علمبردار اور عباد الشیطان باطل اور شیطنیت کے پیروکار ہیں دونوں گروہوں کا ملاپ اور اختلاف ناممکن اور تباہ کن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (بقرہ:42) حق اور باطل کو گڈمڈ اور خلط ملط نہ کرو کیونکہ حق و باطل، حلال وحرام طیبات اور

Marfat.com

خبائث ایک دوسرے کی اضداد ہیں۔ ہر ایک کی الگ الگ خصوصیات اور اثرات ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو پاک ہے وہ اپنے پاک باز بندوں کے لئے حلال وطیبات اشیاء کو پسند کرتا ہے اور حرام اور ناپاک چیزوں کی ممانعت کرتا ہے۔ اسی میں اہل ایمان یعنی عباد الرحمٰن کی فلاح دارین ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حرام اور خبائث سے بچائے اور ان کے عواقب اور مہلک اثرات سے محفوظ رکھے۔ منکرات کے مرتکب کتے اور سور کھانے والوں کے حیاء سوز مناظر یعنی پگ شو اور ڈاگ شو سے دور رکھے۔

Marfat.com

باب4

زبان کی کھیتیاں

زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ اور بول، زبان کی کھیتیاں کہلاتا ہے لیکن یہاں کھیتیوں سے مراد زبان سے نکلنے والے وہ الفاظ جن کا استعمال شریعت میں ممنوع قرار پایا ہے مثلاً جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ وغیرہ۔

کذب وافتراء

جھوٹ بُری عادت، سماجی برائی اور گناہ ہے جو انسان کی شخصیت کو مسخ کر دیتا ہے اور کردار کو داغدار کر ڈالتا ہے۔ جھوٹا انسان بد باطن پست ہمت، بزدل، شر پسند، انسان دشمن اور شیطان دوست ہوتا ہے۔ اس کے شر سے کوئی محفوظ نہیں ہوتا۔ ایسا انسان معاشرے میں فتنہ وفساد کا موجب ہوتا ہے۔ کوئی اس پر اعتماد اور بھروسہ نہیں کرتا جھوٹا شخص عزت وتوقیر سے محروم ہوتا ہے۔ جھوٹا انسان چونکہ فاسق اور فاجر ہوتا ہے اس لئے اسے کوئی منہ نہیں لگاتا۔

جب حکام اور بڑے لوگ جھوٹ بولنے لگیں تو اضطراب بے چینی فتنہ وفساد اور جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں۔ فسق و فجور میں اضافہ ہوتا ہے۔ لوگ جھوٹ کی بدولت حرام ذرائع سے دوسروں کا مال ہڑپ کرتے ہیں۔ فسق وفریب اور ناحق جھوٹ کی وجہ سے قومیں ابتلاؤں اور آزمائشوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔ شر اور فساد کے طوفان برپا ہوتے ہیں۔ خون ریزی کے بازار گرم ہوتے ہیں۔ جھوٹ انسانیت کی ہلاکت کا پیغام ہے۔ کذاب، قہر الٰہی کا مستحق ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ
اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٦٠﴾ (الزمر)

''قیامت کے دن تم دیکھو گے جن لوگوں نے خدا کی نسبت جھوٹ باندھا ہوگا ان

Marfat.com

کے منہ کالے ہوں گے (کیا انہوں نے سمجھ رکھا تھا کہ) متکبروں کا ٹھکانہ جہنم میں نہ ہوگا"۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٥﴾ (النحل)

"بے شک وہی لوگ جھوٹ تراشا کرتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے۔اور یہی لوگ جھوٹے ہیں"۔

سورہ مومن کی آیت نمبر 28 میں مسرف اور کاذب کے بارے میں ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿٢٨﴾

"بے شک اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو فضول خرچی کرنے والا اور جھوٹا ہو"۔

اس مضمون پر چند احادیث بیان کی جاتی ہیں۔

(1) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"سچائی کو لازم پکڑو کیونکہ سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی یکساں طور پر سچ کہتا اور سچائی کی تلاش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس کا نام سچوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔اور جھوٹ سے بچتے رہو اس لئے کہ جھوٹ گناہ اور فجور ہے اور فجور، دوزخ کی راہ بتاتا ہے اور آدمی مسلسل جھوٹ کہتا اور اس کی جستجو میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا شمار جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔(مسلم بخاری، ترمذی)

(2) سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"سچائی کو تھامے رکھو کیونکہ سچ نیکی کا ساتھی ہوتا ہے اور یہ دونوں جنت میں ہوں

Marfat.com

گے۔ جھوٹ سے بچو کیونکہ یہ جھوٹ اور گناہ کا باہم ساتھ ہے اور یہ دونوں چیزیں دوزخ میں ہوں گی"۔

(3) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مومن ہر بات پر خود کو ڈھال سکتا ہے لیکن خبائث اور جھوٹ کی عادت پر خود کو نہیں ڈھال سکتا"۔

(4) حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا۔

"اے اللہ کے رسول ﷺ کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ عرض کیا گیا کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ عرض کیا گیا۔ کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے۔ فرمایا: نہیں"۔

(5) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بندہ جب جھوٹ بولتا ہے تو اس کے کہے ہوئے جھوٹ کی بدبو سے فرشتے میلوں دور چلے جاتے ہیں۔ (ترمذی)

مندرجہ بالا آیات قرآن اور احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ جھوٹ کس قدر بڑی چیز ہے اور سماجی اور روحانی بیماری ہے۔ جھوٹ سے افراد اور اقوام بے توقیر ہو جاتی ہیں۔ جھوٹ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ذلت و رسوائی اور عذاب کا باعث ہے جھوٹ سے سماج میں کرپشن پھیلتی ہے جو بذات خود کو ہلاک کر دیتی ہے۔ جھوٹ خدا اور رسول ﷺ کے نزدیک کبیرہ گناہ اور انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے۔ یہ صدق کی ضد ہے۔ جھوٹ مکر و فریب کا شیطانی جال ہے اور یہ اتنا دلکش و دلفریب ہے کہ انسان آسانی سے شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔ جھوٹ جس کی بدبو سے ملائکہ دور بھاگ جاتے ہیں انتہائی گندہ فعل ہے۔ جھوٹ سے انسانی اخلاق پر نہایت برے اثرات پڑتے ہیں۔

Marfat.com

گالی گلوچ

حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے روز بہت سے لوگوں کو دوزخ میں ان کی زبان کی کھیتیوں کی وجہ سے منہ کے بل گرایا جائے گا"۔

اور قرآن حکیم میں سورۃ النحل (آیت نمبر 90) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۹۰

"بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں ہر معاملے میں عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور (اللہ تعالیٰ) منع فرماتا ہے بے حیائی، برے کاموں اور سرکشی سے اور تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو"۔

سورۃ النور کی آیت نمبر 21 میں فرمان الٰہی اس طرح ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَ مَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۱

"اے ایمان والو! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو اور جو شیطان کے نقش قدم پر چلتا ہے تو وہ (شیطان) اپنے پیروکاروں کو بے حیائی اور ہر بُرے کام کا حکم دیتا ہے اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے ہرگز کوئی بھی بچ نہ سکتا"۔

برائیوں، برے کاموں اور فحشات میں سے بہت بڑی برائی اور بے حیائی، گالی گلوچ ہے۔ اس فعل کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی برائی اور بے حیائی

Marfat.com

سے منع فرمایا ہے جیسا کہ مذکورہ آیات سے ظاہر ہے۔ برائی، بے حیائی اور بدکاری، شیطانی اعمال ہیں اور ایسا انسان جو بے حیائی اور فحش کلامی کا عادی ہے وہ شاہراہِ شیطان کا راہرو ہے اور شیطان اللہ تعالیٰ کا باغی اور انسان کا صریح دشمن ہے۔ اس لئے بے حیائی اور فحش کلامی شیطانی عمل ہیں جو اللہ تعالیٰ کو نہایت ناپسند اور ناگوار ہیں یوں کہنا چاہیے کہ گالی دینا اور گولی مارنا دونوں برابر ہیں۔

گالی کے الفاظ نہایت زود اثر ہوتے ہیں جو مدمقابل کو فوراً مشتعل کر دیتے ہیں۔ جس انسان کو گالی دی جاتی ہے اس کی تذلیل تحقیر اور توہین ہوتی ہے۔ ردِ عمل کے طور پر فتنہ وفساد کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور نوبت قتل وخون ریزی تک پہنچ جاتی ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم میں فتنہ کو قتل سے بھی زیادہ بُرا کہا گیا ہے۔ چونکہ گالی اور فحش کلامی نہایت ہی ناپسندیدہ فعل ہیں اور فتنہ وفساد کا موجب اور انسان کی تضحیک وتذلیل کا مظہر ہیں ان لئے اس کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے قیامت کے دن بہت سے لوگوں کو محض زبان کی کھیتیوں کی وجہ سے دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم دیا جائے گا۔ اسلام نے جس پاکیزہ معاشرہ کے قیام کا تصور پیش کیا ہے اس معاشرہ کے افراد کے لئے ضروری ہے کہ بدکلام نہ ہوں بلکہ شستہ کلامی اور اخلاقِ حسنہ کے مظہر ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ کسی قوم کے اخلاقی میلانات اطوار وعادات اور تہذیب وشائستگی کا اندازہ کرنا ہو تو اس کی قوم کی کسی ایک یا زیادہ، تعلیمی درس گاہوں کا جائزہ لینا چاہیے کیونکہ تعلیمی اداروں میں تعینات اساتذہ و معلمین اور طلباء اس قوم کے اخلاق واطوار کا عکس اور آئینہ ہوتے ہیں۔ اس موضوع پر آخر میں روشنی ڈالی جائے گی۔ پہلے فحش کلامی سے متعلق چند احادیث پیش کرنا ضروری ہیں۔

(1) سلطان الاحادیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"صدیق کو لعنت ملامت کرنے والا تو نہیں ہونا چاہیے"۔ (مسلم)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

"لعنت کرنے والے قیامت کے دن سفارشی اور گواہ نہ ہوں گے۔(مسلم)

(3) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مومن نہ تو طعنہ دینے والا ہے اور نہ بہت لعنت بھیجنے والا اور نہ فحش کرنے والا ہوتا ہے اور نہ فحش بکنے والا ہوتا ہے۔(ترمذی)

(4) حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ایک دوسرے پر اللہ کی پھٹکار کی لعنت مت بھیجو اور نہ اس کے غضب کی اور نہ دوزخ کی لعنت بھیجو"۔(ابوداؤد۔ترمذی)

(5) حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بندہ جب کسی پر لعنت بھیجتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے۔آسمان کے دروازے اس کے لئے بند کر دیئے جاتے ہیں پھر وہ دائیں بائیں جاتی ہے۔جب وہ کوئی راہ نہیں پاتی تو لوٹ کر اس کی طرف چلی جاتی ہے جس پر لعنت بھیجی تھی اگر وہ اس کے لائق ہوتا ہے تو اس پر پڑ جاتی ہے ورنہ لعنت بھیجنے والے پر پڑتی ہے۔(ابوداؤد)

یہ احادیث لعنت وملامت کے متعلق تھیں اب مزید احادیثِ گالی گلوچ سے متعلق بیان کی جاتی ہیں۔

(1) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"دو گالی دینے والوں میں قصور ابتدا کرنے والے کا ہے بشرطیکہ مظلوم (حق سے) آگے نہ بڑھ گیا ہو۔(مسلم۔ترمذی)

(2) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور قتل کرنا کفر ہے۔(بخاری مسلم۔ترمذی)

(3) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک مرفوع حدیث منقول کی ہے جسے بزاز نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے:

Marfat.com

''مسلمان کوگالی دینا اس شخص کی طرح ہے جو قریب قریب ہلاک ہورہا ہو''۔

(4) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''جو شخص کسی پر فسق یا کفر کا الزام رکھتا ہے وہ الزام لوٹ کر اسی کے اوپر آتا ہے بشرطیکہ جس پر الزام لگایا وہ ایسا نہ ہو''۔

(5) نبی رحمت عالمیان ﷺ کا ارشاد ہے:

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں''۔

(6) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من جملہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے۔ عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ ﷺ آدمی اپنے والدین کو کیونکر گالی دے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے۔ یہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے یہ تو ایک دوسرے کو یعنی آپس میں گالی دینے کے بارے میں احکامات تھے قرآن میں تو غیر مسلموں کے معبودان باطل کو گالی دینے سے منع فرمایا گیا ہے۔ دیکھئے اور پڑھئے سورہ انعام کی آیت نمبر 108 میں حکم الٰہی ہے کہ دوسروں کے معبودان باطل کو گالیاں نہ دو جواب میں وہ تمہارے معبود حق کو گالیاں دیں گے۔ اگر معبودان باطل کو گالیاں دینا قبیح فعل ہے اور قرآن ان کو گالیاں دینے سے منع کرتا ہے تو پھر کسی مسلمان کو گالیاں دینے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے مسلمانوں کو گالی دینا، بدزبانی کرنا اور لعنت ملامت کرنا بے شک قرآن وحدیث کی رو سے انتہائی ناپسندیدہ ناگوار اور قبیح فعل ہے۔ سب وشتم کے معاشرے پر تباہ کن اثرات ہوتے ہیں۔

ذرا غور اور توجہ کیجئے اسلام نے جس پاکیزہ معاشرے کی بنیاد عقیدہ توحید پر رکھی۔ اہل ایمان کو ایک خدا، ایک نبی ایک کتاب اور ایک قبلہ پر متحد کیا۔ وحدت واتفاق کی دعوت

Marfat.com

دی۔ اتفاق افتراق سے منع کیا اور اخوت و مروت پر زور دیا، اس پاکیزہ معاشرے کے لئے فحش کلامی، بدزبانی لعنت و ملامت کس قدر تباہ کن ہوگی یا ہو رہی ہے کیا سب و شتم اور گالی گلوچ سے اسلامی معاشرے کی پاکیزگی آلودہ نہیں ہو جاتی اور اخوتِ اسلامی کی فصیل میں دراڑیں نہیں پڑ جاتیں مسلم امہ کا اتحاد و اتفاق پارہ پارہ نہیں ہو جاتا اور وحدتِ ملی انتشار کا شکار نہیں ہو جاتی؟

کیا فحش کلامی جسے نئی اور پرانی نسل نے تکیہ کلام بنالیا ہے۔۔سے قومی غیرت اور حمیت ملی کا جنازہ نہیں نکل گیا۔ ہماری بزرگ اور جواں نسل آنے والی نسل کے لئے گالی کو تکیہ کلام بنا کر کونسا حسین تحفہ پیش کرنے کا عزم رکھتی ہے۔ حیرت و تعجب کی بات ہے نہ گالی دینے والے کو شرم اور نہ گالی سہنے والے کو حیاء اور غیرت کا ذرا سا بھی احساس نہیں ہے۔ فحش کلامی اور سب و شتم جس سے ناراضگی ہوتی ہے۔ اس سے رسول اللہ ﷺ نے انتہائی ناگواری اور بے زاری کا اظہار فرمایا ہے اور جس سے امتِ مسلمہ کی وحدت کی دیواروں میں شگاف پڑتے ہوں، آخر کونسا قابلِ تحسین عمل ہے یہ تو سراسر تباہی کا پیغام ہے۔ خدا کے قہر و غضب کو دعوت دینے والی بات ہے۔ گالی گلوچ اور گندی زبان سے معاشرے میں گندگی، بے حیائی عام ہوتی ہے۔ اخلاق پامال ہوتے ہیں۔ بدزبانی کے گند میں ایسے جراثیم اور کیڑے پرورش پاتے ہیں جو انسان کو ذہنی امراض میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ قوم کے اخلاق کو دیمک کی طرح چاٹ جاتے ہیں ذہن بیمار پڑ جائے تو قومیں ہلاک ہو جاتی ہیں جن کا جنازہ پڑھنے والا بھی کوئی نہیں ملتا۔ یہ زبان فحش کلامی کے لئے نہیں بلکہ یادِ الٰہی اور اللہ تعالیٰ کے احسانات و انعامات کا شکر بجالانے کے لئے ہے۔ حسین کلمات سے لوگوں کے قلوب کو مسخر کرنے کے لئے ہے۔ پیار اور محبت کا جوش جگانے کے لئے ہے۔ آپ اہل ایمان ہیں: ذرا احساس کیجئے کہ واقعی آپ دولت ایمان سے مالا مال ہیں۔ کیا بندہ مومن اپنی مرضی و منشا اور خواہشات کو خدا کے سپرد کر کے صرف اسی خدا کی مرضی و منشا کے مطابق زندگی نہیں گزارتا۔ اور جب کوئی مسلمان خدا کی مرضی کو نظر انداز کر کے اپنی مرضی کرتا پھرتا ہے تو کیا ایمان میں

خلل نہیں پڑتا؟ جب مسلمان اپنی مرضی کرے گا اسے خدا کی مرضی کی پروانہ ہوگی تو خدا ناراض ہوگا تو پھر اس کا کیا نتیجہ برآمد ہوگا یہی بات ہے سوچنے کی۔ فحش کلامی سے خدا بھی ناراض ہوتا ہے اور اس کے بندے بھی ناراض ہوتے ہیں۔ معاشرے میں زبردست اخلاقی بحران پیدا ہوتا ہے اور اتنا بگاڑ پیدا ہوتا ہے کہ انسانیت ہلاک ہو جاتی ہے اور سب کچھ تباہ ہو جاتا ہے۔ اس ہلاکت کی راہ سے اجتناب کیجئے۔

غیبت اور چغل خوری

سماجی برائیوں میں سے ایک بہت بڑی برائی غیبت ہے جو لوگوں کے مابین فتنہ وفساد کا موجب بنتی ہے اور انسان کے اخلاق کو بری طرح تباہ کرتی ہے۔ خصوصاً مسلم معاشرے میں اس کی سخت ممانعت ہے تاکہ معاشرہ برائیوں سے پاک اور شائستگی کا مظہر ہو۔ چنانچہ قرآن حکیم ہے وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا "تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے"۔ (الحجرات:12)

غیبت کی تعریف یہ ہے کہ کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس کے متعلق ایسی بات کہنا کہ اگر اسے معلوم ہو تو اسے ناگوار گزرے یعنی کسی کی پیٹھ پیچھے کسی کی برائیاں بیان کرنا اور اس کی تنقیص کرنے کو غیبت کہا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی مہربان ﷺ کی حدیث مروی ہے۔ فرمایا:

"غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرے جو اسے ناگوار گزرے عرض کیا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ بات پائی جاتی ہو جو میں کہہ رہا ہوں تو اس صورت میں آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا اگر اس میں وہ بات پائی جاتی ہو تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر اس میں موجود نہ ہو تو تو نے اس پر بہتان لگایا۔ (مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد)

ایک اور روایت جو امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے موطاء میں مطلب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول کی ہے، کے الفاظ یہ ہیں:

Marfat.com

''ایک شخص نے نبی مکرم ﷺ سے پوچھا غیبت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو کسی شخص کا ذکر اس طرح کرے کہ اگر وہ سنے تو اسے ناگوار گزرے اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر چہ میری بات حق ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر تیری بات باطل ہو تو یہی چیز پھر بہتان ہے''۔

ان ارشادات کی روشنی میں واضح ہوا کہ کسی شخص کے خلاف اس کی عدم موجودگی میں جھوٹا الزام لگانا بہتان ہے اور اس کے واقعی عیوب بیان کرنا غیبت ہے۔ یہ فعل خواہ صریح اور واضح الفاظ میں کیا جائے یا اشارۃ کنایہ سے، ہر دو صورت میں اس کی حرمت یکساں ہے۔ (تفہیم القرآن حاشیہ نمبر 26 اور ضیاء القرآن حاشیہ نمبر 24 الحجرات 12)

ابوداؤد کی روایت ہے جب ماعمر بن مالک اسلمی کو زنا کے جرم میں رجم و سنگساری کی سزا دی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے راہ چلتے ایک صاحب کو دوسرے ساتھی سے یہ کہتے سن لیا کہ اس شخص کو دیکھو اللہ نے اس کا پردہ ڈھانپ لیا تھا (ڈھانک دیا تھا) مگر اس کے نفس نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا جب تک یہ کتے کی موت نہ مار دیا گیا۔ کچھ دور آگے جا کر گدھے کی سڑی ہوئی لاش نظر آئی۔ آپ ﷺ رک گئے اور ان دونوں اصحاب کو بلا کر فرمایا۔ اتریئے اور اس گدھے کی لاش تناول فرمایئے۔ ان دونوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ اسے کون کھائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ابھی ابھی آپ لوگ اپنے بھائی کی عزت پر حرف زنی کر رہے تھے وہ اس گدھے کی لاش کھانے سے بہت زیادہ بری تھی''۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمتہ اللہ علیہ نے اس موضوع پر لکھا ہے کہ اس حرمت سے مستثنیٰ صرف دو صورتیں ہیں جن میں سے کسی شخص کی پیٹھ پیچھے یا اس کے مرنے کے بعد اس کی برائی بیان کرنے کی کوئی ایسی صورت لاحق ہو جو شریعت کی نگاہ میں صحیح ضرورت ہو اور وہ ضرورت غیبت کے بغیر پوری نہ ہو سکتی ہو اور اس کے لئے اگر غیبت نہ کی جائے تو غیبت سے بڑی برائی لازم آتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس استثناء کو اصولاً یوں بیان فرمایا ہے۔

''بدترین زیادتی کسی مسلمان کی عزت ناحق پر حملہ کرنا ہے''۔ (ابوداؤد)

Marfat.com

اس فرمان میں ناحق کی قید بتائی ہے کہ حق کی صورت میں ایسا کرنا جائز ہے۔ پھر نبی ﷺ کے طرز عمل میں کچھ نظیریں ایسی ملتی ہیں جن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ حق کیا ہے یا حق سے کیا مراد ہے اور کس قسم کے حالات میں غیبت بقدر ضرورت جائز ہو سکتی ہے۔

ایک دفعہ ایک بدو حضور اکرم ﷺ کے پیچھے نماز میں شامل ہوا اور نماز ختم ہوئی تو یہ کہہ کر چلا گیا:

"خدایا مجھ پر رحم کر اور محمد ﷺ پر۔ اس کے سوا کسی کو اس رحمت میں شریک نہ کر"۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا تم کیا کہتے ہو۔ یہ شخص زیادہ نادان ہے یا اس کا اونٹ؟ تم نے سنا نہیں کہ یہ کیا کہہ رہا تھا۔ (ابوداؤد)

یہ بات آپ ﷺ کو اس کی پیٹھ پیچھے کہنی پڑی کیونکہ وہ سلام پھیرتے ہی جا چکا تھا۔ اس نے چونکہ حضور ﷺ کی موجودگی میں ایک بہت غلط بات کہہ دی تھی اور آپ ﷺ کا اس بات پر خاموش رہنا کسی کو اس غلط فہمی میں ڈال سکتا تھا کہ ایسی بات کہنا کسی درجہ میں جائز ہو سکتا ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ آپ ﷺ نے اس کی تردید فرمائی۔

ایک خاتون فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو دو آدمیوں نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ ایک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ۔ اس نے آ کر آپ ﷺ سے مشورہ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا معاویہ رضی اللہ عنہ مفلس ہیں اور ابوجہم رضی اللہ عنہ بیویوں کو بہت مارتے پیٹتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

یہاں ایک خاتون کے لئے مستقبل کی زندگی کا مسئلہ درپیش تھا اور آپ ﷺ سے انہوں نے مشورہ طلب کیا تھا۔ آپ ﷺ نے ضروری سمجھا کہ دونوں صاحبوں کی جو کمزوریاں آپ ﷺ کے علم میں ہیں انہیں بتا دیں۔

ایک روز آپ ﷺ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نے آ کر ملاقات کی اجازت طلب کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ شخص اپنے قبیلے کا بہت برا آدمی ہے۔ پھر آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے

Marfat.com

عرض کی کہ آپ ﷺ نے تو اس سے بڑی اچھی گفتگو کی حالانکہ باہر جاتے وقت آپ ﷺ نے اس کے متعلق وہ کچھ فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے جواب دیا: ''خدا کے نزدیک قیامت کے روز بدترین مقام اس شخص کا ہوگا جس کی بدزبانی سے ڈر کر لوگ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیں گے۔ (بخاری و مسلم)

اس واقعہ میں قابل غور بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس شخص کے بارے میں بری رائے رکھنے کے باوجود اس کے ساتھ بڑی اچھی طرح سے بات چیت کی کیونکہ یہ آپ ﷺ کے مکارم اخلاق کا تقاضا تھا لیکن آپ کو اندیشہ ہوا کہ آپ ﷺ کے گھر والے آپ ﷺ کو اس کے ساتھ مہربانی برتتے دیکھ کر کہیں اس کو آپ ﷺ کا دوست نہ سمجھ لیں اور بعد میں وہ کسی وقت اس کا ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اس لئے آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبردار کر دیا کہ وہ اپنے قبیلے کا بہت برا آدمی ہے۔

ایک دفعہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی ہندہ رضی اللہ عنہا نے آ کر حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ بخیل آدمی ہیں۔ مجھے اور میرے بچوں کو اتنا نہیں دیتے جو ضروریات کے لئے کافی ہو۔ (بخاری و مسلم)

بیوی کی طرف سے شوہر کے متعلق اگرچہ یہ غیبت تھی مگر حضور ﷺ نے اسے جائز رکھا کیونکہ مظلوم کو یہ حق حاصل ہے کہ ظلم کی شکایت کسی ایسے شخص کے پاس لے جائے جو اسے رفع کر سکتا ہو۔

حضور اکرم ﷺ کی ان نظیروں کے پیش نظر فقہاء محدثین اور علماء نے غیبت کی ان صورتوں کو جائز رکھا ہے۔

(1) ظالم کے خلاف مظلوم کی شکایت ایسے شخص کے پاس لے جانا جو اسے رفع کر سکتا ہے۔

(2) اصلاح کی نیت سے کسی شخص یا گروہ کی برائیوں کا ذکر ایسے لوگوں سے کرنا جس سے توقع ہو کہ وہ ان برائیوں کو دور کرنے کے لئے کچھ کر سکیں گے۔

Marfat.com

(3) استفتاء کی غرض سے کسی مفتی کے سامنے صورت واقعہ بیان کرنا جس میں کسی شخص کے کسی غلط فعل کا ذکر ہو۔

(4) لوگوں کو کسی شخص یا اشخاص کے شر سے خبردار کرنا تا کہ وہ اس کے نقصان سے بچ سکیں مثلاً راویوں گواہوں اور مصنفین کی غلطیوں اور کمزوریوں کو بیان کرنا جائز ہی نہیں واجب ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر شریعت کو غلط روائتوں کی اشاعت، عدالتوں کو بے انصافی، عوام یا طالبانِ علم کو گمراہیوں سے بچانا ممکن نہیں مثلاً کوئی شخص کسی سے شادی بیاہ کرنا چاہتا ہے یا کسی کے پڑوس میں مکان کرایہ پر لیتا ہے یا کسی سے شراکت کا معاملہ کرنا چاہتا ہے اور آپ سے مشورہ لے تو آپ پر واجب ہے کہ عیب وصواب اسے بتادیں تا کہ دھوکا کا امکان نہ رہے۔

(5) ایسے لوگوں کے خلاف علی الاعلان آواز بلند کرنا اور ان کی برائیوں پر تنقید کرنا جو فسق وفجور پھیلا رہے ہوں یا بدعتوں اور گمراہیوں کی اشاعت کر رہے ہوں یا خلقِ خدا کو بے دینی اور جور وظلم کے فتنوں میں مبتلا کر رہے ہوں۔

(6) جو لوگ برے لقب میں اس قدر مشہور ہو چکے ہوں کہ وہ اس لقب کے سوا کسی اور لقب سے پہچانے نہ جا سکتے ہوں۔ ان کے لئے وہ لقب استعمال کرنا بغرض تعریف نہ کہ بغرض تنقیص۔

تفصیلات کے لئے فتح الباری جلد اول صفحہ 362، شرح مسلم النووی باب تحریم الغیبیہ، ریاض الصالحین، روح المعانی، ضیاء القرآن اور تفہیم القرآن باالترتیب حاشیہ نمبر 24 اور 26 بابت تفسیر وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا (الحجرات:12)

اس استثناء کے علاوہ کسی قسم کی غیبت کرنا قطعاً حرام ہے۔ یہ بدگوئی اگر جھوٹی ہو تو بہتان ہے اور سچی ہو تو غیبت ہے۔ اور دو آدمیوں کو لڑانے کے لئے ہو تو چغلی ہے۔ شریعت ان تینوں چیزوں اور صورتوں کو حرام قرار دیتی ہے۔ اسلامی معاشرے میں ہر شخص پر لازم ہے کہ اس کے سامنے اگر کسی شخص پر جھوٹی تہمت لگائی جا رہی ہو تو وہ اس کو خاموشی سے نہ

Marfat.com

سنے بلکہ اس کی تردید کرے اور اگر کسی جائز شرعی ضرورت کے بغیر کسی کی واقعی برائیوں کو بیان کیا جارہا ہو تو اس فعل کے مرتکبین کو خدا سے ڈرنے اور اس گناہ سے باز رہنے کی تلقین کرے ارشاد نبوی ہے:

"اگر کوئی (مسلمان) شخص کسی مسلمان کی حمایت ایسے موقع پر نہیں کرتا جہاں اس کی تذلیل کی جارہی ہو اور اس کی عزت پر حملہ کیا جارہا ہو تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے مواقع پر اس کی حمایت نہیں کرتا جہاں وہ اللہ کی مدد کا خواہاں ہو اور اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی حمایت ایسے موقع پر کرتا ہے جہاں اس کی عزت پر حملہ کیا جارہا ہو اور اس کی تذلیل وتوہین کی جارہی ہو تو اللہ عزوجل اس کی مدد ایسے موقع پر کرتا ہے جہاں وہ چاہتا ہے کہ اللہ اس کی مدد کرے"۔

آیت کے آخر میں قرآن حکیم نے لوگوں کو غیبت سے متنفر کرنے کے لئے ایک ایسی تشبیہ دی جس کو سن کر کوئی سلیم الفطرت انسان غیبت کی طرف راغب نہیں ہوسکتا۔ فرمایا: "کوئی شخص انسانی گوشت کھانا پسند کرے گا اور انسان بھی وہ جو مردہ ہو اور مردہ بھی وہ جو اس کا بھائی ہو۔ اس چیز کو نبی مکرم ﷺ نے ایک حدیث جس میں مردہ گدھے کے گوشت کا ذکر ہے میں بیان فرمایا ہے:

اس ساری بحث کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہے کہ غیبت اور چغلی بلاشبہ کبیرہ گناہ ہیں اگر کوئی شخص غیبت کر بیٹھے تو وہ توجہ کرے۔ اگر ہو سکے تو جس کی اس نے غیبت کی ہے اس سے بخشوالے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت تم نے کی ہے اس کے لئے بکثرت مغفرت کی دعا مانگو"۔

(بحوالہ ضیاء القرآن سورہ الحجرات آیت نمبر 12 حاشیہ نمبر 24)

Marfat.com

برے القاب

اسلام میں احترام انسانیت کو اہمیت دی گئی ہے اور اسلام میں ہر وہ بات اور فعل قابل مذمت ہے جس سے حرمتِ انسانیت پر زد پڑتی ہو۔ چنانچہ اسلام نے ہر اس بات کی ممانعت کا حکم دیا ہے جس سے انسان کی تضحیک، تحقیر، تذلیل اور دل آزادی ہوتی ہو۔ اور معاشرے میں عداوت، نفرت اور فتنہ وفساد کا باعث ہو۔ سورہ الحجرات کی آیت نمبر 11 بعض سماجی برائیوں کا بیان اور ان کی حرمت کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

"اے ایمان والو! تم میں سے کوئی مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائے شاید وہ ان مذاق اڑانے والوں سے بہتر ہو۔ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑایا کریں شاید وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ ایک دوسرے پر عیب لگاؤ۔ اور کسی کو برے القاب سے نہ پکارو مسلمان ہو کر فاسق کہلانا کتنا برا نام ہے۔ اور جو لوگ (اس روش سے) باز نہیں آئیں گے وہی ظالم ہیں"۔

یہاں اس آیت کریمہ میں تمسخر اور عیب جوئی (جس کا ذکر آگے آنے والا ہے) کے بعد برے القاب سے پکارنے کی ممانعت کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا گیا لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ یعنی کسی کو برے القاب سے نہ پکارو۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے ضیاء القرآن میں علامہ ابن منظور کے حوالہ سے لکھا ہے کہ تَنَابَزُوْا کے لفظ کا لغوی معنی یہ ہے کہ کسی کو کسی لقب سے ملقب کرنا لیکن عموماً اس لفظ کا استعمال ایسے لقب کے لئے ہوتا ہے جس

Marfat.com

میں کسی کی مذمت ہو اور جسے وہ پسند نہ کرے کسی اندھے کو اندھا اور کسی کانے کو کانا کہنا بھی جائز نہیں۔ ہمیشہ ایسے اسماء اور القاب سے دوسروں کو بلاؤ جس سے وہ خوش ہوں۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ کی تشریح ذرا تفصیل سے بیان کی ہے۔ وہ تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں کہ اس حکم کا منشا یہ ہے کہ کسی شخص کو ایسے نام سے پکارا جائے یا ایسا لقب دیا جائے جو اس کو ناگوار ہو اور جس سے اس کی تحقیر اور تنقیص ہوتی ہو۔ مثلاً کسی کو منافق یا فاسق کہنا یا اندھے کو اندھا، لنگڑے کو لنگڑا اور کانے کو کانا کہنا۔ کسی کو اس کی ماں یا باپ یا خاندان کے کسی عیب یا نقص سے ملقب کرنا۔ کسی کے مسلمان ہو جانے کے بعد اس کو سابقہ مذہب کی بناء پر یہودی یا نصرانی کہنا۔ کسی شخص یا خاندان یا برادری یا گروہ کا ایسا نام رکھ دینا جو اس کی مذمت یا تذلیل کا پہلو رکھتا ہو۔

مولانا صاحب نے بعض القاب کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے جو اپنی ظاہری صورت سے تو بدنما ہیں لیکن ان سے مذمت مقصود نہیں تاہم وہ القاب جن کی ظاہری صورت بدنما ہے بہر حال وہ برے القاب ہیں ان کو اس حکم سے مستثنیٰ کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے۔ راقم کا اس بات سے اتفاق ہے کہ وہ القاب جو محبت کی بناء پر رکھے جاتے ہیں اور خود وہ لوگ بھی ان القاب کو پسند کرتے ہیں جن کو ان القاب سے یاد کیا جاتا ہے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جیسے ابو ہریرہ، ابوتراب وغیرہ۔

پھر قرآن حکیم میں بڑے دلپزیرانہ انداز میں فرمایا گیا بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ یعنی مسلمان ہو کر فاسق کہلانا کتنا بُرا نام ہے۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے ضیاء القرآن میں بڑے محبت بھرے اور اثر انگیز الفاظ میں قرآن کریم کے کریمانہ الفاظ کی تشریح اس طرح کی ہے۔

"اللہ تعالیٰ بڑے پیارے انداز میں اپنے بندوں کو تنبیہ فرما رہے ہیں کہ اب تم میرے ہو چکے ہو۔ اب کوئی نازیبا حرکت نہیں کرنی چاہیے جس کی وجہ سے تمہیں بدکار اور فاسق کہا جائے اگر تم اسلام نہ لاتے اور میرے محبوب رسول ﷺ پر ایمان نہ لاتے اور شتر بے مہار

Marfat.com

بنے پھرتے اور من مانیاں کرتے تو تم سے کسی کو شکایت نہ ہوتی۔ اب تم چونکہ اسلام لا چکے ہو۔ لوگ بجا طور پر تم سے توقع رکھتے ہیں کہ خیر و فلاح کا عملی نمونہ پیش کرو گے نیکی اور پرہیز گاری تمہارا شعار ہوگا۔ غلامان مصطفےٰ ﷺ ہو کر تم فسق (نافرمانی) اور فجور سے دامن نہیں بچا سکے تو بڑی بے حیائی اور شرم کی بات ہے"۔ حضرت علامہ نے کیا خوب لکھا ہے

گر نہ داری از محمد ﷺ رنگ و بو

از زبانِ خود میالا نام او

یعنی اگر تمہاری سیرت اور کردار اپنے محبوب ﷺ کے رنگ و بو سے بہرہ ور نہیں تو تمہیں قطعاً یہ زیب نہیں دیتا کہ اپنی ناپاک زبان سے ان کا پاک نام لو۔

آیت کے آخر میں فرمایا گیا ہے وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ "اور جو لوگ (اس روش سے) باز نہیں آئیں گے وہ ظالم ہیں"۔ یعنی جو شخص ان نازیبا حرکات (جن کا ذکر آیت کریمہ میں کیا گیا ہے) باز نہیں آتا اور توبہ نہیں کرتا تو وہ ظالم ہے۔

سورۃ الحجرات کی آیت نمبر 11 میں جن تین معاشرتی خرابیوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ تمسخر، اللمز اور برے القاب ہیں۔ تمسخر یعنی مذاق، اللمز یعنی اعلانیہ خرابیاں، جن سے معاشرے کا امن و سکون برباد ہو جاتا ہے۔ اسلام ایسا پاکیزہ معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے جو برائیوں سے پاک اور مبرّا ہو اور امن و سلامتی کا ضامن اور علمبردار ہو۔ یقیناً برائیوں سے پاک معاشرہ ہی امن و سکون اور سلامتی کا گہوارہ اور ایک پاک معاشرہ ہو سکتا ہے۔ لوگوں کو قرآن کا عرفان ہوگا تو تب ہی یہ ممکن ہے قرآن حکیم تو وہ کتاب مقدس ہے جو انسان کے لئے فلاح دارین کی روش و راہ دکھاتی ہے اور برائیوں سے باز رہنے کا حکم دیتی ہے۔ ایمان والوں کو اس آیت کریمہ میں وارننگ (warning) دی گئی ہے کہ برائیوں سے باز رہو ورنہ تم ظالم قرار پاؤ گے۔ بے شک مسلمان کا عز و شرف قرآن کے عرفان سے وابستہ ہے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر

تم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر

معبودان باطل کو بُرا بھلا نہ کہو

اسلام جس پاکیزہ اور صاف ستھرے معاشرہ کو پروان چڑھانے کا حکم دیتا ہے اس میں کسی ایسے طرز عمل کی گنجائش اور اجازت نہیں جس کے سبب سے قباحتیں جنم لیں اور معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو جس سے لوگوں کا امن وسکون تباہ ہو اور بدمزگی کا ماحول پیدا ہو۔ اسلام ہر کام میں شائستگی اور معقولیت کا خواہاں اور حامی ہے۔ اسلام کسی ایسے قول یا فعل کی حمایت نہیں کرتا جو اعتدال سے ماورا ہو۔ کوئی بھی معاملہ یا مسئلہ ہو اسے حل کرنے کے لئے سلیقہ وطریقہ اور اعتدال کی راہ اختیار کرنے کی تربیت، ترغیب اور تحریص کو اولیت دی گئی ہے۔ نامعقول راہ وروش سے اجتناب کا حکم ہے کیونکہ اسلام خدا کا پسندیدہ اور محبوب دین ہے دین کی خشتِ اول شائستگی اور مہذب پن پر رکھی گئی ہے کسی کو برا بھلا کہنے کی ہرگز اجازت نہیں۔ قرآن حکیم میں دوسروں کے معبودان باطل کو بھی بُرا بھلا کہنے کی سخت ممانعت ہے حکم خداوندی ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ (الانعام:108)

"(اے ایمان والو) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بناء پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔ ہم نے تو اسی طرح ہر گروہ کے لئے اس کے عمل کو خوشنما بنا دیا ہے"۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مبلغ اگر تربیت یافتہ نہ ہو تو اپنے عقائد ونظریات کی تبلیغ واشاعت کے جوش میں حدِ اعتدال سے تجاوز کر جاتا ہے اور معقولیت کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ نتیجۃً اس کے نظریات وعقائد کے متعلق سامعین کے دلوں میں نفرت اور تعصب پیدا ہو جاتا ہے اور بسا اوقات نوبت گالی گلوچ اور جھگڑے تک پہنچ جاتی ہے۔ اس

Marfat.com

آیت کریمہ میں مبلغین اسلام کو اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ وہ اسلام کی دعوت کو پوری شائستگی اور سنجیدگی سے لوگوں تک پہنچانے کے لیے تیار ہو جائیں اور انہیں حکم دیا گیا ہے کہ مشرکین کے معبودانِ باطل کو برا بھلا نہ کہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مشتعل ہو کر اللہ تعالیٰ جو معبود برحق ہے کو گالیاں دینے لگیں۔ لہٰذا اس انداز سے انہیں اسلام کا پیغام پہنچاؤ اور ان کے عقائد باطلہ کی تردید کرو کہ انہیں تمہاری دعوت قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہ رہے۔

حقیقت یہی ہے کہ تبلیغ دین اور اس کی اشاعت کے لئے وہی طریقہ اپنایا جائے جو قرآن حکیم نے بتایا ہے یا قرآن کی روشنی میں مبلغ اعظم رحمتِ عالمیان ﷺ نے اپنایا ہے اگر اس کے برعکس کوئی طریقہ اپنایا گیا یا طرز عمل اختیار کیا گیا تو اس کے اچھے نتائج برآمد نہ ہوں گے۔ اشاعتِ دین میں سب سے بڑی رکاوٹ مبلغین کا غلط اور قرآن کے منافی رویہ ہے نام نہاد مبلغین اور واعظین نے قرآن حکیم کی حکمت کے برعکس تبلیغ دین کا طریقہ اپنا رکھا ہے جس کے باعث نفرتوں اور تعصبات کو ہی فروغ ملا ہے اور فروغِ دین کا کام رک کر رہ گیا ہے۔ مشرکین و منکرین کے عقائد اور ان کے معبودانِ باطل پر کیچڑ نہ اچھالنے کا معاملہ تو ایک طرف رہا یہاں پیشہ ور مبلغین کو مسلمانوں کے اپنے فرقہ وارانہ عقائد و نظریات کو ہدف تنقید بنانے اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ ایسے میں دین کی اشاعت کیونکر ممکن ہوگی البتہ تعصبات اور نفرتیں ضرور پروان چڑھی ہیں جس سے مسلم امہ الجھ کر رہ گئی ہے دین کی تبلیغ و اشاعت کا جو سلیقہ اور دل پذیر طریقہ قرآن حکیم نے ہمیں سکھایا ہے وہی مؤثر، اثر انگیز اور شائستہ طریقہ ہے۔ اسی طریقہ سے دین کی اشاعت اور فروغ ممکن ہے جب اس طریقہ سے ہٹ کر تبلیغ کے جوش میں مبلغین یا کوئی بھی مبلغ بے قابو ہو کر مناظرے اور بحث و تکرار پر اتر آئے گا تو معاملہ بڑھتے بڑھتے غیر مسلموں کو گالیاں دینے تک پہنچ جائے گا اور یہ طرز عمل ان کو حق کے قریب لانے کی بجائے اور زیادہ دور لے جائے گی۔ ایسی تبلیغ جو دین کی اشاعت کے تقاضوں کے خلاف ہوگی اس کا نتیجہ فائدے کی بجائے نقصان کی صورت میں نکلے گا۔ جب تک مسلمان عامل قرآن پڑھتے رہے وہ عزت و

Marfat.com

شرف کی بلندیوں کو چھوتے رہے۔ ان کی عظمت، شرافت اور لطافت کے دنیا میں چرچے تھے۔ جب سے مسلمانوں نے قرآن کی تعلیمات کو ترک کر دیا ہے وہ ساری دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ دین اسلام کی اشاعت کا ہوش بھی نہیں رہ گیا جب کسی قوم کو اپنی خبر اور شناخت ہی نہیں ہوتی تو ایسی قوم کے لئے وہ وقت انتہائی بدبختی کا ہوتا ہے۔ ہم نے قرآن کو فراموش کر دیا اور خدا نے ہمیں فراموش کر دیا۔ جب خدا کسی قوم کو فراموش کر دے تو اس قوم سے بڑھ کر کوئی بدبخت نہیں ہوتا۔ آج دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب سے تجاوز کر چکی ہے لیکن ذلت و مسکنت اور بے توقیری ان کا مقدر بن چکی ہے کیونکہ آج ہم مسلمان نہیں تارکِ قرآن ہیں۔ اور تارک قرآن ہو کر یہ امت معزز و محترم ہرگز نہیں ہو سکتی۔ عظمتِ رفتہ کی باریابی اور حصول کے لئے ہمیں پھر سے قرآن کی پیروی کو اپنانا ہوگا۔ قرآن کی پیروی اور عمل پیرائی میں ہی ہماری فلاح و بقا کا راز مضمر ہے۔

Marfat.com

باب5

عادت واطوار بد

مذاق، تجسس اور عیب جوئی

کسی بھی معاشرے کی ترقی اور تعمیر امن وامان سے وابستہ ہے۔ اور امن وامان کے لئے شرط اول لوگوں کی باہمی محبت اور انس ہے۔ پیار ومحبت کی ترویج اعلیٰ اخلاق اور اطوار و عادات کے بغیر ناممکن ہے اسلام نے جس پاکیزہ اور مہذب معاشرے کا تصور اور خاکہ پیش کیا ہے اس میں اعلیٰ اخلاق واطوار جسے دوسرے الفاظ میں اخلاق حسنہ یا مکارم اخلاق کا نام دیا گیا ہے، کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ بداخلاقی اور بُری عادات معاشرے میں نفرتوں کو پروان چڑھاتی ہیں جس کے نتیجہ میں دنگا فساد جنم لیتا ہے اور معاشرے کا امن و سکون درہم برہم ہو جاتا ہے۔ ایسے معاشرے میں بدی کی قوتیں پلتی بڑھتی ہیں اور تعمیر و ترقی کا عمل رک جاتا ہے۔

مذاق اور عیب جوئی سماجی روگ ہیں اور ایسی بیماریاں ہیں جو معاشرے کو تباہ کر ڈالتی ہیں۔ یہ انسانیت کی تضحیک اور تحقیر کے عوامل ہیں۔ اسلام باہمی عداوتوں، نفرتوں اور کشیدگی کا صرف خاتمہ ہی نہیں چاہتا۔ بلکہ ان تمام اسباب وعلل کا سرے سے راستہ بند کرنے کا حکم دیتا ہے تاکہ معاشرہ غیر اخلاقی بیماریوں سے محفوظ اور مامون رہے۔ اس مقصد کے لئے صلح جوئی اور احترام انسانیت کا حکم دیتا ہے۔ اسلامی معاشرے کی اٹھان کی پہلی کڑی اخوت اسلامی ہے۔ رحمتِ عالمیانِ ﷺ نے جب مسلمانوں کی معیت میں مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور وہاں اسلامی معاشرہ کی اساس رکھی تو آپ نے سب سے پہلے اخوت اسلامی کو لازمی قرار دیا اور انصار و مہاجرین کو باہم بھائی بھائی بنایا۔ یہ ایسا بھائی چارہ تھا جس کی مثال تاریخ عالم میں ناپید ہے۔ سورۃ الحجرات کی آیت نمبر 10 اسی طرف رہنمائی کرتی

Marfat.com

ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۰

"بے شک ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔بس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم فرمایا جائے"۔

اللہ تعالیٰ کو اہل ایمان کا انفرادی اور اجتماعی سکون کس قدر عزیز ہے اس کا ثبوت قرآن کی یہ آیت پیش کرتی ہے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے مسلمان باہم پیار، محبت، الفت و یگانگی اور ایثار کا مظہر بن کر سگے بھائیوں کی طرح رہیں اور صلح اور آشتی مسلم معاشرے کا معمول ہو۔

اسلام اصلاحِ احوال کی اس صورت کا قائل نہیں کہ پہلے حالات کو بگڑنے دیا جائے۔ مختلف عوامل کو کشیدگی پیدا کرنے اور جذبات کو مشتعل کرنے کی کھلی چھٹی دے دی جائے۔ جب جنگ کے شعلے بھڑک اٹھیں اور خون کی ندیاں بہنے لگیں تو تب اس آگ کو بجھانے کی کوشش کی جائے بلکہ اسلام تو ان محرکات کے آغازِ ظہور سے پہلے ان کی بیخ کنی پر توجہ رہتا ہے اور ان اسباب و علل کے آگے بند باندھتا ہے جو ایسی صورتِ حال کے ذمہ دار ہوں۔

اسلام تمام ایسی باتوں سے سختی سے منع کرتا ہے جس سے معاشرے کا امن و امان برباد ہوتا ہو۔ پیار و محبت کے رشتے ٹوٹتے ہوں اور خون خرابہ شروع ہوتا ہو۔ اس سلسلہ میں قرآن کا اولین حکم یہ ہے کہ مذاق نہ اڑایا کرو۔ مذاق اسی کا اڑایا جاتا ہے جس کی عزت و احترام دل میں نہ ہو۔ جب کوئی کسی کا مذاق اڑاتا ہے تو وہ اس بات کا اعلان کر رہا ہوتا ہے کہ اس شخص کی میرے دل میں عزت نہیں۔ جب آپ کسی کی عزت نہیں کرتے تو اسے کیا پڑی ہے کہ وہ آپ کی عزت کرتا پھرے۔ جب دلوں سے احترام انسانیت کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے تو انسان عداوت و دشمنی کی گہری کھڈ میں جا گرتا ہے تو ایسے میں معاشرے کے امن و سکون کی کیا ضمانت ہوگی اور اس معاشرے کا انجام کیا ہوگا جس میں سے احترامِ آدمیت رخصت ہو جائے۔

Marfat.com

زبان سے مذاق کرنا، نقلیں اتارنا، منہ چڑانا، کسی کے لباس، گفتار اور رفتار پر ہنسنا سب ممنوع ہیں۔ یہ نازیبا اور غیر شائستہ حرکتیں جن کی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں نہایت دلپزیر اور حکیمانہ انداز میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ

''اے ایمان والو! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہوں''۔ (الحجرات:11)

ہر انسان میں کوئی نہ کوئی عیب ہوتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ کوئی اس کے عیب اچھالتا پھرے اور اس کے عیوب کا کھوج لگاتا رہے اور اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو اس شخص کا کبیدہ خاطر ہونا قدرتی امر ہے اور قرآن حکیم اس کی اجازت نہیں دیتا۔ غور فرمایئے قرآن میں یہ نہیں کہا گیا کہ تم ایک دوسرے کی عیب چینی نہ کیا کرو بلکہ قرآن کے الفاظ ہیں وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ''یعنی تم اپنی عیب جوئی نہ کیا کرو''۔ مقصد یہ ہے کہ جس کی برائیاں تم کرو گے وہ تمہاری برائیوں کا ڈنڈھورا پیٹتا پھرے گا اور پھر جس کی برائیوں کو تم اچھالتے پھرتے ہو وہ تمہارا بھائی ہے۔ جس کی برائیوں کو تم طشت از بام کرو گے یقیناً وہ بھی تمہاری برائیاں سرِ عام ظاہر کر دے گا۔ پھر تمہیں بھی شرمسار ہونا پڑے گا اور یہ تمہاری اپنی ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ پس اپنی عزت کو محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو کسی کی عزت پر ہاتھ مت ڈالو۔

اسی طرح دوسروں کے عیبوں کی ٹوہ میں رہنا کمزوریوں کی تلاش میں لگے رہنا کوئی اچھا اور پسندیدہ فعل نہیں بلکہ اسلام دوسروں کی پردہ پوشی کو احسن قرار دیتا ہے۔ قرآن حکیم میں حکم خداوندی ہے وَ لَا تَجَسَّسُوْا یعنی دوسروں کی جاسوسی نہ کیا کرو۔ کسی مسلمان کے عیبوں کی جاسوسی کرنا، سراغ لگانا اور اس کے پوشیدہ حالات کو کریدنا اس کی ممانعت ہے حدیث نبوی ﷺ ہے:

Marfat.com

"جو اس دنیا میں کسی کی پردہ پوشی کرے گا قیامت کے دن خدا اس کی پردہ پوشی کرے گا"۔

گویا پردہ پوشی پردہ دری سے احسن عمل ہے حضرت ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"اے وہ گروہ جو ایمان لایا ہے لیکن ایمان اس کے دل میں ابھی داخل نہیں ہوا۔ مسلمانوں کی غیبت مت کیا کرو۔ ان کی پوشیدہ باتوں کا سراغ مت لگایا کرو۔ جو مسلمان کی پوشیدہ باتوں کا پیچھا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مخفی باتوں کا پیچھا کرتا ہے اور جس کی مخفی باتوں کا خدا پیچھا کرے تو وہ اس کو اس کے گھر میں رسوا کر دیتا ہے۔

اس طرح ارباب حکومت کو بھی بلاوجہ لوگوں کے مخفی رازوں پر آگاہی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ اسلام میں چادر اور چار دیواری کے تقدس اور احترام کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلام میں انسان کی پرائیویٹ زندگی کا جو قدر اور احترام ہے اس کا اندازہ اس مشہور تاریخی واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے جو فرائطی نے تورکندی کے واسطہ سے مکارمِ اخلاق میں نقل کیا ہے۔

"ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں گشت لگا رہے تھے۔ آپ کو ایک گھر سے کسی شخص کے گانے کی آواز سنائی دی۔ آپ چار دیواری پھلانگ کر اندر داخل ہو گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی ہے اس کے پاس ایک عورت بیٹھی ہے اور قریب ہی شراب رکھی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ غصہ سے بے قابو ہو گئے اور فرمایا کہ اے اللہ کے دشمن! کیا تجھے یہ گمان تھا کہ تو ایسی نافرمانی بھی کرے گا اور خدا تیری پردہ پوشی بھی کرے گا۔ اس شخص نے کہا: اے امیر المومنین! عجلت سے کام نہ لیں۔ اگر میں نے اللہ تعالیٰ کی ایک نافرمانی کی ہے تو آپ نے تین نافرمانیاں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَا تَجَسَّسُوْا "کسی کی جاسوسی نہ کیا کرو"۔ آپ نے میری جاسوسی کی ہے۔ فرمان خداوندی ہے وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا (بقرہ:189) یعنی گھر میں دروازے سے داخل

ہو۔آپ دیوار پھلانگ کر داخل ہوئے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا (النور: 27) ''یعنی اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہو''۔آپ میری اجازت کے بغیر داخل ہو گئے۔آپ نے فرمایا اگر میں تمہیں کو معاف کر دوں تو تم آئندہ ان جرائم کا ارتکاب تو نہ کرو گے۔اس نے کہا: ہاں۔ البتہ اگر کسی کی سرگرمیاں ملک وملت کے خلاف ہوں۔وہ دشمن سے ساز باز کر رہے ہوں تو ایسے لوگوں کے احوال کی جانچ پڑتال کرنا مباح ہے۔یہ واقعہ تفسیر ضیاء القرآن اور تفہیم القرآن دونوں میں مکارم الاخلاق از ابی بکر محمد بن جعفر الخرائطی کے حوالے سے لکھا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضور ﷺ کو خود فرماتے ہوئے سنا ہے:

''تم اگر لوگوں کے مخفی حالات معلوم کرنے کے درپہ ہوئے تو ان کو بگاڑ دو گے یا کم از کم بگاڑ کے قریب پہنچا دو گے''۔(ابوداؤد)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے کسی کا مخفی عیب دیکھ لیا اور اس پر پردہ ڈال دیا تو یہ ایسے ہے جیسے کسی نے زندہ گاڑھی ہوئی بچی کو موت سے بچا لیا''۔(احکام القرآن۔الجصاص)

ارشاد نبوی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب کسی شخص کے متعلق تمہیں بُرا گمان ہو جائے تو اس کی تحقیق نہ کرو''۔(الجصاص)

ایک اور حدیث نبوی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''حکمران جب لوگوں کے اندر شبہات تلاش کرنے لگے تو وہ ان کو بگاڑ کر رکھ دیتا ہے''۔(ابوداؤد)

تجسس کی ممانعت کا یہ حکم صرف افراد ہی کے لئے نہیں اسلامی حکومت کے لئے بھی ہے۔شریعت نے نہی عن المنکر کا جو فریضہ حکومت کے سپرد کیا ہے اس کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ وہ جاسوسی کا ایک نظام قائم کر کے لوگوں کی چھپی ہوئی بُرائیاں ڈھونڈ کر نکالے اور ان پر سزا

Marfat.com

دے بلکہ اسے صرف ان لوگوں کے خلاف طاقت استعمال کرنی چاہیے جو ظاہر ہو جائیں۔ رہیں مخفی برائیاں تو ان کی اصلاح کا راستہ جاسوسی نہیں ہے بلکہ تعلیم، وعظ و تلقین، عوام کی اجتماعی تربیت اور ایک پاکیزہ معاشرتی ماحول پیدا کرنے کی کوشش ہے۔

(ماخوذ از تفہیم القرآن)

بکثرت بدگمانیاں

مسلم معاشرہ کو برائیوں اور خرابیوں نیز ان خرابیوں کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی ہر قسم کی شکر رنجی سے محفوظ کرنے کے لیے احکامات الٰہی کا سلسلہ جاری ہے۔ اس ضمن میں سورہ الحجرات کی آیت نمبر 12 میں ارشاد باری تعالیٰ اس طرح ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝

"اے ایمان والو! بکثرت بدگمانیوں سے دور رہا کرو۔ بلاشبہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور جاسوسی نہ کیا کرو اور ایک دوسرے کی غیبت بھی نہ کیا کرو۔ کیا تم میں سے کوئی شخص پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ تم اسے تو مکروہ سمجھتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے"۔

فرمایا بکثرت ظن و گمان سے اجتناب کیا کرو کیونکہ بعض گمان ایسے ہیں جو گناہ ہوتے ہیں۔ اگر تم ظن و گمان کے عادی ہو گئے تو عین ممکن ہے کہ تم ایسے گمان بھی کرنے لگو جو سراسر گناہ ہوں۔ ان کلمات پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ہر قسم کے ظن سے نہیں روکا گیا۔ اور ہر قسم کے ظن گناہ نہیں ہوتے۔ تاہم ان میں سے بعض ظن گناہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ لہٰذا

Marfat.com

برے گمانوں سے روکا گیا ہے جو سراسر گناہ ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ کئی ظن جائز بھی ہیں۔ ظنون وگمان دو قسم کے ہوتے ہیں (1) حسن ظن (2) سوءظن۔ علماء کرام نے ظن کی مختلف اور متعدد قسمیں بیان کی ہیں۔ (1) واجب (2) مستحب (3) مباح (4) ممنوع۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کرنا واجب ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے وصال سے تین روز قبل فرمایا:

''تم میں سے کوئی نہ مرے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو''۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''میں اپنے بندے کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہوں جس کا وہ مجھ سے ظن رکھتا ہے۔ اب اس کی مرضی جیسا چاہے میرے ساتھ ظن رکھے'' مستحب کی مثال مومن کے ساتھ جسکا ظاہری حال اچھا ہو حسن ظن رکھنا مستحب ہے۔ ایسا شخص جس کے احوال مشکوک ہوں اس سے سوءظن رکھنا مباح ہے لیکن جب تک یقینی دلائل موجود نہ ہوں اس وقت تک محض ظن کے مطابق اس کے خلاف کارروائی کرنا جائز نہیں۔ اسی موضوع پر حضور ﷺ کی ایک حدیث ہے:

''اگر کسی کے بارے میں شبہ پیدا ہو جائے تو اس کی تحقیق میں نہ لگ جاؤ''۔

شریعت میں نصوص کے خلاف ظن وتخمین میں لگ جانا ممنوع ہے۔ علامہ قرطبی کے نزدیک ظن سے مراد تہمت ہے اور اس قول کی دلیل انہوں نے یہ پیش کی ہے کہ وَلَا تَجَسَّسُوْا فرمایا ہے کیونکہ جب کسی پر تہمت لگتی ہے تو طبیعت چاہتی ہے کہ اس کا سراغ لگایا جائے اور صحیح حالات پر آگاہی حاصل کی جائے (ضیاء القرآن)

Marfat.com

متکبرانہ چال

انسان کی چال ڈھال اس کی شخصیت اور کردار کی عکاسی ہوتی ہے۔اس کی چال اس کے چلن کا پتہ دیتی ہے اور اس کے ظاہر و باطن کی حقائق کشائی کرتی ہے۔ میانہ روی بہترین شخصیت اور کردار کی ضامن ہوا کرتی ہے۔ جبکہ سست روی بیماری کی علامت ہے۔ تندروی اور متکبرانہ چال کسی انسان کے ذہنی فتور کا پتہ دیتی ہے۔رب ذوالجلال والاکرام کو متکبرانہ چال پسند نہیں کیونکہ تکبر وغرور اور کبریائی محض اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے تکبر ہی اللہ تعالیٰ کی شان اور عظمت کا نشان اور پہچان ہے جبکہ عجز و انکساری انسان کی عظمت کا نشان ہے۔رب ذوالجلال والاکرام کائنات کا خالق اور مالک ہے اور وہ جبار وقہار بھی ہے اور تکبر اس کی چادر ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا تکبر کی چادر اوڑھنے کی کسی اور کو ہرگز اجازت نہیں۔قرآن حکیم جس میں کائنات کی ہر چیز کا بیان ہے اس موضوع کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے:

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ﴿٣٧﴾ (بنی اسرائیل)

"اور زمین پر اکڑ کر نہ چلو۔تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو"۔

مطلب یہ کہ متکبرانہ اور فاخرانہ چال سے بچو۔ یہ ہدایت انفرادی اور اجتماعی طرز عمل دونوں پر یکساں حاوی ہے اور یہ اسی ہدایت کا فیضان تھا کہ مدینہ منورہ میں جو اسلامی حکومت قائم ہوئی اس نے اسی منشور کو اپنایا۔ اس کے فرمانرواؤں، گورنروں اور سپہ سالاروں کی زندگی میں جباری اور کبریائی کا شائبہ تک نہ تھا حتیٰ کہ عین حالتِ جنگ میں بھی کبھی زبان سے فخر وغرور کی کوئی بات زبان سے نہ نکلی۔ ان کی نشست و برخاست چال ڈھال، لباس، سواری، مکان اور عام برتاؤ میں انکساری تواضع اور فقیری و درویشی کی جھلک نمایاں ہوتی

Marfat.com

تھی۔ جب وہ کسی شہر میں فاتحانہ داخل ہوتے تھے تو اس وقت بھی وہ کبر و نخوت اور غرور سے اپنا رعب جمانے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ (حاشیہ ضیاء القرآن)

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ نے ضیاء القرآن میں اس آیت کریمہ کا لب لباب یہ بیان کیا ہے کہ انسان کا تکبر و غرور محض بے ہودگی ہے۔ زمین پر اکڑ کر چلنا لغویت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اکڑ کر چلنے کی سخت ممانعت فرمائی ہے اور واضح کیا ہے کہ اے انسان تو ناچیز ہے اور تو کچھ کرنے کے قابل نہیں۔ یہ زمین میری بنائی ہوئی ہے۔ اس میں تیرا اپنا کچھ نہیں۔ آخر تو کس بات پر تکبر و غرور کرتا ہے کیا تو زمین کو پھاڑ ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ تیری بھول ہوگی۔

اے انسان تیری بہتری اسی میں ہے کہ تو زمین پر اکڑ کر چلنے کی بجائے عاجزی و انکساری سے چلے۔ کتنے لوگ جو تم سے بھی بلند مرتبہ تھے شکمِ زمین میں مدفون ہیں۔ اگر آج تو معزز و محترم اور سطوت و جاہ کا مالک ہے تو کیا ہوا۔ تم سے پہلے بھی کثیر التعداد اقوام بڑی پُر ہیبت گزری ہیں لیکن اب موت کی نیند سو رہی ہیں۔

یہ انسان، تو دنیا میں کسی چیز کا بھی مالک نہیں۔ اس کا اپنا کچھ بھی نہیں۔ یہ تو بے چارہ عاجز اور بے بس و بے کس ہے۔ ساری کائنات کا خالق اور مالک وہ بزرگ و برتر خدا ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ سے گندے اور حقیر پانی کی بوند سے انسان کو پیدا کیا۔ عجز و انکساری انسان کا خاصہ ہے اور کبریائی تو خداوند اقدس کی صفت ہے اور وہی زمین و آسمان کا اور اس میں ہر چیز کا مالک ہے۔ انسان کے بس میں تو اس کا اپنا ایک سانس بھی نہیں تو پھر تکبر و غرور اور ذہنی فتور کس بناء پر؟

مایوسی اور ناامیدی

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نا امیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے
(اقبال)

دنیا (کا کاروبار) امید پر قائم ہے۔ امید نہ ہو تو دنیا کا کاروبار ٹھپ ہو کر رہ جائے۔ دنیا کی رونقیں ماند پڑ جائیں۔ دنیا پر یاس کے سیاہ بادل چھا جائیں۔ دنیا میں امید ہی حرکت ہے۔ جرأت ہے مردانگی اور روانگی ہے۔ امید کا متضاد اور الٹ مایوسی ہے۔ جب کوئی انسان امید کا دامن چھوڑ کر مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے تو پھر وہ معصیت اور موت کی آغوش میں سہارا ڈھونڈتا ہے۔ جو انسان مایوسی و ناامیدی کی لپیٹ میں آ جاتا ہے اسے دنیا کی ہر چیز سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اسے کوئی کام یا چیز اچھی نہیں لگتی۔ وہ ہمت کھو بیٹھتا ہے۔ اس کے سامنے بھیانک انجام گھومنے لگتا ہے یہ صورت حال انسان کے لئے انتہائی خطرناک ہوتی ہے۔ وہ خود کو مٹتا دیکھ کر ہر چیز کو مٹانے پر تل جاتا ہے۔ وہ مٹتے مٹتے بہت کچھ مٹا جاتا ہے۔ اگر وہ پست ہمتی اختیار کرے تو خود مٹ جاتا ہے ورنہ وہ معصیت کی ایسی راہ اختیار کرتا ہے کہ بڑے سے بڑا گناہ اس کی نظروں میں کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ گناہ کا ارتکاب کرتے ہی وہ لوگ ہیں جو خود فراموش، خدا فراموش اور خدا کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جاتا ہے تو خود کو سہارا دینے کے لئے وہ غیر اللہ سے امیدیں وابستہ کرنے لگتا ہے اس طرح ایسا انسان کفر کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے اور کفر تو ایسا گھنا جنگل ہے جہاں دن کی روشنی میں بھی گھپ اندھیروں کا راج ہوتا ہے۔ جہاں معصیت کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ کفر سے بڑھ کر کوئی معصیت نہیں۔ کفر کے جنگل میں خونخوار درندے پلتے ہیں جو انسانیت کے بدترین دشمن ہوتے ہیں۔

یہ درندے انسانیت پر حملہ آور ہوتے ہیں اور دنیا کو معصیت اور فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنا دیتے ہیں۔

Marfat.com

مایوسی سماج میں جرائم کو جنم دیتی ہے اور ایک ایسا معاشرہ جس میں لوگ مایوسی کا شکار ہوں وہاں امن و آشتی کی جگہ بدامنی اور ابتری کا دور دورہ ہوتا ہے۔ وہاں ہر چیز مہنگی ہوگی لیکن انسان سستا ہوگا۔ انسانوں کے وہاں گلے کٹیں گے۔ دم گھٹے گا۔ بڑے بڑے گناہ سر زد ہوں گے لیکن احساس مر جائے گا۔ انصاف بکے گا اور ظلم بڑھے گا۔ قتل و خون ریزی، چور بازاری، چوری و راہزانی عام ہوگی۔ انسانیت سسکے گی لیکن انسان کی آہ و فغاں سننے والا کوئی نہ ہوگا۔ حق تلفیاں ہوں گی لیکن دادرسی کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ ظلم و ستم کی برسات ہوگی اور آفاتِ ارضی و سماوی کی بہتات ہوگی تاہم رحمت کی بارش نایاب ہوگی۔ مایوسی اور بڑھے گی اور نفسا نفسی میں انسان ایک دوسرے کو کچل ڈالیں گے۔ ایسے میں رب ذوالجلال والاکرام جس کی رحمت ہر چیز پر محیط ہے کسی کو مایوس نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہمیشہ ناامید لوگوں کی امیدوں کا سہارا بن کر سامنے آتی ہے۔ دربار خداوندی میں مایوسی نہیں رحمت ہی رحمت ہے۔ ابدی اور بے کراں رحمت کا منبع اور سرچشمہ محض اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے۔ حالات کتنے ہی گھمبیر کیوں نہ ہوں اللہ تعالیٰ انسان کو خصوصاً خطا کاروں اور گناہ گاروں کو مایوس ہونے سے منع فرماتا ہے۔

قرآن حکیم کی سورۃ الزمر (آیت نمبر 53) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ وَ اَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ (الزمر)

(اے نبی ﷺ) آپ فرما دیجئے۔ اے میرے بندو جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتیاں کی ہیں مایوس نہ ہو جاؤ اللہ کی رحمت سے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے بلاشبہ وہی بہت بخشنے والا ہے، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے اور (سچے دل سے) اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ اور اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر

Marfat.com

دواس سے قبل کہ تم پر عذاب آجائے۔ پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی"۔

ان آیات کا سادہ سا مفہوم تو صرف اتنا ہی ہے کہ وہ لوگ جن کی زندگیاں گناہوں کی کثافت سے آلودہ ہیں۔ وہ قصوروار اور گناہ گار چلے آرہے ہیں اور وہ زندگی بھر میں اتنے گناہ کر چکے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اتنے گناہوں کے بعد ان کی بخشش نہ ہوگی۔ وہ بخشش سے مایوس ہو کر اور گناہ کرتے ہیں ان لوگوں کو کہا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے کراں ہے اور ساری کائنات پر محیط ہے اگر کفر و شرک اور گناہوں سے یہ لوگ توبہ کرلیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گناہوں سے تائب ہو کر اس کی اطاعت میں سرِ تسلیم خم کرلیں تو اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہے اور مہربان ہے۔ لہٰذا ایسے لوگ مایوس نہ ہوں اور پیشتر اس کے کہ گناہوں کی حالت میں ہی موت انہیں آلے جبکہ وہ عذاب میں مبتلا ہو چکے ہوں تو ایسے میں ان کی مدد کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ مرنے اور عذاب میں مبتلا ہونے سے پہلے پہلے اگر وہ سچے دل سے توبہ کرلیں گے اور گناہوں سے کنارا کش ہو کر اللہ تعالیٰ سے رجوع کرلیں گے تو ان کی توبہ قبول کرلی جائے گی اور ان کے سارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

مفسرین نے ان آیات کی بڑی مفصل تشریح کی ہے جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ ضیاء القرآن میں لکھتے ہیں کہ:

"جب نفسانی جذبات مشتعل ہو جاتے ہیں تو بڑے بڑے دانشمندوں سے انتہائی قبیح حرکتیں سرزد ہو جاتی ہیں۔ جب انتقام کے شعلے بھڑکتے ہیں تو بڑے بڑے حلیم الطبع لوگوں کے ہاتھ سے عدل و انصاف کا دامن چھوٹ جاتا ہے غلط ماحول کے باعث غلط نظریات دل میں جم جاتے ہیں ان حالات میں اگر کوئی شخص گناہوں اور بدکرداریوں سے اپنا دامن آلودہ کرلے اور اس کے لئے اگر توبہ کا دروازہ بند کردیا جائے تو وہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ نہ ہوگا اور گناہ و عصیان کی دَل دَل میں بڑی بے باکی سے بڑھتا چلے جائے گا۔ اس طرح خود بھی برباد ہوگا اور معصوم زندگیوں کو بھی دفن کر کے رکھ دے گا۔ اس طرح اگر یہ بات کسی کو دلنشین ہو جائے کہ گناہ کرنے سے کوئی مغفرت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتِ واسعہ کے سامنے

Marfat.com

ہمارے گناہوں کی کیا حیثیت ہے ہم کچھ بھی کرتے ہیں وہ بخش دے گا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تو ایسا شخص ساری عمر اپنی نفسانی خواہشات کے ہاتھوں کھلونا بنا رہے گا۔ خون ریزی، بدکاری رہزنی اور حق تلفی سے اسے کوئی نفرت نہیں رہتی۔ لوگوں کے حقوق پامال کرنے اور ملک میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانے کے باوجود اس کے دل میں خلش بھی پیدا نہیں ہوتی جو اس کو بے چین کر دے۔

یہ دونوں کیفیتیں انسان کے لئے سمِ قاتل ہیں۔ اس طرح نہ صرف دوسروں کے لئے وبالِ جان بن جاتا ہے بلکہ اپنی ذات پر بھی ظلم عظیم کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس کو جو تعمیری صلاحیتیں اور نیکی کی قوتیں بخشی گئی تھیں ان سے اگر وہ صحیح کام لیتا تو آسمان شہرت پر مہر وماہ بن کر چمکتا اور قیامت تک دنیا اس کی نیکیوں کو یاد کرتی۔ اسے دعائیں دیتی۔ اب وہ بے کار پڑی رہیں اور وہ برگ وبار لائے بغیر ختم ہو گئیں۔

اسلام دین فطرت ہے جس کا مقصد اولین، فرد کی صحیح نشو ونما اور رہنمائی کرنا ہے تاکہ سلجھے ہوئے اور اصلاح یافتہ افراد سے ایک ایسی قوم وجود میں آجائے جو قیادتِ امم کی ذمہ داریاں سنبھال سکے اور ساری انسانیت کی رہنمائی کا فریضہ ادا کر سکے"۔

اسلام نے انسان کو نہ تو بالکل بے لگام چھوڑ دیا ہے کہ صرف مستیاں کرتا پھرے۔ چمن حیات کی نازک اور معصوم کلیاں مسلتا پھرے اور ان کی رنگ ونگہت کو لوٹتا پھرے اور اس کے باوجود دل میں اپنی بخشش کا بھی یقین رکھے اور نہ ہی اسلام نے انسان کو مایوسیوں اور ناامیدیوں کے گہرے گڑھے میں دھکیل دیا ہے بلکہ صحیح خطوط پر اس کی تربیت کا پروگرام پیش کیا ہے۔ ایک طرف اسے اپنے نیک وبد اعمال کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے اور اسے ان نتائج سے آگاہ کیا جو اس کے اچھے یا برے اعمال پر سنت الٰہی کے مطابق مرتب ہو کر رہیں گے تاکہ کوئی کام کرنے سے پہلے وہ ان نتائج کا بھی اچھی طرح جائزہ لے لے اور یہ دیکھ لے کہ کیا وہ ان نتائج کی ذمہ داری قبول کرنے کے لئے تیار ہے؟ اس کے ساتھ اسے مایوس بھی نہیں ہونے دیا۔ اسے بتا دیا گیا کہ گناہوں اور بدکاریوں سے تائب ہو کر جب اور

Marfat.com

جہاں سے اپنی نئی پاکیزہ زندگی کا آغاز کرنا چاہے اس کا موقع دیا جائے گا۔

اس آیت کریمہ میں بھی ان لوگوں کو نوید رحمت دی جا رہی ہے جو عمر بھر اپنے اوپر زیادتیاں کرتے رہے جن کے شب و روز فسق و فجور میں بسر ہوتے رہے۔ جنہوں نے کفر و شرک کا ارتکاب کر کے اپنے آپ کو بالکل برباد کر دیا۔ ایسے لوگوں کو کہا جا رہا ہے کہ آؤ میری رحمت کا دروازہ تمہارے لئے کھلا ہے۔ اگر تم سچے دل سے تائب ہو کر پاکیزہ اور نئی زندگی شروع کرنے کا عزم کر چکے ہو تو تمہارے گناہ بے شمار اور نہایت سنگین کیوں نہ ہوں معاف کر دیئے جائیں گے۔ تمہیں یہاں سے مایوس نہیں لوٹایا جائے گا۔ حدیث پاک میں اس آیت کا شان نزول اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ چند مشرک جنہوں نے سابقہ زندگی میں بکثرت قتل کئے تھے اور بکثرت زنا کا ارتکاب کیا تھا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کرنے لگے کہ جو آپ ﷺ فرماتے ہیں اور جس چیز کی دعوت دیتے ہیں وہ بہت اچھی ہے لیکن آج سے قبل ہم اتنے گناہ کر چکے ہیں جن کی بخشش کی کوئی صورت نہیں۔ کیا آپ ﷺ ہمیں اس کے کفارہ سے آگاہ کر سکتے ہیں؟ یعنی مقصد یہ تھا کہ اگر ہم اسلام قبول کر لیں تو کیا ہمارے سابقہ گناہوں پر تو عذاب نہ ہوگا۔ اگر اسلام لانے کے بعد بھی ہم دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے تو پھر ہمیں اپنے آبائی دین کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں کہ جب کفار و مشرکین کے ساتھ رحمت الٰہی کا یہ برتاؤ ہے تو اہل ایمان کے ساتھ خواہ وہ کتنے گنہگار کیوں نہ ہوں اگر وہ سچے دل سے توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور شفقت کا کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے۔ اسی لئے رحمت عالمیان ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر اس آیت کے عوض مجھے دنیا اور مافیہا کی دولت دی جائے تو اس سودا کو پسند نہ کروں گا۔ (ضیاء القرآن)

بے شک اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم ہے اور قادر مطلق بھی، وہ کفار و مشرکین کے گناہ بخش

Marfat.com

دینے اور اہل ایمان کے گناہ بخش دینے پر بھی قادر ہے لیکن شانِ نزول کے اعتبار سے آیت کا تعلق کفار و مشرکین سے ہے۔ اور اگر آیت کریمہ کا تعلق اہل ایمان سے جوڑ دیا جائے تو بات نہیں بنتی کہ اہل ایمان اور مشرکین کو ایک سطح پر لا کھڑا کیا جائے۔ پھر تو اہل ایمان کے لئے گناہوں کے ارتکاب کا راستہ کھل جائے گا اور جزا و سزا کا معاملہ بھی گڑبڑ ہوتا نظر آئے گا۔ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ کفار و مشرکین جو اپنے سابقہ گناہوں سے تائب ہو کر سچے دل سے اپنے رب کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرِ تسلیم کر رہے ہیں اور اہل ایمان پر اس آیت کا یکساں اطلاق ہوگا۔ یہ تو قادر مطلق کی مرضی پر منحصر ہے۔ وہ چاہے تو کسی کے بھی سارے گناہ معاف کر دے۔ لہٰذا آیت کریمہ کے متن، مفہوم اور شانِ نزول کو مدِ نظر رکھنا بہت ضروری ہے۔

بہر حال مایوسی اور ناامیدی کے نتائج تباہ کن ہوتے ہیں۔ مایوسی میں منفی سوچ غالب اور کارفرما ہوتی ہے جس کے ہمیشہ منفی اثرات و نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ مایوسی سے اصلاح کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ مایوسی گناہ، تباہی اور سراسر کفر ہے یہ انسانیت کے لئے بربادی کا پیغام ہے۔ اللہ تعالیٰ بے حد و حساب رحیم اور مہربان ہے۔ اس کی رحمت بے کراں ہے۔ اس کی رحمت بے کراں کا دروازہ ہر وقت اور ہر ایک کے لئے کھلا رہتا ہے خواہ وہ کفار و مشرکین ہوں یا اہل ایمان۔ کسی کو خدائے رحیم و کریم کی رحمتِ واسعہ سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ وہ اپنی مخلوق پر ہر وقت رحمت کے خزانے لٹاتا رہتا ہے اور کسی کو اپنی رحمت سے مایوس نہیں کرتا بلکہ فرمایا ہے: لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ حالات کیسے بھی کیوں نہ ہوں اسی سے امید بہار رکھنی چاہیے یقیناً وہ غفور و رحیم ہے۔ مایوسی گناہ ہے۔ مایوسی سے باز رہیے۔

Marfat.com

معاملات عالم

سرکش اور ظالم کی طرف جھکاؤ کی ممانعت

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

سورۂ ہود کی آیات نمبر 112 اور 113 کا بغور مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ اہل ایمان کے لئے ہر دور میں یہ ضروری ہے کہ وہ کفر و شرک کے طوفانوں اور سیاہ آندھیوں کے تند و تیز تھپیڑوں سے ہرگز نہ گھبرائیں حق و باطل کی جنگ میں حالات میں نشیب و فراز معمول کا حصہ ہوتے ہیں کبھی حق غالب آجاتا ہے اور کبھی باطل کا اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اہل ایمان کو سورہ ھود کی مذکورہ بالا آیات میں نازک ترین حالات میں ثابت قدم رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا جارہا ہے:

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (ہود)

"پس آپ ثابت قدم رہیے کہ آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ بھی (ثابت قدم رہیں) جو تائب ہو کر آپ کے ہمراہ ہیں اور سرکشی نہ کرو۔ بیشک جو کچھ تم کرتے ہو اسے خوب دیکھ رہا ہے"۔

ضیاء القرآن میں استقامت کے مفہوم کو مختلف حوالوں سے واضح کیا گیا ہے کہ افراط و تفریط سے بچے ہوئے عقائد و اعمال اور اخلاق میں اسلام کے احکام پر چلنے اور چلتے رہنے کو استقامت کہتے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے استقامت کے مفہوم کی وضاحت بڑے واضح الفاظ میں یوں بیان فرمائی ہے:

"استقامت کا یہ معنی ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی پر ثابت قدمی سے عمل پیرا

Marfat.com

رہے اور لومڑی کی طرح ہیر پھیر نہ کرتا رہے"۔

واقعی استقامت کا مقام بڑا کٹھن ہے اور صوفیائے کرام کے نزدیک استقامت کا درجہ کرامت سے بہت بلند ہے پھر فرمایا کہ ایمان واطاعت کی طرف پلٹ آنے کے بعد بندگی کی حدود سے تجاوز نہ کرنا اور سرکشی نہ کرنا۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ کی اس پر نگاہ ہے۔ پھر ایک اور حکم دیا جا رہا ہے:

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ (ہود)

"ان کی طرف ذرا نہ جھکنا جنہوں نے ظلم کیا ورنہ تم دوزخ کی آگ کی لپیٹ میں آ جاؤ گے اور تمہیں ایسا ولی وسرپرست نہ ملے گا جو خدا سے تمہیں بچا سکے۔ اور کہیں سے تمہیں امداد نہ ملے گی"۔

آیت میں صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ ظالموں کی طرف نہ جھکو ان کی خوشامد اور اطاعت نہ کرو اور ان پر بھروسہ نہ کرو۔ مفسرین نے لَا تَرْكَنُوْٓا کے مختلف الفاظ میں جو مفہوم بیان کئے ہیں وہ یہی ہیں۔ اس آیت سے صراحۃً یہ معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کے ساتھ میل جول رکھنا اور ان کی مجالس میں شرکت کرنا عذاب الٰہی کا باعث ہے ہم نادانی سے ان کی صحبت کو بے ضرر خیال کرتے ہیں اور اپنی سادہ لوحی سے بے دھڑک ان سے میل جول رکھتے ہیں لیکن ہم یہ نہیں سمجھتے کہ وہ ہر وقت موقع کی تاڑ میں رہتے ہیں کہ جب بھی انہیں موقع ملے وہ پھونک مار کر تمہارے ایمان کی شمع گل کر دیں۔ اس لئے ایمان کی حفاظت کریں۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ان لوگوں کی سنگت کرنا اور ان کی تقویت کا باعث بننا جو لوگوں کے حقوق سلب یا تلف کرتے ہیں شرعاً ناجائز ہے۔ تمہاری سنگت اور تائید واطاعت ان لوگوں کے لئے ہونی چاہیے جو صحیح عقیدہ کے علمبردار ہیں اور عدل و انصاف کے پیکر ہیں۔ مذاہب باطلہ کی فرقہ بازیاں، سیاسی جتھہ بندیاں اور قبائلی تعصب ملت کے لئے تباہ کن اور اس کے شیرازہ کو بکھیرنے کا موجب ہیں۔ (ضیاء القرآن)

Marfat.com

دونوں آیات قرآنی کا مفہوم اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی پر عمل پیرائی اور ثابت قدمی میں ہی اہل ایمان کی فلاح اور بقا ہے۔ یہی وہ شاہراہ ہے جس پر چل کر منزل ملتی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور راہ اختیار کرنے کا واضح اور صریح مطلب سرکشی ہے اور سرکشی کا مطلب خدا کی ناراضگی خدا کیخلاف اعلانیہ جنگ کا طبل بجانا ہے اور شیطان کا ساتھ دینا ہے جس کا نتیجہ تباہی کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

وہ لوگ جو بدعقیدہ اور ظالم ہیں ان سے میل جول ان کی طرف میلانِ طبع اور جھکاؤ کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان ظالموں کے ساتھ چلنے والے ان سے تعلق رکھنے والے، ظلم اور ظالم کی تائید و معاونت کرنے والے سب جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔ ایسے میں کوئی تمہارا ولی اور سرپرست نہ ہوگا جو تمہیں آگ سے بچا سکے بجز اللہ تعالیٰ کے۔

اس لئے اہل ایمان کی بہتری اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجالائیں۔ بدمذہب لوگوں کی دوستی، ان کی مجالس میں شرکت اور صحبت سے باز رہیں۔ کفار و مشرکین کی معاونت کر کے ان کی تقویت کا باعث نہ بنیں۔ ظالموں کی بجائے ان لوگوں کی صحبت اختیار کریں جو عدل و انصاف کے خواہاں اور اس کے لئے ہر وقت کوشاں ہیں۔ سرکشی کی راہ و روش ترک کر کے ایمان و اطاعت کی راہ اختیار کرتے ہیں وہی بہتری اور دوام ہے۔ ظالم کی اعانت کا مطلب بھی تباہی کو دعوت دینا ہے۔ اس لئے ظالم کی طرف جھکنے سے احتراز کیا جائے۔ اسی میں فلاح دارین اور بہتری کا راز مضمر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

"تعاون کیجئے نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں اور بدی اور ظلم و زیادتی میں مت تعاون کیجئے"۔

دین کا تمسخر اڑانے والوں سے دوستی کی ممانعت

کسی کے دین کا مذاق اڑانا جاہلیت کے سوا کچھ بھی نہیں اور یہ نہایت احمقانہ حرکت ہے۔ دین کا مذاق اڑانا سراسر بے وقوفی ہے۔ اس سے لوگوں کے جذبات بھڑک اٹھتے ہیں اور فتنہ وفساد کی آگ بھڑکتی ہے۔ امن وامان تباہ ہوتا ہے۔ دل آزاری کا باعث اور نہایت اذیت ناک فعل ہے۔ ایسے لوگ دین دشمن اور انسانیت دشمن ہوتے ہیں۔ عقل وادراک سے تہی دامن ہوتے ہیں۔ یہ یہود ونصاریٰ اور مشرکین کا شیوا ہے۔ اگر کسی کا عقل وشعور کام کرتا ہو تو وہ ایسی حرکت نہیں کرسکتا۔ دین کا مذاق محض وہ لوگ اڑاتے رہے ہیں جو جاہلیت کا شکار چلے آئے ہیں۔ جن لوگوں نے دین کو سمجھ لیا ہے وہ آج بھی لادینیت سے تائب ہو کر دین اسلام قبول کر رہے ہیں۔ ان کی زیادہ تر تعداد نصرانیوں کی ہے جو لوگ دین کی حقانیت کو سمجھ گئے وہ سراغ زندگی پا گئے اور فائدے میں رہے۔ قرآن حکیم سے ثابت ہے کہ یہود اور نصاریٰ دین کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور یہی حال کفار مکہ کا تھا لیکن دین کا مذاق اڑانے والوں کے ہاتھ رسوائی کے سوا کچھ نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے دین کے دشمنوں کے ساتھ دوستیاں قائم کرنے سے اہل ایمان کو منع فرمایا ہے لیکن افسوس کی بات ہے جو لوگ مسلمان ہوتے ہوئے دین کے احکامات اور تعلیمات سے بے بہرہ ہیں آج وہ دین کا مذاق اڑانے والے دشمنانِ دین کی گود میں بیٹھتے اور ان کے ساتھ مل کر دینِ خدا کا مذاق اڑانے میں مصروف ہیں۔ قرآن حکیم کے حکیمانہ اور دلپزیر کلمات کو ملاحظہ فرمایئے۔ کس خوبصورت اور دلنشین انداز ہیں اہل ایمان کو خدا اور اس کے دین، کے دشمنوں کے ساتھ مل کر اسلام کا مذاق اڑانے سے منع کر رہا ہے۔ یعنی یہود ونصاری جو خدا، خدا کے دین اور خود مسلمانوں کے دشمن چلے آرہے ہیں اور دین کا مذاق اڑانے میں پیش پیش ہیں اہل ایمان کو ان کی دوستی سے باز رہنے کی تاکید اور تلقین کر رہا ہے۔ یہ لوگ مسلمانوں کے دوست اور خیر خواہ نہیں ہو

Marfat.com

سکتے۔ وہ لوگ جو دین کی حقیقتوں سے نا آشنا اور بے بہرہ ہیں ان کا طرز عمل دین کا مذاق اڑانا ہے۔ ایسے خبیث طبع لوگوں سے دوستی کا کیا جواز رہ جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَ اِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝ (المائدہ)

"اے ایمان والو! تمہارے پیشرو اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے تمہارے دین کو مذاق اور تفریح کا سامان بنا لیا ہے انہیں اور دوسرے کافروں کو اپنا رفیق اور دوست نہ بناؤ۔ اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اس سے کھیلتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عقل نہیں رکھتے"۔

یہودی، عیسائی اور کفار و مشرکین سب دین کے دشمن ہیں اور دین کے خلاف سرگرم عمل ہیں۔ یہ لوگ طرح طرح سے دین کا مذاق اڑاتے اور مسلمانوں کو اذیت پہنچاتے ہیں۔ ان لوگوں کی آپس میں دوستی ہے لیکن یہ مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں۔ لہٰذا دین کے دشمن یہود و نصاریٰ اور منکرین، مشرکین سے مسلمان ہرگز دوستی قائم نہ کریں۔ اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو واضح طور پر دین کے دشمنوں سے دوستی قائم کرنے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ پھر سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 50 میں بھی اہل ایمان کے لئے واضح احکام ملتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (المائدہ)

"اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ یہ آپس میں ہی

Marfat.com

ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا دوست بناتا ہے تو اس کا شمار بھی پھر ان ہی میں ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کو اپنی ہدایت سے محروم کر دیتا ہے"۔

قرآن حکیم کی اس آیت کو پڑھ کر کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے کہ یہودی اور عیسائی مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔ پوری تاریخ اسلام اس بات کی شاہد ہے اور اس حقیقت کی تائید کرتی ہے کہ طلوع اسلام سے لے کر آج تک یہودی، عیسائی اور کفار و مشرکین متحد ہو کر مسلمانوں کو مٹانے کے لئے ہمیشہ ان کے درپے آزار رہے۔ قرآن حکیم نے تو واضح کر دیا کہ ان میں سے کوئی بھی تمہارا دوست نہیں بلکہ یہ سب تمہارے ازلی اور ابدی دشمن ہیں۔ ان سے مسلمانوں میں سے کسی نے دوستی کی تو اس کا شمار بھی انہی میں ہوگا۔ اور پھر یہود و نصاریٰ اور کفار سے دوستیاں قائم کرنے والے خدا اور اہل ایمان کے دشمن تصور ہوں گے۔ ان کا خدا اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ وہ بھی یہود و نصاریٰ کی طرح دینِ خدا، اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان کے دشمن ہوں گے اور قہر خداوندی کے مستحق ہوں گے۔

تاریخ شاہد ہے کہ 7ھ میں جب نبی مکرم ﷺ نے حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دعوتِ اسلام کی غرض سے شرجیل بن عمرو والیٔ بصریٰ کے پاس مکتوب دے کر بھیجا تھا تو اس ظالم عیسائی حکمران نے قاصد رسول ﷺ کو بین الاقوامی قوانین اور آداب سفارت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے شہید کر دیا تھا۔ پھر اس کے بعد عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان جنگ موتہ ہوئی۔ پھر یہود کے ساتھ جنگ خیبر ہوئی اس طرح عیسائی اور یہود بالخصوص عیسائیوں کے ساتھ جنگوں کا ایسا سلسلہ چل نکلا کہ صدیوں تک صلیبی جنگوں کی صورت میں عیسائی مسلمانوں سے جنگ آزما رہے اور آخر سلطان صلاح الدین ایوبی کے دور میں تھک ہار کر عیسائیوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی۔ عثمانی ترک خلفاء کے دور میں پھر جنگوں کا سلسلہ چل نکلا۔ عیسائیوں کو یونانی ریاستوں سے ہاتھ دھونے پڑے۔

انیسویں صدی عیسوی میں روس اور عیسائی دنیا کے گٹھ جوڑ نے مسلمانوں کے خلاف نیا

Marfat.com

اتحاد قائم کرلیا۔ یہ وہ دور تھا جب عثمانی خلفاء عیش وعشرت میں کھو کر امور سلطنت سے غافل ہو چکے تھے۔ ان کی شمشیرِ خارا شگاف زنگ آلود ہو چکی تھی۔ ترکوں کے اس دورِ زوال میں روس اور عیسائی، سلطنتِ عثمانیہ کے خلاف سازشوں میں مصروف ہو گئے۔ بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں روس اور عیسائیوں نے سازشوں کے ساتھ ساتھ مسلم دنیا پر یلغاریں شروع کر دیں۔ روس نے جنگ کریمیا میں ترکوں کو شکست دے کر ان کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ مسلسل جنگوں نے ترک حکومت کو اقتصادی اور عسکری لحاظ سے کمزور کر دیا تھا۔ یورپ کی عیسائی دنیا جو روس کی سلطنتِ عثمانیہ کے خلاف پیش قدمی کا گہری نظروں سے جائزہ لے رہی تھی۔ تھکے ماندے اور جنگوں سے نڈھال ترکوں پر ٹوٹ پڑی۔ کرنل لارنس المعروف لارنس آف عریبیا اور اس کے ساتھی عربوں کو سلطنتِ عثمانیہ کے خلاف ابھارنے لگے۔ عیسائیوں نے سلطنتِ عثمانیہ کے مقبوضات اور عرب کے ساحلی علاقوں پر پیش قدمی شروع کر دی جس کے نتیجہ میں جنگ بلقان اور جنگ طرابلس ہوئیں۔ ترک شکست کھا گئے۔ پھر جنگ عظیم میں ترکوں نے جرمنی کا ساتھ دیا لیکن شکست سے دو چار ہوئے۔ جنگ عظیم دوم میں عیسائیوں نے عالمِ اسلام میں افتراق کے ذریعے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور ان ٹکڑوں پر عالمِ اسلام کے ساتھ غداری کے مرتکب افراد حکمران بنا دیئے گئے اور آج تک عالمِ اسلام کے ہر ٹکڑے پر مغرب کے عیسائی حکمرانوں کے پسندیدہ حکمران مسلط چلے آرہے ہیں۔ اس طرح عیسائی اور یہود سے دوستی کا مسلمان صدیوں سے مزا چکھ رہے ہیں یہ سب کچھ جس کی سزا آج عالمِ اسلام بھگت رہا ہے قرآن کی خلاف ورزی کا ہی نتیجہ ہے۔ آج عالمِ اسلام بے بسی کے عالم میں یہود و نصاریٰ کی دوستی پر خوب فخر کرتا ہے اور رونا بھی روتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کی دوستی جس سے قرآن نے منع فرمایا تھا مسلمانوں کو بہت مہنگی پڑی اور آنے والے زمانہ میں یہ دوستی اور مہنگی پڑے گی۔ قرآن حکیم کی خلاف ورزی کرنے والوں کا ہمیشہ بُرا انجام ہوا ہے لیکن اس کے باوجود یہود و نصاریٰ کی دوستی کے لئے عالمِ اسلام کے نام نہاد لیڈر بے چین ہیں۔ وہ لوگ جو یہود و

نصاریٰ کی دوستی کا دم بھرتے ہیں کیا وہ قرآن حکیم کے فرمان کے مطابق ان جیسے نہیں ہیں؟ کلام الٰہی قرآن کریم سچی کتاب ہے۔ اس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ جو جھٹلاتے ہیں وہ فریب خوردہ حقیقت نا آشنا لوگ ہیں۔ یہود و نصاریٰ سے دوستیاں گانٹھنے والے بالکل ان جیسے ہیں اور انہی میں شمار ہوتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ تو مسلمانوں کے کھلے دشمن ہیں اور ان سے دوستیاں قائم کرنے والے مسلمان بھی مسلمانوں اور اسلام کے ویسے ہی دشمن ہیں۔

یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین دین کا مذاق اڑاتے چلے آئے ہیں۔ یہ لوگ دینِ خدا کو کھیل سمجھتے ہیں۔ اسلامی عبادات کا مذاق اڑانا ان کا محبوب مشغلہ رہا ہے اور اب بھی ہے جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ نے ضیاء القرآن میں سورہ المائدہ کے حاشیہ نمبر 120 میں لکھا ہے کہ اذان کے وقت یہودی کہا کرتے تھے کہ یہ کیا نئی رسم نکالی ہے جس کا پہلے ادیان میں نام و نشان نہیں تھا۔ یہ شور و غل نا قابلِ برداشت ہے بجائے اس کے کہ اپنے گھنٹوں اور ناقوس کی بے معنی چیخ و پکار کے مقابلہ میں دل آویز اور بامعنی جملوں کی قدر کرتے وہ الٹا تمسخر اڑاتے یہ ان کی نادانی اور حماقت کا ثبوت نہیں تو اور کیا ہے۔ ضیاء القرآن میں علامہ قرطبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ مدینہ میں ایک عیسائی تھا۔ جب مؤذن اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه کے دلنواز الفاظ کہتا تو وہ بد بخت کہتا حرق الکاذب ''جھوٹا جلایا جائے''۔ چنانچہ ایک رات وہ سو رہا تھا کہ اس کے گھر کو آگ لگ گئی جس میں وہ اور اس کا سارا کنبہ جل کر راکھ ہو گیا۔ گویا اس کو جلا کر اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ جھوٹا کون ہے۔

سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 58 کے آخری الفاظ غور طلب ہیں ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝ ''یعنی یہ (حمایت) اس لئے ہے کہ وہ ایسی قوم ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے''۔ حماقت کا مطلب ہی نادانی اور نا سمجھنا ہے۔ یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کو نادان قوم سے تعبیر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے سچے دین اور اسلامی عبادات کی سمجھ نہیں رکھتے بلکہ الٹا مذاق اڑاتے ہیں۔ لہٰذا یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین خدا کی نظر میں نادان ہیں۔ وہ خدا، خدا کے دین اور مسلمانوں کے دشمن ہیں اسی لئے ان لوگوں کو دوست بنانے کی سختی سے ممانعت کی گئی

Marfat.com

ہے۔ اس کے باوجود مسلمانوں میں سے جو شخص کفار و مشرکین بالخصوص یہود و نصاریٰ کو دوست بنائے گا وہ بھی ان میں ہی شمار ہوگا۔ اس طرح یہ سب لوگ خدا اور مسلمانوں کے دشمن ٹھہرے اور جو بھی ان کا ساتھ دے گا یقیناً ان گستاخوں کے ساتھ خدا کے قہر و غضب کا نشانہ بن کر رہے گا۔ منکرین اسلام سب کے سب شیطان کے پیروکار ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں اور خدا کے خلاف اعلانِ جنگ کر رکھا ہے۔ اور ان کے ساتھ کچھ نام نہاد مسلمان بھی مل گئے ہیں۔ یہ لوگ دین کا مذاق اڑا اڑا کر خوش ہوتے ہیں لیکن یہ خدا کی ناراضگی کو دعوت دے رہے ہیں اور ان کا انجام عبرت ناک ہوگا۔

سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 54 میں اہل ایمان کو وارننگ دی گئی ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

"اے ایمان والو! تم میں سے جو دین سے پھر گیا (تو اس کی بدنصیبی) تو اللہ تعالیٰ عنقریب ایک ایسی قوم لے آئے گا جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوگی اور اللہ تعالیٰ ان کو محبوب ہوگا جو مومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے"۔

ان کی نشانی یہ بتائی:

يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ (المائدہ)

"جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اللہ وسیع ذرائع کا مالک ہے اور سب کچھ جانتا ہے"۔

پھر فرمایا:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ

Marfat.com

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (المائدہ)

''تمہارے رفیق تو حقیقت میں اللہ، اللہ کا رسول اور ایمان والے ہیں۔ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں۔ جو اللہ، اس کے رسول (ﷺ) اور اہل ایمان کو اپنا دوست بنالے اسے معلوم ہو کہ اللہ کی جماعت ہی غالب آنے والی ہے''۔

جاہلوں کی پیروی سے اعراض

جہالت اور ضلالت انسان کی سب سے بڑی دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے صرف ایک ہی دین پسند فرمایا ہے جس کی دعوت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزماں ﷺ تک تمام انبیاء کرام دیتے رہے اور اس دین کو دین اسلام کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور دین نہیں سب انبیاء و رسل اسی دین کی دعوت کے علمبردار رہے ہیں۔ اس دین کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کی پیروی کا مطلب جاہلیت اور گمراہی ہے۔ اور خدا کے خلاف بغاوت اور سرکشی ہے۔ جہالت اور ذاتی مفادات اور خواہشات کے نتیجہ میں انسان فرقہ واریت کا شکار ہوا ہے۔ فرقہ واریت کا اصل سبب جہالت اور ذاتی مفادات ہوتے ہیں۔ مسلم امہ کے لئے یہ دونوں باتیں تباہ کن اور ہلاکت کا باعث ہیں چنانچہ سورۃ الشوریٰ کی آیات نمبر 13 اور 14 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا

Marfat.com

الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾ (الشوریٰ)

''اس نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ اختیار کیا ہے جس کا حکم اس نے فوج کو دیا تھا اور جسے (اے محمد ﷺ) اب ہم نے تمہارے لئے وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے جس کی ہدایت ہم ابراہیم علیہ اسلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام کو دے چکے ہیں تاکید کے ساتھ کہ اس دین کو قائم کرو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ (یعنی فرقوں میں نہ بٹ جاؤ)۔ یہی بات مشرکوں کو ناگوار گزرتی ہے جس کی طرف (اے محمد ﷺ) تم انہیں دعوت دے رہے ہو۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنا کر لیتا ہے اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اسی کو دکھاتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔ لوگوں میں جو تفرقہ پیدا ہوا وہ اس کے بعد (رونما) ہوا کہ ان کے پاس علم آچکا تھا اور اس وجہ سے ہوا کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے تھے۔ اگر تیرا رب پہلے ہی یہ نہ فرما چکا ہوتا کہ ایک وقت مقررہ تک فیصلہ ملتوی رکھا جائے گا تو ان کا قضیہ چکا دیا گیا ہوتا اور حقیقت یہ ہے کہ اگلوں کے بعد جو لوگ کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس کی طرف سے بڑے اضطراب انگیز شک میں پڑے ہوئے ہیں''۔

سورہ الشوریٰ کی ابتدائی آیات میں اللہ تعالیٰ کی جلالتِ شان اور کبریائی کا ذکر ہوا ہے لیکن یہاں دینِ قیم کے قائم کرنے اور قائم رکھنے کا حکم ہو رہا ہے جس کی تاسیس و تکمیل میں سارے اولوالعزم رسول مصروف جہاد رہے۔ لفظ شَرَعَ کے دو مفہوم ضیاء القرآن میں بیان کئے گئے ہیں۔ پہلا مفہوم کوئی طریقہ مقرر کرنا اور دوسرا مفہوم کسی مخفی چیز کو یوں عیاں اور آشکار کرنا کہ شک و شبہ کی کوئی گنجائش تک باقی نہ رہے۔

فرمایا جا رہا ہے کہ اسی اللہ نے اس دین کو تم پر واضح اور بین کر دیا جس کا حکم اس نے رسول اول حضرت نوح علیہ السلام کو دیا تھا اور جس پر آپ ﷺ کو اے خاتم الانبیاء بذریعہ وحی آگاہی بخشی ہے اور یہی وہ دین ہے جس کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام،

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وصیت فرمائی گئی تھی۔ فرمایا کہ پہلا اور آخری اور مختلف دھور و شہور میں تشریف لانے والے یہ جلیل القدر رسول ایک ہی دین اور ایک ہی نظامِ حیات کے داعی اور مبلغ تھے۔ ان آیات میں واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ محمد ﷺ کسی نئے دین کے بانی نہیں ہیں اور نہ انبیاء میں سے کوئی اپنے کسی الگ مذہب کا بانی گزرا ہے۔ بلکہ اللہ کی طرف سے صرف ایک ہی دین ہے جسے شروع سے تمام انبیاء کرام پیش کرتے چلے آئے ہیں اور اسی دین کو محمد ﷺ بھی پیش کر رہے ہیں آیت کریمہ میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر آیا ہے جو طوفان نوح کے بعد نسلِ انسانی کے پہلے پیغمبر تھے۔ اس کے بعد نبی ﷺ کا ذکر بیان ہوا ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام بیان ہوا جو ابو الانبیاء ہیں۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ہوا ہے جن کی طرف یہودی اور عیسائی اپنے مذہب کو منسوب کرتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ نہیں کہ صرف انہی پانچ جلیل القدر انبیاء کو دین کی ہدایت کی گئی تھی۔ اصل میں یہ بتانا مقصود ہے کہ دنیا میں جتنے انبیاء بھی آئے سب کے سب ایک ہی دین لے کر آئے ہیں نمونے کے طور پر فقط ان پانچ جلیل القدر انبیاء کا ذکر بیان کیا گیا ہے جن سے دنیا کی مصروف ترین شریعتیں ملی ہیں۔

تمام انبیاء کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ اسی دین کو قائم کرو اور لوگوں میں رائج کرو تا کہ لوگوں کے اعمال اس دین کے قالب میں ڈھل جائیں۔ انبیاء کرام کا محض یہی فریضہ نہیں کہ وہ اس دین کے محاسن بیان کریں اور زبانی اس کی دعوت دیں بلکہ ان کی ذمہ داری یہ تھی کہ جہاں یہ دین رائج نہیں وہاں یہ دین (نظام حیات) رائج کیا جائے اور جہاں یہ رائج ہے وہاں اس بات کا انتظام کیا جائے کہ دین رائج پزیر اور قائم رہے۔ دین کی اس انداز سے حفاظت کی جائے اور انتظام کیا جائے کہ لوگوں کی عملی زندگیوں میں محکم ہو جائے اور کبھی بھی بے دخل نہ ہو۔ یہ نصب العین جو انبیاء اور رسل کی عظیم البرکات زندگیوں کا نصب العین تھا۔ یہی نصب العین نبی آخر الزماں ﷺ کی امت کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ اور انہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ

Marfat.com

اپنی آراء اور خواہشات نفسانی کی پیروی کر کے اپنی جمیعت کو افتراق و انتشار کا شکار نہ کر دیں اور ایک امت کو فرقوں میں بانٹ کر بے وقار نہ کر دیں کیونکہ اگر انہوں نے اپنی یکتا اور وحدت کو فرقہ بازی کی نذر کر دیا تو پھر وہ اقامتِ دین کے فریضہ سے عہدہ برآ نہ ہو سکیں گے۔ان کے اتحاد اور قوت کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ نئے انسانی معاشروں میں اس کو قائم کرنا تو بڑی بات ہے جہاں ان کے اسلاف کی کوششوں سے دین قائم ہو چکا ہے وہاں اس کا باقی رہنا بھی مشکوک ہو جائے گا۔

قرآن کی ان آیات اور ان میں مذکور احکامات کی نافرمانی کا عملی مظاہرہ ہر زمانے میں مشاہدے میں آیا جس کی مثال اندلس کی تاریخ میں ملتی ہے جیسا کہ چیکوسلواکیہ میں ہوا یا پھر روس کی مسلم ریاستوں میں ہوا اور پھر 1971 میں وطن عزیز میں ہو چکا اور آج پورا عالمِ اسلام اور امت مسلمہ ان احکامات کی نافرمانی کا مظاہرہ پیش کر رہی ہیں۔قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اتحاد و اتفاق سے متعلق احکامات ملتے ہیں اور رحمتِ عالمیان ﷺ نے بار بار امتِ مسلمہ کو نا اتفاقی سے باز رہنے کی تلقین فرمائی ہے اور نا اتفاقی کے عواقب سے ڈرانا چاہیے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ کی نصرت اور رحمت کا ہاتھ جماعت پر ہے"۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس طرح بکریوں کے لئے بھیڑیا ہوتا ہے۔اسی طرح شیطان انسان کے لئے بھیڑیا ہوتا ہے۔بھیڑیا اپنے ریوڑ سے الگ ہو جانے والی یا دور آگے نکل جانے والی یا ایک طرف ہو جانے والی (بکری) کو ہی پکڑتا ہے اور میں تمہیں اس بات سے ڈراتا ہوں کہ تم گروہ ہو جاؤ۔تم پر لازم ہے کہ تم جماعت کے ساتھ اور عام لوگوں کے ساتھ رہو۔(مظہری)

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے محبوب ﷺ جس دین حق کی آپ دعوت دے رہے ہیں یہ مشرکین کو سخت ناگوار گزرتی ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنا مذہب ترک کر کے

Marfat.com

آپ ﷺ کے دین کو قبول کر لیں اپنے معبودان کی پوجا پاٹ اور قدیم رسوم ورواج سے منحرف ہو جائیں جن کے وہ نسل در نسل عادی اور خوگر چلے آرہے ہیں۔ مشرکین اپنا مذہب چھوڑنے، قدیم رسوم ترک کرنے اور نئے مذہب کو قبول کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔

آیت کریمہ کے آخری الفاظ کی تفہیم القرآن میں مختصر طور پر اس طرح صراحت کی گئی ہے کہ اے نبی! ﷺ آپ ﷺ تو ان مشرکین کو دین کی صاف شاہراہ پیش کر رہے ہیں اور یہ نادان اس نعمت کی قدر کرنے کی بجائے الٹے اس پر بگڑ رہے ہیں مگر ان کے درمیان انہی کی قوم میں وہ لوگ بھی موجود ہیں جو اللہ کی طرف رجوع کر رہے ہیں اور اللہ بھی انہیں کھینچ کھینچ کر اپنی طرف لا رہا ہے اور اب یہ اپنی اپنی قسمت کہ کوئی اس نعمت کو پائے اور کوئی اس پر خار کھائے۔ مگر اللہ کی بانٹ اندھی نہیں ہے۔ وہ اسی کو اپنی طرف کھینچتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے اور بھاگنے والوں کے پیچھے دوڑنا اللہ تعالیٰ کا کام نہیں۔

ضیاء القرآن میں جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ نے بڑے دل پزیر انداز میں آیت کے آخری حصے پر روشنی ڈالی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو چاہتا ہے تو وہ اسے ایسے فیض الٰہی سے مخصوص کرتا ہے جس سے بغیر کسی سعی کے اسے طرح طرح کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ یہ نعمتیں انبیاء کرام، صدیقین اور شہیدوں میں سے بعض مقربین کو مرحمت ہوتی ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں:

(1) ایک صورت تو یہ ہے کہ وہ محض اپنی مہربانی سے کسی کو اپنے قرب اور محبت کے لئے چن لے۔ اور اسے اپنے گوناگوں انعامات اور احسانات سے سرفراز کرے۔ یہ لطفِ عمیم انبیاء کرام، صدیقین اور شہداء پر کیا جاتا ہے۔

(2) دوسری صورت یہ ہے کہ انسان ہر طرف سے منہ موڑ کر اللہ کی رضا جوئی کے لئے اپنی ہمت وقف کر دے۔ جب کوئی شخص خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی راہِ طلب پر گامزن ہوتا ہے تو ابتداو آزمائش کے ابتدائی مرحلے میں سرخرو ہو جاتا ہے تو پھر توفیق الٰہی اس کی دست گیری کرتی ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو منزل پر پہنچا دیتی ہے۔

Marfat.com

علامہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ خود چن لیتا ہے اور اسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے جن میں اس بندے کے اختیار کا کوئی دخل نہیں ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی مراد ہوتا ہے اور وہ انبیاء اور صدیقین ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی رہنمائی فرماتا ہے تو وہ مرید ہے جیسے اولیاء کرام اور اس کے نیک بندے۔

سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر 14 میں افتراق وانتشار اور فرقہ واریت کا سبب جہالت اور بے عملی بتایا گیا ہے جس کی کوکھ سے حسد اور بغض جنم لیتے ہیں۔ حسد اور بغض رقابت کا سبب بنتے ہیں جس کی وجہ سے لوگ الگ الگ فرقوں میں بٹ جاتے ہیں۔ اور لوگ اپنی برتری کا سکہ جمانے کے لئے الگ پارٹی بنا لیتے ہیں اب برتری کی بھی کئی وجوہات ہوتی ہیں مثلاً عملی برتری اور نسلی برتری وغیرہ اس طرح ملت کی وحدت اور اتحاد میں نقب لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنی ذاتی اغراض، ذاتی مصلحتیں اور ذاتی مفادات انہیں ایسا کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ جانتے بوجھتے بھی غلط راہ پر چل نکلتے ہیں۔ بَغْيًا مِنْهُمْ کے الفاظ کا اطلاق ہم سب پر ہوتا ہے اور ہم سب کے لئے توجہ طلب ہے۔ فرمایا کہ ان کے کرتوتوں کا تقاضا تو یہ ہے کہ انہیں تہس نہس کر دیا جائے جو ذاتی اغراض کی خاطر ملت میں رخنے ڈالتے ہیں لیکن اے میرے حبیب! ﷺ تیرے رب نے اپنی رحمت اور حکمت کے پیشِ نظر انہیں ایک مقررہ مدت تک مہلت اور ڈھیل دی ہے۔ اس لئے اس مقررہ مدت تک ان کی رسی ڈھیلی رہے گی ممکن ہے اس اثناء میں ان کی چشم ہوش کھل جائے اور انہیں اپنی غلط کاریوں پر ندامت ہو اور توبہ کر کے راہِ راست پر آجائیں۔ اور اپنی بخشش کا سامان کر لیں اور اگر انہوں نے مقررہ مدت کے اندر اندر توبہ نہ کی تو اس کے بعد انہیں حرف غلط کی طرح مٹا دیا جائے گا۔ اور مقررہ وقت یعنی قیامت کے دن ان کو عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

مشرکین مکہ سے پہلے یہود اور نصاریٰ توریت اور انجیل کے وارث بنائے گئے تھے۔ ان کی آنے والی نسلیں شکوک وشبہات کا شکار ہو گئیں اور ان کو تباہی اور بربادی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہود و نصاریٰ فرقوں میں بٹ گئے حالانکہ ان کو توریت اور انجیل کا وارث بننے کی

سعادت حاصل تھی۔ اسی طرح مکہ کے مشرکین بھی جن کو قرآن مقدس کا وارث بنایا گیا ہے۔ وہ عقل کے اندھے اس تذبذب میں مبتلا ہیں کہ آیا یہ کتاب خدا کی نازل کردہ ہے کہ نہیں۔ مُرِیْبُ کا مطلب علامہ ثناء اللہ پانی پتی نے یہ بتایا ہے کہ ایسا شک وشبہ جس سے دل میں قلق اور اضطراب پیدا ہو اسے مریب کہتے ہیں۔

الغرض آیات قرآنی میں ہر بات واضح کی گئی ہے کہ خدا کا واضح اور بین طریقہ اور راستہ دین قیم ہی ہے جو ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ اگر اس دین کو نظر انداز کر کے جاہلیت اور اپنی ذاتی انا، اپنی مصلحتوں اور خواہشات کی کوئی پیروی کرے گا تو یہ سرکشی اور بغاوت ہوگی۔ ایسے لوگوں کو جو بغاوت کا راستہ اختیار کریں گے۔ دین میں فرقے اور گروہ بنائیں گے۔ انہیں الگ پارٹی قائم کریں گے ان کو ان کی کرتوتوں کی سخت سزا دی جائے گی کیونکہ انہوں نے دین کا واضح راستہ چھوڑ کر امت کی وحدت کو نقصان پہنچایا ہے اور اتحادِ ملی کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ حسد اور بغض کی بناء پر انہوں نے الگ گروہ بنا کر دین اور اتحاد ملی کو نقصان پہنچایا ہے۔

سورۃ الجاثیہ کی آیات نمبر 18 اور 19 میں مزید اس مضمون پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ واضح اور بین دین کے ہوتے ہوئے جاہلوں اور اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی نہ کی جائے۔ نفسانی خواہشات کی پیروی کے نتائج گروہ بندی کی صورت میں نکلتے ہیں جو اقوام اور دین دونوں کے لئے ضعف کمزوری اور ہلاکت کا باعث ہوتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾ (الجاثیہ)

"اس کے بعد اے محبوب! ﷺ ہم نے آپ کو دین کے معاملہ میں ایک صاف شاہراہ اور شریعت پر قائم کیا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ اسی پر چلیں اور ان لوگوں کی خواہشات کی اتباع نہ کریں جو علم نہیں رکھتے۔ اللہ کے مقابلے میں وہ

تمہارے کچھ بھی کام نہیں آ سکتے ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور متقیوں کا دوست اللہ تعالیٰ ہے"۔

ان آیات سے پہلے بنی اسرائیل کا ذکر ہے کہ انہیں کتاب، حکومت اور نبوت اور پاکیزہ رزق سے نوازا۔ سارے جہاں سے اس وقت کی اقوام پر فضیلت دی اور انہیں دین کے معاملہ میں واضح دلائل دیئے لیکن اس کے باوجود علم آجانے کے بعد وہ آپس میں حسد و عناد کے باعث جھگڑ پڑے۔ ان کے اختلافات شدید نوعیت کے تھے۔ بنی اسرائیل فرقوں میں بٹ گئے۔ انتشار و افتراق نے ان کی دینی اور اخلاقی زندگی کو گوناگوں خرابیوں کی آماجگاہ بنا دیا تھا۔ فرقہ بندی کے باعث ان کی ظاہری قوت بھی پاش پاش ہوگئی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کا انتشار اور اختلاف جہالت کی وجہ سے نہ تھا۔ وہ سب کچھ جانتے تھے محض حسد و بغض اور باہمی کینہ کی وجہ سے الگ الگ ٹکڑوں میں بٹ گئے تھے۔ اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانے لگے۔

بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے جو عنایات کی تھیں انہوں نے جس طرح باہمی حسد اور بغض سے اپنے آپ کو مختلف دھڑوں میں تقسیم کر کے اپنی افادیت کھو دی تھی اب وہ اس قابل نہ رہے تھے کہ دعوتِ حق کے منصب پر قائم رہیں۔ ان کے حالات بیان کرنے کے بعد روئے سخن اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے اور فرمایا جا رہا ہے کہ ہم نے دین کے معاملہ میں ایک واضح شریعت عطا فرما دی ہے جس میں کسی قسم کا نقص نہیں۔ دین و دنیا کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنے والی ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے والا فرد ہو یا امت فلاح دارین کے شرف سے مشرف ہوگا۔ اس لئے اے میرے پیارے محبوب! ﷺ اب آپ ﷺ پر فرض ہے کہ آپ ﷺ اس کی پیروی کریں۔ نفس کے پرستار اور دنیا کے بجاری لاکھ شور مچائیں آپ ﷺ ان کی طرف قطعاً توجہ نہ فرمائیں۔ ثابت قدمی اور استقامت سے آگے بڑھتے جائیں۔ جس ذات نے آپ ﷺ کو شریعت عطا فرمائی ہے وہ علیم و خبیر ہے اور اعتراض کرنے والے لوگ جاہل اور نفس پرست ہیں اگر علیم و خبیر خدا کی واضح اور بین

ہدایات پران جاہلوں کی نفسانی خواہشات کوترجیح دی گئی تو جونتیجہ مرتب ہوگا وہ واضح ہے۔

سورہ الشوریٰ اور الجاثیہ کی جن آیات کا اوپر ذکر ہوا ان کا لب لباب یہ ہے کہ واضح شریعت اور بین دین کونظر انداز کر کے محض حسد وبغض، جاہلیت، ذاتی خواہشات اور آراء کی پیروی کا نتیجہ گروہ بندی اور انتشار وافتراق کی صورت میں نکلے گا جس کی وجہ سے قومیں اپنی افادیت کھو دیتی ہیں۔ ضعف، ذلت، رسوائی اور ہلاکت ان کا مقدر ٹھہرتی ہے۔ آج امتِ مسلمہ اسی کیفیت کا مظہر ہے۔

آیات کریمہ، عالمِ اسلام بالخصوص اہل پاکستان کے لئے غور طلب ہیں۔ آج ہم نے اس شاہراہ کو بھلا دیا ہے جس کے بارے میں رب کائنات نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کو صاف صاف بتا دیا تھا ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ یعنی اے نبی! ﷺ اس کے بعد ہم نے آپ کو دین کے معاملہ میں ایک صاف شاہراہ (شریعت) پر قائم کر دیا ہے۔ لہٰذا تم اس پر چلو اور ان لوگوں کی نفسانی خواہشات کا اتباع نہ کرو جو علم نہیں رکھتے۔ اور پھر یہ بھی واضح کر دیا کہ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا یعنی وہ لوگ اللہ کے مقابلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے کیونکہ کافر و مشرکین ظالم لوگ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ بلاشبہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

مسلمانان برصغیر چار سو سالوں تک یہاں کے حکمران رہے انہوں نے قرآن کے اس حکم کو بھلائے رکھا۔ آخر کار وہی ہوا جو سرکشی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ مغرب کے تاجروں نے برصغیر پر قبضہ کر لیا اور اقتدار مسلمانوں سے چھن گیا اور سو سال تک غلامی کی سزا بھگتنی پڑی۔ ابتلا کے اس دور میں اس شاہراہ کی یاد ہمیں بار بار آتی رہی۔ ہم نے اللہ سے وعدہ کیا ہمیں ایک آزاد ملک عطا کر دے جہاں ہم پاک لوگوں کا پاک معاشرہ قائم کر سکیں۔ ہم نے کفارِ ہند اور نصاریٰ مغرب سے جنگ لڑی اور سترہ لاکھ جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ہمیں پاکستان کی شکل میں خون میں ڈوبی ہوئی ایک آزاد مملکت کی نعمت سے نوازا۔ اس سرزمین پر قدم رکھتے ہی ہم سجدہ شکر بجالائے۔ پھر ہم نے اس دھرتی کی طرف مڑ کر بھی نہ

Marfat.com

دیکھا جہاں ہم خون میں لت پت شہداء کی لاشیں چھوڑ کے آئے ہیں وطنِ عزیز کے لئے جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے شہداء کو ہم نے کبھی یاد تک نہیں کیا جن کے خون سے سر زمین ہندوستان نہا گئی تھی ہم آزاد کیا ہوئے آزادی کے نشہ میں سب کچھ بھول گئے۔ سترہ لاکھ شہداء کو کیا، ہم خدا کو بھی بھول گئے۔ خدا کو بھولنے کے ساتھ ساتھ ہم نے بین شاہراہ (شریعت) کے نشانات بھی مٹا ڈالے۔ پھر ہمیں اس سرکشی کی سزا ملی۔ 24 سالوں کے بعد ہی وطنِ عزیز دولخت ہو گیا قوم ایک بار پھر خون میں نہا گئی۔ پھر بھی ہم نے اتنے بڑے سانحہ سے کوئی سبق نہ سیکھا۔ پھر ہم گمراہی میں بڑھتے ہی گئے۔ ہم نے نئی شاہراہیں دریافت کرلیں جو واشنگٹن اور لندن کو جاتی ہیں پھر ماسکو کو جانے والی شاہراہ کو بھی ہم نے دریافت کرلیا 1971ء کے بعد تو ہم دنیا کے سٹریٹ بیگر (street beger) بن کر رہ گئے۔ 58 سال گزرنے کے بعد بھی ہم نے کبھی تعمیر ملی کا نہیں سوچا۔ جبکہ ہم نے موٹروے اور ہائی وے تعمیر کر لئے ہیں۔ ہم نے شاہراہ دین قیم کی تعمیر کے بارے میں کبھی نہیں سوچا۔ خدا کی راہ کو چھوڑ کر ہم واشنگٹن، لندن، ماسکو اور بیجنگ کی شاہراہوں پر چل چل کر تھک چکے ہیں۔ مغرب کی تقلید نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ مغرب کی مادی ترقی پر فریفتگی کے نتیجہ میں ہماری پاکیزہ ثقافت اور تہذیب مغربی تہذیب کے قالب میں ڈھل گئی ہیں۔ ہمارا منصفانہ نظامِ معیشت مغرب کے سرمایہ دارانہ اور ظالمانہ نظام کی نظر ہو گیا ہے جس کے نتیجہ میں چند خاندان امیر بن گئے ہیں اور قوم قلاش ہو گئی ہے۔ مغرب سے ہمیں روشن خیالی کا جو تحفہ ملا ہے اس میں ہم نے خدا کی روشن شاہراہ کو بھلا دیا ہے۔ اب ہمارا قبلہ مکہ میں نہیں واشنگٹن اور لندن میں ہے۔ ہماری حاجات کا مرکز دربار خداوندی نہیں رہا وائٹ ہاؤس اور لندن کی ڈاؤن سٹریٹ ہے جو روشن خیال مراکز ہیں جہاں بے حیائی اور بے غیرتی کی شمعیں ہر طرف اور ہر وقت جلتی ہیں۔ اے ناداں مسلم! تو نے کبھی سوچا کہ قرآن نے تجھے چودہ سو سال قبل کیا حکم دیا تھا؟ خدا نے اپنے محبوب ﷺ کو واضح طور پر بتا دیا تھا کہ اے محبوب! ﷺ ہم نے دین کے معاملہ میں آپ ﷺ کو صحیح راہ پر پختہ کر دیا ہے پس آپ ﷺ

Marfat.com

اس کی پیروی کرتے رہیں اور ان لوگوں کی نفسانی خواہشات کی پیروی ہرگز نہ کریں جو (دین کی حقیقت سے) بے علم ہیں یعنی جو لوگ نفس کے پرستار اور دنیا کے بجاری ہیں۔ خدا اور اس کے نبی آخر الزماں ﷺ نے ہمارے لئے وہی راہ پسند فرمائی اور اسی پر چلنے کا حکم دیا۔ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن یعنی لادین عناصر جو نفسانی خواہشات کے پیرو کار ہیں ان کی راہ پر چلنے سے منع فرما دیا۔ روشن راہ تو وہی ہے جو خدا نے مقرر فرمائی ہے اور جس پر نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے پیروکاروں کو چلنے کا حکم دیا گیا ہے مسلم امہ نے جب بھی اس راہ سے روگردانی کی قوم ٹکڑوں میں بٹ کر اغیار کے در کے ٹکڑے مانگنے پر مجبور ہوگئی۔ خدا کی بین شاہراہ کو چھوڑ کر نفسانی خواہشات کی راہ پر چلنے کا نتیجہ ہمیشہ امت مسلمہ کی تباہی کی صورت میں برآمد ہوا۔ دنیا پر نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ سارے جہاں میں کونسی قوم در در کے ٹکڑے مانگتی نظر آتی ہے۔ جاہلیت کی روشن خیالی کا دامن نہیں چھوڑ رہی۔ کاش کوئی مردِ حق اس دورِ جاہلیت میں شاہراہِ روشن سے بھٹکی ہوئی امتِ مسلمہ کو روشن خیالی کے اندھیروں سے نکال کر قرآن کی بتائی ہوئی روشن راہ پر ڈال دے۔ اور اسلام کا وہی نظام جسے رحمتِ عالمیان ﷺ نے عرب کے جہنم زار میں نافذ فرما کر اسے رشک فردوس بنا دیا تھا۔ کاش کوئی تو ہوتا جو اس نظام کو سرزمین پاکستان میں نافذ کر کے قوم کی کشتی کو ساحل سے ہمکنار اور آشنا کر دیتا۔ اے خدا ہم کب تک دریوزہ گر ہو کر در در کی ٹھوکریں کھاتے پھریں گے اور اغیار کے سایۂ دیوار تلے پڑے رہیں گے۔ اہل پاکستان کو ایسی قیادت عطا فرما دے جو نور ایمان سے اس قدر مالا مال ہو کہ کفر و الحاد کے طوفان میں قرآن کی اس آیت کریمہ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ پر عمل پیرائی کی ہمت رکھتی ہو۔

اے خداوند قدوس قوم کو بھولا ہوا سبق یاد دلا دے اور دل میں بٹھا دے اور ہماری نئی نسل کو اس شاہراہِ روشن کا راہرو بنا دے جو تو نے اس کے لئے مقرر کر رکھی ہے۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَ قُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ

Marfat.com

اَللّٰہُ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ (الشوریٰ:15)

"اے محمد! ﷺ اب تم اسی دین کی طرف دعوت دو جس طرح آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے۔ اس پر مضبوطی سے قائم ہو جاؤ اور ان لوگوں کی خواہشات کا اتباع نہ کرو اور ان سے کہہ دو کہ اللہ نے جو بھی کتاب نازل کی ہے میں اس پر ایمان لایا۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں۔ اللہ ہی ہمارا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں"۔

حرمات مال (کاروباری بددیانتی)

حرمت اموال میں ہر قسم کے مال میں بددیانتی مثلاً کاروباری خیانت، رشوت، چوری، ڈاکہ زنی، حرمت سود، بخل اور اسراف شامل ہیں۔ سب سے پہلے کاروباری بددیانتی کی حرمت کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

کاروباری بددیانتی اور خیانت بدترین گناہ اور اخلاقی جرم ہے اور شرف انسانی کے خلاف عمل ہے۔ بددیانت کوئی قوم ہو یا افراد ہر صورت میں تباہی اور فتنہ وفساد کا سبب ہیں۔ انسان کا یہ عمل اخلاقی نکتہ نظر کے اعتبار سے گھٹیا اور کمینہ پن کے زمرہ میں شمار ہوتا ہے۔ ایسا انسان جو خائن اور بددیانت ہو، بے وقعت اور رذیل سمجھا جاتا ہے۔ عام لوگوں کے علاوہ کاروباری حلقوں میں کوئی ایسے انسان پر اعتماد نہیں کرتا۔ یہ شرک کی طرح گھناؤنا جرم ہے۔

سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 85 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ (الاعراف)

" (حضرت شعیب علیہ السلام) نے (اپنی قوم سے) کہا اے برادرانِ قوم! تمہارے پاس تمہارے رب کی صاف رہنمائی آ گئی ہے لہٰذا وزن اور پیمانے پورے کرو۔ لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو اور زمین میں فساد برپا نہ کرو جبکہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے۔ اس میں تمہاری بھلائی ہے اگر تم واقعی مومن ہو"۔

کسی انسان کو خصوصاً مسلمان کو ہرگز یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ لوگوں کو وزن یا پیمائش میں کم تول کر یا کم پیمائش کے ذریعے گھاٹا دے بلکہ کسی بھی طریقہ سے دوسروں کو گھاٹا دینے کی

Marfat.com

اجازت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا صاف اور قطعی حکم یہی ہے کہ لوگوں کو پورا پورا دو۔ کم تول کر یا کم پیمائش کے ذریعے لوگوں کو چیزیں دینا گویا زمین پر فساد پھیلانا ہے اور یہ بہت بڑا جرم اور بداخلاقی ہے۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے ضیاء القرآن میں اس آیت کریمہ کی صراحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا مسکن بحر احمر کے کنارے مَدْیَن تھا جو کہ کوہِ طور کے جنوب مشرق کی طرف آباد تھا۔ یہ شہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک صاحبزادے مَدین کے نام سے منسوب تھا جو کہ آپ کی اہلیہ محترمہ قنطورا کے بطن سے تھے۔ یہ قوم مدین کی نسل سے تھی۔ اسی لئے انہوں نے اس شہر کا نام اپنے جدامجد کے نام پر مدین رکھا تھا۔ یہ قوم تجارت پیشہ تھی اور ان کی بستیاں وہاں تھیں جہاں جزیرہ نمائے عرب کی دو مشہور شاہراہیں (یمن سے شام اور عراق سے مصر) آکر ملتی تھیں ان مشہور بستیوں کی حیثیت ایک اہم منڈی اور تجارتی مرکز کی تھی۔ اس لئے اہل مَدْیَن کاروبار کی وجہ سے خوشحال تھے۔ خطیب الانبیاء حضرت شعیب علیہ السلام کے مواعظ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی قوم میں دو خرابیاں تھیں اور آپ نے اپنی قوم کی ان خرابیوں کی اصلاح کے لئے اپنی کوششیں وقف کر دی تھیں۔ ایک تو یہ کہ اگرچہ آپ کی قوم کا سلسلۂ نسب موحدِ اعظم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جا ملتا تھا لیکن مرورِ زمانہ اور دوسری اقوام سے میل جول کے باعث ان میں شرک جڑ پکڑ چکا تھا۔ اس لئے حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں سب سے پہلے سمجھایا کہ اللہ ایک ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ان میں دوسری خرابی یہ تھی کہ وہ تجارتی لین دین میں دھوکہ دہی اور فریب سے باز نہیں آتے تھے۔ ان کا مقصدِ حیات (آج کے مسلمانوں کی طرح) "زیادہ دولت کماؤ"۔ بن کر رہ گیا تھا۔ اس مقصد کے لئے وہ بڑی سے بڑی بے ایمانی اور فریب کاری کو جائز سمجھتے تھے کم تولنا اور کم ناپنا ان کا معمول بن چکا تھا۔ نیز دوسرے لوگوں سے چیز خریدتے وقت ان کی سادگی سے فائدہ اٹھا کر اس کی کم قیمت ادا کرنا ان کے نزدیک ہرگز معیوب نہ تھا۔ حضرت شعیب علیہ

Marfat.com

السلام نے اس برائی سے بھی ان کو روکا اور آخر میں اپنی قوم کو متنبہ کیا کہ اگر تم نے توحید کی جگہ شرک اور ہدایت کی جگہ گمراہی اختیار کی یا تجارتی اصولوں کو اپنی ذاتی منفعت کے لئے پامال کیا تو امن و ہدایت کی فضا میں فتنہ و فساد کی آگ کے شعلے بھڑک اٹھیں گے۔

آج مسلم امہ سارے جہاں کی برائیوں میں مبتلا ہے لیکن پھر بھی ذرا سا احساس تک نہیں۔ کم تولنا، کم ناپنا، ملاوٹ کرنا، جھوٹی قسمیں کھانا، دھوکہ دہی، فریب کاری، لوٹ مار، رہزنی اور قتل و غارت غرض کونسی برائی اور خرابی اس ملت میں نہیں پائی جاتی۔ آخر زلزے اور طوفان پھر کیوں نہ آئیں۔ ہم نے بھی قوم شعیب علیہ السلام کی طرح اپنا مقصدِ حیات دھن دولت کمانا بنا رکھا ہے۔ دولت کے حصول کے لئے سعودی عرب، متحدہ امارات، جاپان، کوریا، امریکہ اور برطانیہ غرض ہر ملک کی گلیوں کی خاک ہم چھانتے پھر رہے ہیں۔ دنیا بھر میں ہم سٹریٹ بیگر کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ ہمیں کسی اپنے یا غیر سے محبت نہیں لیکن فقط دھن دولت سے محبت ہے۔ دولت کے حصول کے لئے ہم ملک، ملت، دین و ایمان اور عزت داؤ پر لگانے کے لئے تیار ہیں۔ صبر و قناعت کی سب حدیں ہم نے توڑ ڈالی ہیں اور بعید نہیں کہ خدا ہماری کمر توڑ ڈالے۔ بس اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں معاف کر دے اور ہدایت کے ساتھ ساتھ صبر و سکون عطا فرمائے۔

Marfat.com

رشوت

سرورانبیاء ﷺ نے خطبۂ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

" اے لوگو! تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں قیامت تک ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح آج کا دن، یہ شہر اور مہینہ حرمت والا ہے دیکھو تم جلد اپنے رب کے حضور پیش ہو گے۔ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگ جاؤ۔

(بخاری شریف و تاریخ اسلام)

اسلامی شریعت میں ہر قسم کے ناجائز ذرائع سے مال کمانے کی ممانعت ہے اور ایسے مال کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 185 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ مال جس پر تمہارا حق نہیں وہ تمہارے لئے حرام ہے اسی بات پر فرمان نبوی میں زور دیا گیا ہے کہ تم پر دوسروں کے اموال، ان کی عزتیں اور جانیں حرام ہیں جس طرح شہر مکہ، حج کا دن اور حج کا مہینہ حرمت والے ہیں اور لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ تم بہت جلد دربار الٰہی میں حاضر ہو گے اور وہاں تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم دنیا میں جو چاہو کرتے پھرو۔ دوسروں کے اموال، رشوت، ہیرا پھیری، دھوکا دہی، چوری چکاری، رہزنی اور ڈاکہ زنی سے لوگوں کا مال چھین لو اور مزاحمت کرنے والوں کی گردن اڑا دو۔ تم میں سے ہر ایک کو قیامت کے دن تمہارے اچھے اور برے اعمال کا حساب اللہ تعالیٰ کو دینا ہوگا۔ نیک اعمال کی جزا اور برے کاموں کی سزا بھگتنی ہوگی۔ اور دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں کی حدت کا مزا چکھنا پڑے گا۔

حرام مال جو ناجائز ذرائع سے حاصل کیا جائے اسلامی نظامِ معیشت کے قواعد و ضوابط کے خلاف ہے اور ناجائز ذرائع سے مال کمانے کی ممانعت کے بارے میں سورۃ البقرہ کی

Marfat.com

آیت نمبر 188 میں یوں صراحت کی گئی ہے:

وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ
لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

''اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ اور نہ ہی اس مال سے (رشوت دیکر) حاکموں تک رسائی حاصل کرو تا کہ اس طرح لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ظلم سے کھا جاؤ حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ اللہ نے حرام کیا ہے''۔

اس آیت کریمہ میں ناجائز ذرائع سے مال کھانے کی حرمت کا واضح حکم ہے اور علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ وہ شخص جس نے ایسے طریقے سے مال حاصل کیا جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی تو اس نے باطل ذریعہ سے مال کھایا۔ علامہ قرطبی کے مطابق اس میں جوا، دھوکا دہی، زبردستی چھین لینا، کسی کے حقوق کا انکار اور وہ مال جسے اس کے مالک نے خوشی سے نہ دیا ہو سب اکل باطل میں شامل ہیں۔ علامہ قرطبی نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ کوئی شخص رشوت دیکر یا جھوٹی قسم کھا کر یا جھوٹی گواہیاں دلوا کر اپنے حق میں فیصلہ کروالے تو قاضی کا فیصلہ حرام کو حلال نہیں کر سکتا۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ نے ضیاء القرآن میں اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے تفہیم القرآن میں حضور ﷺ کی یہ حدیث بیان کی ہے۔

''تم میرے پاس جھگڑے چکانے کے لئے آتے ہو۔ ممکن ہے تم میں سے ایک فریق زیادہ چرب زبان ہو اور میں فرض محال اس کے حق میں فیصلہ دے دوں۔ اگر میں کسی کو اس کے بھائی کا حق دے دوں تو وہ ہرگز نہ لے۔ بے شک وہ اس کے حق میں آگ کا ایک ٹکڑا ہے''۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ ایک طرف ہم مسلمان ہونے کے دعوے کرتے نہیں شرماتے تو دوسری طرف قرآن حکیم کی ایمان افروز حکم بھی خاطر میں نہیں لاتے۔ اگر ہم فرمان الٰہی پر ذرا غور کریں تو شاید شرم محسوس ہونے لگے۔ قرآن کی دعوت کس قدر دلپزیر اور خوبصورت ہے وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ یعنی تم رشوت دیکر حکام تک رسائی حاصل نہ کرو۔ اور لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ظلم اور گناہ سے نہ کھاؤ۔

Marfat.com

آج وطن عزیز کا شمار دنیا کے کرپٹ ترین ممالک میں ہوتا ہے کوئی سرکاری ادارہ یا دفتر ایسا نہیں جہاں رشوت نہیں چلتی۔ قیامِ پاکستان کے وقت محکمہ بحالیات میں یہ مہلک بیماری پیدا ہوئی پھر اس کے جراثیم ہر جگہ پہنچ گئے پہلے رشوت کی ٹرافی پولیس کو اس میدان میں اول آنے پر ملی لیکن واپڈا والوں نے جلد ہی چمپیئن کی شیلڈ ان سے چھین لی اس کے بعد ہر محکمہ میدان میں کود پڑا۔ ہائی وے اور بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ میں تارکول، بجری اور سیمنٹ کھا جانے کا رواج چل نکلا۔ ٹھیکیدار کو اوورسیز سے لے کر اوپر تک بھتہ دینا پڑتا ہے اس کے ریٹ مقرر ہیں۔ اصل پراجیکٹ پر 1/4 حصہ رقم خرچ ہوتی ہے اور باقی سب کچھ ہضم ہو جاتا ہے اگر مسلمان فرمان خدا اور ارشاد رسول اللہ ﷺ پر غور کریں اور عمل پیرا ہوں تو تمام مقدمہ بازیاں ختم ہو جائیں مقدمات کی پیروی پر وقت اور سرمایہ خرچ ہوتا ہے وہ ضائع ہونے سے بچ جائے گا۔ اور ساتھ ہی نفرتوں اور دشمنیوں کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ پیار اور محبت بڑھے گا لیکن یہ تبھی ممکن ہے جب ہم سچے دل سے ان دونوں فرامین کو مان لیں تو معاشرہ اور خرابیوں سے پاک ہو جائے گا اور ماحول خوشگوار ہو جائے گا۔

اگر ہم نے کرپشن سے توبہ نہ کی اور اس میدان میں آگے ہی آگے بڑھتے گئے جس رفتار سے اب بڑھ رہے ہیں تو یقیناً ساری دنیا سے آگے بہت ہی آگے نکل جائیں گے۔ دوسرے لوگ جو اس دوڑ میں ہم سے پیچھے رہ جائیں گے اور وہ ہمارا تعاقب کریں گے لیکن اس وقت تک کرپشن کی چمپیئن شپ کی ورلڈ ٹرافی ہمارے ہاتھوں میں ہوگی۔ دوسرے لوگ تھک کر ہار مان چکے ہوں گے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آج کل جو ٹرافیاں شیلڈز اور انعامی کپ جیتنے والوں کو ملتے ہیں چند ماہ بعد ان کو کباڑیئے بھی نہیں لیتے۔ اور خواہ مخواہ گھر میں یہ کھلونے جگہ گھیرے رکھتے ہیں۔

اسلامی شریعت میں کسی بھی طریقہ سے ناجائز ذرائع سے مال کے حصول کی ممانعت ہے۔ ایسا طریقہ جس میں جسمانی اور ذہنی کاوش کا عمل دخل نہیں، سے کمایا ہوا مال حرام ہے۔ قرآن حکیم میں یتیم کے مال کی حرمت کا بیان یہ ہے وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ (الانعام:152) ''یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ''۔

Marfat.com

چوری وڈاکہ زنی

سورۃ البقرہ آیت نمبر 188 کے ابتدائی الفاظ حرمتِ مال کے مضمون پر بڑی واضح روشنی ڈالتے ہیں کہ لوگوں کا ناحق مال نہ کھاؤ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ یعنی آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے نہ کھاؤ۔ اس میں چوری، ڈاکہ زنی یا کسی بھی غلط اور ناجائز طریقہ سے کمایا ہوا مال شامل ہے۔ ڈاکہ زنی کے موضوع پر سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 33 میں ارشاد الٰہی اس طرح بیان ہوا ہے کہ ہتھیار بند ڈاکوؤں کے ہاتھ اور پاؤں متضاد اطراف یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیئے جائیں تا کہ یہ ظالم لوگ دوسروں کے لئے نشانِ عبرت بن کر رہ جائیں۔ اور دیکھنے والے اس قبیح فعل سے باز آ جائیں اور معاشرے میں امن وسکون کا ماحول پیدا ہو جائے۔

سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 38 میں چوری چھپے مکان، دوکان، کھیت یا کھلیان سے لوگوں کا مال چوری کرنے والے مرد اور عورت کی سزا کا ذکر ہے۔ چور مرد اور چور عورت معاشرے کے بدترین لوگ ہیں جو دوسروں کی محنت شاقہ کی کمائی پر ہاتھ صاف کر جاتے ہیں جیب تراش بھی اس قبیل کے لوگوں میں شامل ہیں۔ قرآن پاک نے جس پاکیزہ اور خرابیوں سے ماورا معاشرے کا سنگِ بنیاد رکھا ہے۔ اس نے معاشرے کے تمام افراد کے حقوق وفرائض کا بھی تعین کیا ہے۔ عوام کے ہر فرد کی آبرو، جان اور مال کی حفاظت کی ذمہ داری حکومت اسلامیہ پر عائد ہوتی ہے۔ ڈاکہ زنی جیسے گھناؤنے جرم کی روک تھام کے لئے قرآن حکیم نے ڈاکہ زنی کے مرتکب افراد کے لئے کڑی سزا مقرر فرمائی ہے اور یہ سزا حکمت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ سورہ المائدہ کی آیت نمبر 38 میں ہے:

وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا

Marfat.com

نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

"اور چوری کرنے والے اور چوری کرنے والی (کی سزا یہ ہے) ان کے کیے کے بدلے ان کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں"۔

مفسرین نے چوری کی یہ سزا مقرر کرنے کی دو وجوہات بیان کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا یہ اس کے کیے کی سزا۔ اب وہ اسے بھگتے۔ دوسری نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ یعنی نکال ایسی سزا کو کہتے ہیں جو دوسروں کے لئے باعث عبرت ہو۔ یہ دو مقاصد اسی طرح پورے ہو سکتے ہیں جیسا کہ قرآن میں حکم دیا گیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوگا تو معاشرہ فتنہ و فساد کی آماجگاہ بن جائے گا۔ بعض مغرب زدہ لوگ قرآن کی اس سزا کو ظالمانہ قرار دیتے ہیں۔ شاید وہ بھول جاتے ہیں کہ ایک مہذب اور متمدن معاشرے کے قیام اور بقا کے لئے سزا ضروری ہے۔ اگر قرآن کی مقرر کردہ یہ سزا ایک غیر متمدن اور غیر مہذب معاشرے کو متمدن اور مہذب بنانے میں اہم کردار ادا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے تو یقیناً ایسے معاشرے کی بقا بھی اس سزا میں مضمر ہے یہ سزا برقرار رہے گی تو معاشرے میں بگاڑ پیدا نہ ہو گا۔ آج ہمارے معاشرے میں بگاڑ کی اصل وجہ یہی ہے کہ یہ سزا ہمارے معاشرے سے مفقود ہے۔ سرِ عام ڈکیتیاں ہو رہی ہیں۔ دن رات لوٹ مار کا بازار گرم ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ ارباب اختیار کی سرپرستیاں اور ہمدردیاں چوروں، ڈاکوؤں اور ظالموں کے ساتھ ہیں۔ اور بیوہ، یتیم، کمزور اور پُر امن شہری جس کی ساری عمر کا اندوختہ یہ ظالم بندوق کی نوک پر جب چاہیں اور جہاں چاہیں لوٹ لیتے ہیں۔ اور غریب حکومت کی شفقت سے محروم ہیں۔ ارباب اختیار کی تمام ہمدردیوں اور عنایات کے مستحق جرائم پیشہ لوگ ہیں۔ اس طرح جرائم اور محرومیوں میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے کیونکہ ہم نے خدا کی مقرر کردہ سزا کو نظر انداز کر دیا ہے۔

یاد رکھیے وہ خدا جس نے چور کی سزا تجویز کی ہے وہ عزیز ہے اور حکیم بھی۔ اس لئے اس کے ہر حکم میں ان گنت مصلحتیں اور حکمتیں ہوا کرتی ہیں۔ خدا کے حکم سے انکار چشم پوشی اور رد

Marfat.com

گردانی کا مطلب اس عزز (غالب) اور رب کائنات کے خلاف سرکشی اور بغاوت ہے۔ ہمارے معاشرے میں بگاڑ اور بدامنی خدا کے احکامات سے سرتابی کا نتیجہ ہے مسلمانوں کی اکثریت خدا کے احکامات سے روگرداں ہے اور ان کے پیش نظر صرف ایک مقصد رہ گیا ہے وہ یہ کہ ہر حالت اور ہر طریقہ سے دولت کماؤ خواہ وہ ایمان فروشی، ضمیر فروشی ملت فروشی ملک فروشی، علم فروشی اور عصمت فروشی کے ذریعے کمائی جائے۔ ہم دولت کے حصول کے لئے ہر وقت ذلیل ترین فعل کے ارتکاب کے لئے تیار کھڑے نظر آتے ہیں۔ ایمل کانسی کے مقدمہ میں امریکی حکومت کے ذلیل مقدمہ کی سماعت کے دوران یہ فقرہ کہا گیا تھا" یہ لوگ (پاکستانی) پیسے کے لئے اپنی ماں بھی بیچ ڈالتے ہیں"۔

دنیا میں کچھ اور اقوام بھی ہیں جو اس قبیح فعل کی عادی ہیں لیکن ہم لوگ اس دوڑ میں کچھ زیادہ ہی آگے نکل گئے ہیں۔ اخبارات نے جب یہ ریمارکس شائع کئے تو بعض غیرت مندوں نے بہت واویلا اور شور مچایا لیکن کچھ دنوں کے بعد سب کچھ بھول کر اسی امریکہ کی گود میں بیٹھ کر چیونگم چبانے میں محو ہو کر رہ گئے اور مال کمانے کے لئے جائز و ناجائز ذرائع استعمال کرنے لگے۔

ہماری سوچ نہیں بدلی۔ ہم خدا پرستی چھوڑ کر زر پرستی کے خوگر ہو گئے ہیں۔ جب انسان دولت کمانے کے چکر میں سرگرداں ہو جاتا ہے تو پھر خدا پرستی چھوڑ دیتا ہے۔ قادر مطلق کا خوف اس کے دل سے رخصت ہو جاتا ہے تو خدا بھی اسے چھوڑ دیتا ہے دولت کی محبت انسان کے دل میں ایسی جاگزیں ہو جاتی ہے کہ وہ اپنی متاع عزیز اپنی جاں بھی دولت پر قربان کر دیتا ہے یہ صورت حال انسانیت کے لئے انتہائی خطرناک اور تباہ کن ہوتی ہے۔ آج کل دنیا انہی حالات سے دوچار ہے۔ خصوصاً امتِ مسلمہ پر دولت کا بھوت کچھ زیادہ ہی سوار ہو گیا ہے اور خدا پرستی کی روش کا تارک ہو کر رہ گیا ہے۔ اور یہ حضرت انسان آئے دن طوفانوں اور آفات سماوی کے گھیرے میں پھنستا چلا جا رہا ہے۔

Marfat.com

حرمت سود

سودی نظام معیشت ایک سفاکانہ، ظالمانہ اور غیر منصفانہ نظام ہے۔ یہ نظام خود غرضانہ اور انسان دشمن نظام ہے جس کا مقصد ساری دنیا کی دولت وثروت کو چند ہاتھوں میں اکٹھا کرنا اور باقی لوگوں کو کنگال اور قلاش کر دینا ہے۔ انسانی ہمدردی اور اخوت کے برعکس حرص وہوا اور لالچ کو پروان چڑھاتا ہے۔ یہ اسلامی نظامِ معیشت کی ضد ہے۔ سودی نظام خدا اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ ہے اور سود خوری کبیرہ گناہ ہے۔ سودی نظام دنیا میں انسانیت کے لئے ناسور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسلام ایک انسان پرور دین ہے جو انسانوں میں پیار محبت، شفقت، ہمدردی اور بھائی چارے کو فروغ دیتا ہے یہ مذہب کسی مجبور انسان کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے کی ممانعت کرتا ہے بلکہ معذوروں، بے بسوں اور مجبور انسانوں کی مدد اور ان سے ہمدردی کا درس دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں سود کو مٹانے اور صدقات وخیرات کو بڑھانے نیز زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا ہے تاکہ امیروں کی زائد دولت غریبوں اور مسکینوں کے کام آئے اسلام میں دولتمندوں کے لئے حکم ہے کہ وہ اپنی فالتو اور ضروریات سے زائد دولت سے زکوٰۃ ادا کریں اور صدقات وخیرات دیں بلکہ ضرورت مندوں کو قرض حسنہ دیں۔ چنانچہ سورۃ البقرہ کی آیات نمبر 275 اور 276 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ
یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ
الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ
مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ
فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا

Marfat.com

وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝ (البقرہ)

"وہ لوگ جو سود کھایا کرتے ہیں (قیامت کے روز قبروں سے) اس طرح اٹھیں گے جیسے شیطان نے ان کو چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔ ان کی یہ حالت اس لئے ہوگی کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی سود کی مانند ہے حالانکہ تجارت کو اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرایا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ پس جس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت آجائے وہ اس کے بعد سود خوری سے باز آجائے۔ جو کچھ وہ پہلے کھا چکا سو کھا چکا اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ جو لوگ پھر سے سود کھانا شروع کر دیں گے تو وہ لوگ دوزخی ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے گنہگار کو پسند نہیں فرماتا"۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی مفید باتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ سودی لین دین قطعاً حرام ہے۔ سودی کاروبار تجارت کی مانند نہیں بلکہ سود اور تجارت کا باہم کوئی میل نہیں۔ تجارت میں انسان سرمایہ کاری کرتا ہے۔ محنت اور وقت صرف کرتا ہے جبکہ سود خور صرف اپنا فالتو پیسہ دیتا ہے۔ نہ وقت نہ محنت اور نہ کاوش بلکہ وہ یقینی نفع کا خواستگار ہوتا ہے۔ اسلام نے سرمایہ دار کے لئے صرف دو ہی راستے تجویز کئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اپنا فالتو سرمایہ اپنے بھائی کو بطور قرض حسنہ دے دے یا پھر نفع و نقصان کی شرط پر کاروبار میں شرکت اختیار کرے۔ سود خود کے لئے اس کی دولت اس دنیا میں بھی پریشانی کا باعث ہے اور آخرت میں بھی عذاب کا سبب ہوگی۔ اس کے برعکس صدقات و خیرات کرنے والا اس دنیا میں بھی صاحبِ عزت اور آخرت میں بھی اجرِ عظیم کا حقدار ہوگا۔

سود خوری کے ناقابلِ تلافی اخلاقی، سماجی اور اقتصادی نقصانات کے پیش نظر اس کی حرمت کو شدید پیرائے میں بیان کیا گیا ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ ارشاد فرمایا جو ان احکامات کے بعد بھی سود لے گا۔ اس کے خلاف اللہ اور رسول ﷺ کا اعلان جنگ ہے۔

Marfat.com

اہل ایمان کو سود کی حرمت کے بارے میں سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 278 اور 279 میں متنبہ کیا جارہا ہے اور خدا کا خوف دلایا جارہا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر واقعی تم ایمان لائے ہو۔ پھر اگر ایسا نہ کرو گے (اور سود لیتے رہو گے) تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔ اور اگر تم باز آجاؤ تو تمہیں تمہارے اصل مال مل جائیں گے۔ نہ تم ظلم نہ کیا کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا''۔

سودی نظام ایک استحصالی اور غیر عادلانہ نظام ہے۔ اس نظام میں شرفِ انسانی اور مکارمِ اخلاق پامال ہوتے ہیں۔ انسانی ہمدردی اور اخوت و مروت کا نشان تک نہیں ملتا۔ خود غرضی اور بخل جیسے مفاسد پیدا ہوتے ہیں جس سے حسد و عناد بڑھتا ہے اور سود خور سے پاگلوں جیسی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں۔ سود خوری کی وجہ سے دولت کی تقسیم عدم توازن کا شکار ہو جاتی ہے اور دولت کی تقسیم میں عدم توازن کی وجہ سے امیر اور غریب میں طبقاتی جنگ جنم لیتی ہے اور خونی انقلابات برپا ہوتے ہیں جن کا خدشہ آج ساری دنیا محسوس کر رہی ہے۔

سود خوری کا مطلب خدا کے قہر و غضب کو دعوت دینا ہے۔ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلانِ جنگ کے مترادف ہے کیونکہ خدا اور اس کا رسول ﷺ تو محتاجوں اور مجبوروں کی خیر و فلاح چاہتے ہیں اور انسان دشمن سودی نظام کی جگہ صدقات و خیرات کی نشو و نما اور ترویج چاہتے ہیں کیونکہ دکھی انسانیت کے دکھوں کا مداوا شفقت اور ہمدردی سے ہی کیا جاسکتا ہے جبکہ سود خور انسان پسے ہوئے طبقات کو اور بھی پیس ڈالنے کے درپے ہوتا ہے اور ان کے خون کے آخری قطرہ کو نچوڑ لینا چاہتا ہے۔ ان مفاسد اور برائیوں

کے پیش نظر اسلام نے سود کو حرام قرار دیا ہے اس غیر منصفانہ اور استحصالی نظام نے ہمیشہ غریبوں اور محتاجوں کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کی بجائے ان کا خون چاٹا ہے اور معاشی عدم توازن کے باعث بڑے بڑے خونی انقلابات برپا ہوئے اور آج جب ساری دنیا خصوصاً تھرڈ ورلڈ سود کے استحصالی نظام میں پس رہی ہے۔ انسان کی خود غرضی اور بخل انتہا کو چھو رہے ہیں جس کے نتیجہ میں یقیناً کوئی خطرناک انقلاب دنیا کو لرزہ براندام کر دے گا کیونکہ سرمایہ دار ممالک اور اقوام غریب ممالک کو سودی نظام کے شکنجے میں جکڑ کر انہیں غلام بنا چکی ہیں۔ اور وہ وقت دور نہیں جب ساری دنیا ایک خوفناک جنگ کی آگ میں جل رہی ہوگی اور پھر سب کچھ جل کر راکھ بن جائے گا۔ کاش امت مسلمہ کو آنے والے خطرات کا عرفان اور احساس ہو جائے تا کہ خدا کے قہر و غضب سے بچا جا سکے۔ قرآن حکیم کی ان آیات کو پڑھ کر شک نہیں رہ جاتا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ نے سود خوروں کو اعلانیہ جنگ کی وارننگ دے رکھی ہے۔ کھلی ہدایات آجانے کے بعد بھی اگر کوئی قوم اور حکومت سودی نظام نافذ کرتی ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ایسی قوم اور حکومت کو خدا کا خوف نہیں ہے بلکہ وہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف آمادہ جنگ اور تیار کھڑے ہیں۔ بھلا ہدایات اور اعلان جنگ کے باوجود سودی کاروبار کو جاری رکھنا بغاوت اور سرکشی نہیں؟ اور پھر اس کے کیا نتائج برآمد ہوں گے اس کا جواب سورۃ النساء کی آیات نمبر 160 اور 161 اس طرح دیا گیا ہے:

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ
بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۝ وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا
عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ
مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ (النساء)

"یہود کے ظلم ڈھانے کی وجہ سے ہم نے ان پر بہت سی چیزیں حرام کی ہیں وہ پہلے ان پر حلال تھیں اور اس وجہ سے بھی کہ یہ بکثرت اللہ کی راہ سے روکتے ہیں

Marfat.com

اور سود لیتے ہیں جس سے انہیں منع کیا گیا تھا۔ اور لوگوں کے مال ناحق کھاتے ہیں اور جو لوگ ان میں سے کافر ہیں ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

اس آیت کریمہ میں یہود کے مظالم کی داستان ہے کہ وہ سود کھاتے ہیں اور اس کے علاوہ لوگوں کے اموال باطل اور ناجائز ذرائع سے کھاتے ہیں حالانکہ ان کو ایسا کرنے سے منع کیا گیا تھا لیکن اس کے باوجود وہ غلط روش پر قائم ہیں۔ وہ اس پر اکتفا نہیں کرتے کہ خود اللہ کے راستے سے منحرف ہیں بلکہ اس قدر بے باک مجرم بن چکے ہیں کہ دنیا میں خدا کے بندوں کو گمراہ کرنے کے لئے جو بھی تحریک اٹھتی ہے اس کے پیچھے اکثر یہودی دماغ اور سرمایہ کام کرتا نظر آتا ہے اور راہِ حق کی طرف لانے کے لئے جو بھی تحریک اٹھتی ہے اس کے مقابلہ میں اکثر یہودی ہی سب سے بڑھ کر مزاحمت کرتے ہیں حالانکہ یہ کم بخت کتاب اللہ (توراۃ) اور انبیاء کے وارث ہیں اور تورات میں واضح الفاظ میں سود خوری سے منع کیا گیا ہے۔ تورات کے الفاظ ملاحظہ ہوں"۔

"اگر تو میرے لوگوں میں سے کسی محتاج کو جو تیرے پاس رہتا ہو قرض دے تو اس سے قرض خواہ کی طرح سلوک نہ کرنا نہ اس سے سود لینا۔ اگر تو اپنے ہمسائے کے کپڑے کسی وقت گروی رکھ بھی لے تو سورج کے ڈوبنے تک اسے واپس کر دینا کیونکہ فقط وہی اس کا اوڑھنا ہے۔ اس کے جسم کا وہی لباس ہے۔ پھر وہ کیا اوڑھ کر سوئے گا۔ پس جب وہ فریاد کرے گا تو میں اس کی سنوں گا کیونکہ میں مہربان ہوں۔ (خروج باب 27:25:22)

اس کے علاوہ اور بھی کئی مقامات پر تورات میں سود کی حرمت وارد ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود اسی تورات کو ماننے والے یہودی آج دنیا کے سب سے بڑے سود خور ہیں اور اپنی تنگ دلی اور سنگ دلی کی وجہ سے ضرب المثل بن چکے ہیں۔ یہ یہود ہی تو ہیں جو سودی نظام کے ذریعے ساری دنیا کی معیشت کو اپنے قبضہ میں لئے ہوئے ہیں اور ساری دنیا کو اپنے پنجۂ استبداد میں جکڑنے کے لئے کوشاں ہیں۔ آج پوری دنیا یہودی سود خوروں کے

Marfat.com

جبڑوں میں سسکتی نظر آتی ہے ورلڈ بینک اور آئی۔ایم۔ایف (I-M-F) کے مالک یہودی ہیں اور ساری دنیا کی دولت ان بینکوں میں جمع ہے۔اس دولت کے بل بوتے پر جو سودی نظام کے ذریعہ انہوں نے جمع کر رکھی ہے۔اسی دولت کے باعث دنیا بھر کی حکومتوں پر ان کی گرفت اور کنٹرول ہے یہود کے اشاروں پر دنیا کی حکومتیں بنتی اور بگڑتی ہیں۔دنیا میں رونما ہونے والے اہم واقعات اور حادثات کے پیچھے یہودی دماغ کارفرما ہوتا ہے۔عالمِ اسلام کے خلاف دورِ حاضر کی صلیبی جنگ کے پس پشت بھی یہودی دماغ اور سرمایہ کام کر رہا ہے۔دنیا میں جو تحریک بھی ابھری اس کی پشتِ بانی یہودی منصوبہ ساز اور سرمایہ، کارفرما رہا۔ اشتراکیت کی تحریک کا بانی کارل مارکس یہودی تھا جس نے دنیا کی بہت بڑی سپر پاور روس کو جنم دیا جو 74 سال تک ایشیا اور یورپ کے بڑے حصے پر چھائی رہی۔پھر ڈھرام سے زمین بوس ہوگئی۔سود خور کی مثال اس خونخوار مکڑے کی سی ہے جو مکھی کو جال میں پھنسا کر اسے تڑپا تڑپا کر مزے سے اس کا خون پی جاتا ہے۔مکھی کی لاش کو جالے میں چھوڑ کر نئے شکار کی تلاش میں چپکے سے غائب ہو جاتا ہے ظالم سود خور لوگ، اقوام اور حکومتیں مجبور اور بے بس لوگوں کا سودی نظام کے ذریعے خون نچوڑنے کے بعد تڑپ تڑپ کر مرنے کے لئے چھوڑ دیتی ہے۔سودی نظام ساری دنیا میں ہر جگہ اور ہر ملک میں نافذ ہے، کے کرشمے ملاحظہ فرمایئے ترقی یافتہ اقوام نے تیسری دنیا بالخصوص مسلم ممالک کو سودی نظام کے تحت قرضوں کے جال میں کس طرح جکڑ رکھا ہے ان ممالک کی موجودہ نسل اور آنے والی نسل کا ہر فرد قرض کی زنجیروں میں جکڑا جا چکا ہے۔

تف ہے ان مسلم ممالک کے حکمرانوں پر جو سود خور اقوام سے قرضے لے کر اپنی عیاشیوں پر خرچ کر رہے ہیں اور اپنے ملک میں اسلامی نظامِ معیشت کی بجائے سودی نظام نافذ کر رکھا ہے اس طرح قوم کی موجودہ اور آنے والی نسلوں کو سود خور مکڑوں کی حوالگی میں دے دیا ہے۔آنے والی نسل کا جو بچہ اس دنیا میں قدم رکھتا ہے تو اپنے آپ کو قرض کے جال میں پھنسا ہوا دیکھتا ہے۔مقروض نسل (موجودہ اور آنے والی نسل) کا ہر فرد کل کو کتنا بے بس

Marfat.com

ہوگا۔ کیا ہماری نسلیں قرض کے بوجھ تلے دب کر آزاد ہوں گی؟ ہرگز نہیں۔ قرضوں کے بوجھ تلے دبی نسل کو آزاد کہنا محض خود فریبی ہوگی۔ وہ غلام نسل غلام بچے کہلائیں گے۔ ان کو آزادی کے لئے کتنی مہنگی جنگ لڑنی پڑے گی لیکن کیا وہ جنگ لڑنے کے قابل ہوں گے؟

ہم نے ایک سو سالہ غلامی سے آزادی حاصل کرنے کے لئے اور ایک آزاد وطن کے حصول کے لئے ہندو اور انگریز سے لڑی جانے والی آزادی کی جنگ کے لئے کتنی قربانیاں دی تھیں اس کا اندازہ کرنا آسان نہیں۔ سو سالہ غلامی کے دور کے علاوہ صرف اعلان آزادی کے بعد سترہ لاکھ انسانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ آزادی کے لئے پیش کیا تھا۔ جموں و کشمیر کی آزادی کے لئے موجودہ جاری جنگ میں ایک لاکھ سے زیادہ جانوں کا نذرانہ پیش کیا جا چکا ہے اور تا حال شہادتوں کا سفر جاری ہے آزادی کے لئے جانوں کے نذرانوں کے علاوہ آزادی کے سال 1947ء یعنی تقسیم کے وقت پنجاب اور جموں کے علاقوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کی کتنی جواں سال لڑکیوں کو سکھوں نے اغوا کر کے اپنے گھر بسائے اور سکھوں کے بچے جنے۔ کون ہے جو اس سوال کا جواب دے گا پاکستان بیسوی صدی میں نظریئے کی بنیاد پر معرض وجود میں آنے والا واحد ملک ہے لیکن افسوس اپنے بچوں اور بڑوں کے خون میں غسل کر کے آزادی حاصل کرنے والی قوم نے کتنی جلدی وہ مقصد فراموش کر دیا جس کے لئے یہ ملک بنایا گیا تھا۔ ووٹ کے ذریعے معرضِ وجود میں آنے والے ملک پر بیوروکریٹس اور جاگیردار قابض ہو گئے جو انسان دشمنی میں دنیا بھر میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ قائداعظم کی وفات کے بعد اس لٹی پٹی قوم کو اہل اقتدار نے مغرب کی جھولی میں ڈال دیا اور بھاری قرضے لے کر قوم کو گروی رکھ دیا۔ جنرل ایوب خان کے برسر اقتدار آنے کے وقت اربوں ڈالر کا قرضہ اور سود در سود کی رقم پاکستان کے ذمہ واجب الادا تھی۔ اب تک قرضوں کی زنجیر میں پاکستانی قوم اس طرح جکڑی جا چکی ہے جس طرح مکڑے کے جالے میں بے بس مکھی۔ اور قرضوں کے حصول کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ قرضوں کی رقم ادا کرنا تو درکنار قرضہ جات کے سود کی اقساط ادا کرنا قوم کے لئے مشکل مسئلہ بن چکا ہے۔

Marfat.com

کیا قرضہ جات کی ماری یہ بدنصیب قوم قرضوں اور مغرب سے آزادی حاصل کر سکے گی۔ بظاہر تو کوئی صورت نظر نہیں آتی البتہ سودی قرضوں میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے اور ہماری غلامی میں بھی۔ بیرونی قرضہ جات کی بات تو ایک طرف اپنی اندرون ملک بھی بینکوں کے سودی نظام نے قوم کا خون نچوڑ لیا ہے۔ آزادی حاصل کیے 59 سال گزر گئے لیکن مسلمان ملک ہوتے ہوئے ہم سودی نظام سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکے۔ غیر مسلم اقوام اور ہمارے اپنے حکمران سودی نظام کے ذریعے قوم کو موت کی نیند سلانے کا تہیہ کر چکے ہیں اور ارباب اقتدار کو خدا اور اس کے رسول ﷺ کے اعلانِ جنگ کا ذرا بھی خوف نہیں۔ سودی نظام کے خلاف اعلانِ جنگ کے باوجود بھی ہمارے قائدین یہود و نصاریٰ کے سودی نظام کی حمایت میں لڑنے والے لشکر کی اگلی صفوں میں تیار کھڑے نظر آتے ہیں۔ انہیں خدا کے عذاب کا کوئی ڈر نہیں بلکہ صرف وہائٹ اور ڈاؤن سٹریٹ کو خوش کرنے کی فکر ہے۔

سورۃ البقرہ کی آیات جن کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے اس حقیقت کی شاہد ہیں کہ سودی نظام کو سب سے پہلے یہود نے رواج دیا پھر ان کی دیکھا دیکھی دیگر اقوام نے بھی دھندہ شروع کر دیا۔ آیات مذکورہ کا تعلق اگرچہ یہود سے ہے لیکن دیگر لوگ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔

یہودی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ہیں جن کا لقب اسرائیل تھا اس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو بنی اسرائیل اور یہود کہا جاتا ہے یہودی ہی سودی کاروبار کے موجد اور خالق ہیں۔ یہ قوم دنیا بھر میں دولت کی سب سے زیادہ حریص رہی ہے اور اب بھی ہے۔ انہوں نے اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا۔ انہوں نے اپنے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو مصری تاجروں کے ہاتھ فروخت کر کے مال کمایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے زمانہ اقتدار میں اپنے بھائی بندوں اور عزیز و اقارب کو کنعان سے مصر بلایا۔ وہاں یہ لوگ دو سو سال قیام پذیر رہے اور آخر کار فراعینہ مصر کے عذاب کا نشانہ بننا پڑا۔ اس نافرمان قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکال کر فلسطین لے آئے۔ ہر زمانے میں اس قوم نے خدا کی نافرمانیوں کا ارتکاب کیا۔

Marfat.com

ان کو فلسطین میں ایک عرصہ تک عروج حاصل رہا۔ دنیا بھر کی دولت جمع کی۔ بخت نصر کے زمانے میں ان پر عذاب ٹوٹا۔ بخت نصر نے ان کی سلطنت کا نام ونشان مٹا دیا اور یہود کو قید کر کے اپنے ساتھ عراق لے آیا۔ رومی حکمرانوں نے بھی کئی بار ان کو نیست ونابود کیا۔ یہود کے مصائب وآلام کی داستان بہت طویل ہے جس کا سبب اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں ہیں۔

طلوع اسلام کے وقت مدینہ طیبہ میں یہود کے تین قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے آباد تھے۔ یہ بڑے مالدار تھے۔ انہوں نے سودی کاروبار کی بدولت اوس وخرزج کو قرضوں میں جکڑ کر تباہ حال کر دیا تھا۔ سودی ذہنیت کے پیش نظر دولت کو بڑھانے کے لئے قبیح سے قبیح ترین فعل بھی بُرا نہیں۔ قتل وخون ریزی اور دنیا کا امن تباہ کرنا سود خور کا مطمح نظر ہوتا ہے۔ دولت کے ارتکاز اور سودی لین دین کے ذریعے غرض مندوں کا استحصال اور اپنی برتری اور فوقیت کی بقا کے لئے لوگوں کا قتل اور خطرناک جنگوں کی منصوبہ بندی ان کی فطرت کا حصہ ہے جنگوں کے ذریعے طاقت کا توازن بگڑتا ہے اور توازن کی برقراری اور بحالی کے لئے سرمایہ اشد ضرورت ہوتی ہے تاکہ حریف گروہوں کو گرم رکھا جا سکے۔ سرمایہ دار قرضہ خواہوں کو من مانی شرائط پر بھاری شرح سود پر قرضہ دیکر ممنون کرتے ہیں۔ اس طرح قرضہ خواہوں کی معیشت تباہ و برباد ہو جاتی ہے اور سرمایہ دار کی دولت میں اضافہ ہوتا ہے۔ سرمایہ دار جب سودی کاروبار کو ماند پڑتا دیکھتا ہے تو وہ حریف اقوام کے لئے کسی محاذ جنگ کا انتخاب کرتے ہیں یا پھر معاشی نظام میں ایسا عدم توازن پیدا کرتے ہیں کہ معاشی عدم توازن کا شکار معاشرہ کسی بہت بڑے خونی انقلاب کی راہ پر چل پڑتا ہے۔ دنیا میں بڑے بڑے انقلابات کا سبب معاشی عدم توازن رہا ہے۔

مدینہ کے یہود دولت مندی کی خاطر ایک عرصہ سے سودی نظام کے ذریعے اوس و خزرج کو لڑا رہے تھے اور ان کی نسلوں کو جنگ کا ایندھن بنا رہے تھے اور اپنی چودھراہٹ کو قائم کئے ہوئے تھے۔

آج بھی دنیا میں ترقی یافتہ اقوام غیر ترقی یافتہ اقوام کو امداد کے نام پر بھاری قرضے

بھاری شرح سود پر دیکر مغلوب کئے ہوئے ہیں دنیا میں جنگ وجدل کا سلسلہ، ہتھیاروں کی تیاری اور کمزور اقوام کی ہتھیار حاصل کرنے کی دوڑ میں سودی کاروبار اور سود خور ذہنیت کار فرما ہے جس کی وجہ سے دنیا کا امن تباہ ہو رہا ہے۔ دو تباہ کن عالمی جنگیں ہو چکی ہیں اور چھوٹی چھوٹی مگر ہولناک جنگوں کا سلسلہ جاری ہے۔ کبھی ویت نام میں، کبھی عرب اسرائیل کے مابین، کبھی عراق اور ایران میں تصادم، کبھی پاک و ہند میں معرکہ آرائیاں، کبھی امریکہ، برطانیہ کی تیل کے وسائل پر قبضہ کے لئے چڑھائیاں، کہیں افغانستان پر خوفناک بمباری اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی۔ یہ سب محض سودی ذہنیت کے شاخسانے اور کارنامے ہیں اگر سودی کاروبار کرنے والی اقوام کمزور اقوام کو لڑاتی ہیں تو بالآخر خود بھی جنگوں کی صورت میں یا طوفانوں کی شکل میں تباہی کا نشانہ بنتی ہیں۔ یہودی جنگ خیبر میں تباہ ہوئے اور پھر ہر زمانہ میں ذلیل وخوار ہوتے رہے لیکن سودی کاروبار کو نہ چھوڑا۔ آج یہودی قوم سودی کاروبار کی بدولت پوری دنیا کی معیشت کو اپنے قبضہ وکنٹرول میں لئے ہوئے ہے۔ ماضی کی سپر پاور روس کی سپر میسی یہودیوں کی مالی سپورٹ کی مرہون منت تھی۔ آج کی واحد سپر پاور امریکہ کی سپر میسی کا راز یہودیوں کی سپورٹ ہے امریکی حکومت کا کوئی سربراہ یہودیوں کی تائید و حمایت کے بغیر نہیں چل سکتا اور یہودیوں کی ناراضگی کا متحمل نہیں ہو سکتا کیونکہ امریکہ کی پشت یابی یہودیوں کے اعلیٰ دماغ، منصوبہ ساز اور سرمایہ دار کرتے ہیں۔ یہودی ہاتھ کھینچ لیں تو امریکہ کی سپر میسی کا تختہ دھڑام سے الٹ جائے۔ امریکی حکومت میں 45 فی صد اعلیٰ عہدوں اور منصوبہ ساز اداروں میں یہودی کام کر رہے ہیں۔ ورلڈ بینک اور آئی۔ ایم۔ ایف جیسے عالمی مالی اداروں کے مالک یہودی ہیں۔ دنیا کی معیشت کا کنٹرول یہود کی مٹھی میں ہے جنہوں نے سودی نظام کے تحت ساری دنیا میں بنکاری کا لین دین چلا رکھا ہے یوں کہنا چاہیے کہ ساری دنیا کی دولت پر یہود کا قبضہ ہے جو سودی کاروبار کا فیضان ہے۔ مسلمانوں اور عیسائی دنیا کے مابین جنگوں میں یہودیوں کا ہاتھ ہے۔ جب عیسائی اور مسلمان لڑ لڑ کر تھک جائیں گے تو باقی بچ جانے والی قوم کے خلاف یہودی میدان میں

Marfat.com

اتریں گے۔ ساری دنیا کو سازشوں کی آماجگاہ بنانے اور سود جیسے استحصالی نظام کے موجد یہودی خود بھی تباہی کے گڑھے میں گر کر ہلاک ہو جائیں گے۔

سودی کاروبار سے کمائی ہوئی دولت کے ذریعے پھیلنے والی بے حیائی جس کا ساری دنیا شکار ہے، کے نتیجہ میں سبھی بے حیا قومیں اپنے عبرت ناک انجام کو پہنچیں گی۔ اس طرح اللہ اور اس کا رسول ﷺ سود کے خلاف جاری جنگ میں فتح یاب ہوں گے۔ انشاء اللہ گند صاف ہوگا۔

تاریخ شاہد ہے کہ یہودی قوم جو سودی نظام کی موجد اور ارتکاز دولت میں پیش پیش رہی ہے، ہر زمانہ میں بدترین حوادث سے دوچار ہوئی۔ خود یہود کا دعویٰ ہے کہ دنیا میں رونما ہونے والے ہر اہم واقعہ کے پس پشت ان کا ہاتھ ہوتا ہے جس کی مثال دو عالمگیر جنگیں، ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی کا واقعہ اور ہلال وصلیب کے مابین جاری موجودہ جنگ ہے۔

سود خور انسان واقعی حواس باختہ ہوتا ہے اور ہر وقت دنیا کا امن تباہ کرنے کے درپے ہوتا ہے۔ اوس وخزرج کے مابین ہونے والی جنگ بعاث کے پسِ پشت بھی یہود سود خوروں کا ہاتھ کارفرما تھا۔ لہٰذا سودی نظام اور کاروبار میں انسانیت کی ہلاکت کا راز مضمر ہے۔ انسانیت کی فلاح اور بقا کی خاطر قرآن حکیم میں اس کی حرمت کا حکم آیا ہے۔

Marfat.com

بخل

اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق اور مالک ہے۔اس دنیا میں جس کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس کا نہیں بلکہ ارض وسماء میں جو کچھ ہے اس کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔انسان کو عجیب غلط فہمی ہوگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عارضی طور پر جو کچھ اسے عطا کیا ہے وہی اس کا مالک ہے۔ نہ تو محض انسان کی بھول ہے کائنات کی ہر چیز کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا کوئی اور ہرگز نہیں۔انسان تو اس دنیا میں خالی ہاتھ آتا ہے اور مرنے کے بعد خالی ہاتھ اس دنیا سے جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ اے انسان میرے عطا کئے ہوئے سے میری راہ میں پاکیزہ چیزیں خرچ کر۔اور ایسی چیزیں میری راہ میں خرچ کرنے سے باز رہ جو ناپاک ہیں اور جسے تو خود بھی لینا پسند نہیں کرتا۔اور بخل نہ کر بخل تو بے حیائی (فحشاء) ہے۔ بخل کا مطلب بچا بچا اور سنبھال سنبھال کر رکھنا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے گریز کرنا۔ دراصل بخل کی ضد انفاق فی سبیل اللہ ہے اور یہ مضمون بہت طویل اور وسیع ہے۔یہ موضوع سے خارج بھی ہے۔سورہ البقرہ کی آیت نمبر 276 میں بخل کے موضوع پر بڑی وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔اس موقع پر آیت کے اصل متن کی بجائے محض ترجمہ پیش کرنے پر اکتفا کیا جارہا ہے۔

"اے ایمان والو! جو مال تم کماتے ہو اور جو کچھ ہم نے زمین سے نکالا ہے اس میں سے بہتر حصہ خدا کی راہ میں خرچ کیا کرو۔ایسا نہ ہو کہ اس کی راہ میں دینے کے لئے بری سے بری چیز چھانٹنے کی کوشش کرنے لگو حالانکہ اگر وہ چیز کوئی تمہیں دے تو تم اسے لینا ہرگز گوارا نہ کرو گے۔

الاّ یہ کہ اس کو قبول کرنے میں اغماض برت جاؤ۔تمہیں جان لینا چاہیے کہ اللہ بے نیاز

Marfat.com

ہے اور بہترین صفات سے متصف ہے۔

سورۃ البقرہ کی اگلی آیت (نمبر 268) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ

"شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور شرمناک طرزِ عمل کی ترغیب دیتا ہے"۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ نے ضیاء القرآن میں اس آیت کی تشریح یوں فرمائی ہے:

شیطان طرح طرح کے وسوسے ڈال کر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکتا ہے۔ وہ کہتا ہے اگر یہ خرچ کر دیا تو خود کیا کھاؤ گے۔ بچوں کا پیٹ کیسے بھرو گے۔ در در کی بھیک مانگنی پڑے گی۔ اور بخل کو کفایت شعاری اور دور اندیشی وغیرہ کے رنگین عنوانات پیش کرتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ قرآن نے بخل کو فحشاء کا نام دیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اس سے بڑھ کر بے حیائی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسان خود عیش کر رہا ہو اور اسے اپنے غریب بھائی کی امداد کا خیال ہی نہ آتا ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ تمہیں نیکی کے کاموں میں خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے کہ ایسا کرنے سے تمہارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ غریبوں اور تنگ دستوں کی امداد سے تم پر رزق اور نعمت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

قرآن حکیم کی سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 180 میں اس موضوع کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾

"جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور پھر وہ بخل (کنجوسی) سے کام لیتے ہیں وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخل ان کے لئے اچھا ہے۔ نہیں یہ ان کے لئے نہایت بُری چیز ہے جو کچھ وہ کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں۔ قیامت

Marfat.com

کے دن وہی ان کے لئے ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔ زمین اور آسمانوں کی میراث اللہ ہی کے لئے ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے"۔

تفہیم القرآن میں سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ نمبر (127) میں لکھا ہے:

"زمین و آسمان کی جو چیز بھی کوئی مخلوق استعمال کر رہی ہے وہ دراصل اللہ کی مِلک ہے اور اس پر مخلوق کا تصرف اور قبضہ عارضی ہے۔ ہر ایک کو اپنے مقبوضات سے بہر حال بے دخل ہونا ہے۔ سب کچھ آخر کار اللہ ہی کے پاس رہ جانے والا ہے لہٰذا عقلمند وہ ہے جو اس عارضی قبضہ کے دوران میں اللہ کے مال کو اللہ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرتا ہے اور سخت بے وقوف ہے وہ جو اسے بچا بچا کر رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔

ضیاء القرآن میں جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ نے آیت کے حاشیہ نمبر 208 میں لکھا ہے:

"لغت میں بخل کہتے ہیں اس چیز کا روک لینا جس کا ادا کرنا اس پر واجب ہو۔ و البخل فی اللغة بمنع الانسان الحق الواجب الله (قرطبی)

اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے جو مال کے حقوق کو ادا کرنے میں بخل کرتے ہیں۔ حدیث صحیح میں اس آیت کی تفسیر ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی وہ مال سانپ بن کر طوق کی طرح اس کو لپٹے گا۔ اور یہ کہہ کہہ کر ڈستا جائے گا کہ میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں۔ (خزائن العرفان)

اسلامی نظامِ معیشت دولت کے ارتکاز کے خلاف ہے۔ اسی لئے سود کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی نظام امیر کی فالتو دولت پر زکوٰۃ عائد کرتا ہے تا کہ امیر زیادہ امیر نہ ہو جائے اور دولت امیروں کی باندی نہ بنی رہے اور غریب زیادہ غریب نہ ہو جائے کہ انسانیت ہی دم توڑ جائے۔ لہٰذا یہ نظام امیر سے دولت لے کر غریبوں میں بانٹتا ہے سودی نظام کی مثال اس طرح ہے کہ چھوٹے چھوٹے گڑھوں کا پانی دریا اور سمندر میں ڈال دیا جائے اور انہیں

Marfat.com

خشک کر دیا جائے جبکہ اسلامی نظام (زکوٰۃ، صدقات) یہ ہے کہ سمندروں اور دریاؤں کا پانی خشک زمین تک لا کر کھیتوں کو سیراب کیا جائے تا کہ ہر طرف ہریالی ہو۔ کھیت اور کھلیان اناج سے بھر جائیں۔ سودی نظام سے تو یہ دنیا بنجر ہو کر رہ جائے گی اور انسانیت سسک سسک کر دم توڑ دے گی۔ پس بخل بے حیائی اور تباہی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے میں ہی انسان کے لئے عافیت کا سامان اور بہتری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ہر حکم حقیقت اور حکمت کا مظہر ہے۔ قرآن حکیم نے کیا خوبصورت انداز میں بتا دیا ہے کہ اے انسان تو کسی چیز کا بھی مالک نہیں۔ حقیقی مالک تو میں ہوں۔ تیرے تصرف اور قبضہ میں جو کچھ بھی ہے وہ تیرا نہیں۔ تجھے وہ سب کچھ وقتی ضرورت کے تحت دیا گیا ہے۔ جب تو اس دنیا کو چھوڑ دے گا تو دنیا کی ہر چیز یہاں ہی دھری کی دھری رہ جائے گی اور تو جس طرح خالی ہاتھ اس دنیا میں آیا تھا خالی ہاتھ اس دنیا کو چھوڑ کر چلا جائے گا۔ ہاں ایک بات ذہن نشین کر لے۔ میرے دیئے ہوئے سے میری راہ میں گھٹیا گندی اور ناقص چیز ہرگز خرچ نہ کرنا جو اگر تجھے دی جائے تو تو خود بھی اسے لینا پسند نہ کرے۔ میری راہ میں صرف حلال اور طیب چیزیں ہی خرچ کی جا سکتی ہیں کیونکہ میں پاکیزہ صفات کا مالک ہوں مجھے خبائث نہیں پاکیزہ چیزیں ہی پسند ہیں۔ لوگوں کے مالی حقوق ادا کرنے میں بخل سے کام نہ لینا۔ بخل تو بے حیائی کا نام ہے اور دیکھنا شیطان تیری تاک میں ہے۔ وہ تیرے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالے گا۔ تجھے سبز باغ دکھائے گا کہ تو خواہ مخواہ غریبوں میں اپنی محنت سے کمائی ہوئی دولت کو کیوں بانٹتا ہے یہ نکمے لوگ ہیں ان کو دینے کا کیا فائدہ۔ دولت بچا کے رکھ تیرے کام آئے گی۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان دولت کی خاطر جان دے دیتا ہے لیکن دولت نہیں دیتا۔ انسان عموماً یہ نہیں سوچتا کہ خدا کی راہ پر چلنے میں ہی اس کی اور ساری انسانیت کی فلاح ہے۔ جس راہ کی ترغیب اور حرص اسے شیطان دیتا ہے اس پر چل کر انسان منزل پر نہیں پہنچ سکتا کیونکہ شیطان تو انسان کا کھلا دشمن ہے۔ شیطان انسان کی بھلائی نہیں بربادی کا خواہاں ہے۔

Marfat.com

قرآن حکیم نے بخل کو اسی لیے فحشاء کہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فحشاء (بے حیائی) کو پسند نہیں کرتا۔ بے حیائی تو شیطان کا محبوب مشغلہ ہے اور روشن خیالی تو اللہ تعالیٰ کی روشن شاہراہ کا نام ہے۔ بعض لوگوں نے بے حیائی کو روشن خیالی کا نام دینا شروع کر دیا ہے۔ بے حیائی میں انسان کی کونسی بہتری ہے۔ بھلائی اور برائی کا آخر آپس میں کونسا رشتہ ہے۔ بھلائی تو اللہ تعالیٰ کی راہِ روشن ہے جس میں انسان کے لئے فلاح دارین ہے اور بے حیائی تو شیطان کا پسندیدہ مشغلہ ہے اور اس میں انسان کی بربادی اور ہلاکت ہے۔ بے حیائی کا شوق اور ضبط زیادہ تر امیر طبقہ میں ہی پایا جاتا ہے۔ اس بے حیائی نے دنیا کا امن وسکون اور شرف انسان چھین لیا ہے اور پھر بھی اسے روشن خیالی کا نام دیا جا رہا ہے جس کی روشنی میں انسان تڑپ تڑپ کر دم توڑ رہے ہیں۔ ہر طرف سے مصائب و آلام اور طوفان پہ طوفان انسانیت کو ہڑپ کرنے کے لئے بڑھ رہے ہیں۔ بخل بے حیائی اور بربادی کا نام ہے۔ بخل سے خود بھی بچا جائے اور انسانیت کو بھی بچایا جائے۔

Marfat.com

اسراف

اسراف کا معنی و مآرب فضول خرچی، بے جا، بے محل اور بے مقصد مال خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ دوسرے آسان اور عام فہم میں اسراف کا مطلب پیسہ فضول کاموں پر اڑانا ہے ہمارے معاشرے میں نمود و نمائش، بیاہ شادی کی بے ہودہ رسموں اور فوتیدگی کے مواقع پر محض واہ واہ کی غرض و غایت کے لئے روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے۔ یہ سب اسراف کی مختلف صورتیں ہیں۔ سگریٹ نوشی کو ہی لیجئے۔ یہ بھی فضول خرچی اور اسراف کی ایک شکل ہے۔ اسراف فضول باتوں اور رسموں پر فضول مقاصد کے لئے دولت خرچ کرنے کا نام ہے۔ فضول خرچی سراسر نقصان کا دھندا ہے اس کا کوئی فائدہ مند اور تعمیری پہلو نظر نہیں آتا۔ سگریٹ نوشی کا کیا فائدہ ہے۔ سگریٹ نوشی محنت سے کمائے ہوئے پیسے سے مہنگے سے مہنگے سگریٹ خرید کر ان کو آگ لگانا اور خود کو بھی جلانے کا نام ہے۔ سگریٹ نوشی کے عادی لوگ تین چیزوں کو آگ لگاتے ہیں۔ (1) روپے جو محنت سے کمائے جاتے ہیں۔ (2) سگریٹ جو محنت اور سرمائے سے تیار کئے جاتے ہیں اور محنت کی کمائی سے خریدے جاتے ہیں۔ (3) جب روپیہ اور سگریٹ دونوں جلتے ہیں تو سگریٹ نوش کے ہاتھ اور لب جلنے کے علاوہ اس کے دھوئیں سے اس کا دل اور دماغ بھی جلتا ہے اس طرح سگریٹ نوشی کئی بیماریوں کا موجب بنتی ہے اور غور طلب امر یہ ہے کہ سگریٹ نوشی کا ایک بھی فائدہ نہیں ہے سگریٹ محض ایک عادت ہے اور بہت بُری عادت جو نمائش کے سوا کچھ بھی نہیں۔ صرف اتنا کہا جاتا ہے کہ فلاں بڑے مہنگے سگریٹ پیتا ہے اور فلاں کم قیمت۔ اس طرح کہنا مناسب ہوگا کہ سگریٹ نوشی بھی سٹیٹس (status) کا معاملہ ہے۔ فوتیدگی کے مواقع پر کیا کچھ نہیں ہوتا لیکن فائدہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ یہاں بھی ناک کا مسئلہ کارفرما ہوتا ہے ورنہ گھر میں ایک طرف میت پڑی ہو اور دوسری طرف اسی گھر میں مرغ پلاؤ اور بریانی کی دیگیں پک رہی

ہوتی ہیں جبکہ اہل خانہ مرنے والے کے غم میں نوحہ کناں ہوتے ہیں۔ پکوان کی تیاری اور معیار بیاہ شادی سے کم نہیں ہوتا۔ اور پھر مہمانوں کی خاطر مدارت ایسی کہ بیاہ شادی کا گمان ہوتا ہے۔ بیاہ شادی کے انتظامات اور غلط رسموں پر بے تحاشا دولت ضائع کی جاتی ہے۔ لوگ کھاتے کم اور اجاڑتے زیادہ ہیں۔ ان مذموم اور بے ہودہ رسموں اور ان پر کیا جانے والا خرچ محض نمود و نمائش ہوتا ہے۔ آتش بازی پر لوگ کس قدر روپیہ ضائع کرتے ہیں۔ اس کا صرف اتنا فائدہ کہ لوگ رات کو سو نہیں سکتے اور قوم راتوں کو بیدار رہتی ہے۔ اسراف کی ہر قسم اور شکل اسلام میں حرام ہے۔ اور اسراف کرنے والوں کو اخوان الشیطان یعنی شیطان کے بھائی کہا گیا ہے۔ کیونکہ فضول خرچی کا صریحاً مطلب روپیہ اور وسائل کی تباہی ہے۔ وسائل کے ضیاع سے مثبت نتائج برآمد نہیں ہوتے بلکہ منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں حکم یہ ہے کہ کُلُوْا وَ شْرَابُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا یعنی کھاؤ پیو لیکن ضائع نہ کرو۔ ایک مقام پر فرمایا کُلُوْا وَ شْرَابُوْا حَلَالًا وَ طَیِّبًا یعنی کھاؤ اور پیو لیکن صرف حلال اور طیب چیزیں۔ سورۃ الانعام کی آیت نمبر 141 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ ۪ وَ لَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۝

"کھاؤ اس کے پھل جب وہ پھلیں اور اس کا حق ادا کرو جب فصل کاٹو اور فضول خرچی نہ کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"۔

سورۃ الانعام کی آیت نمبر 142 میں ارشاد ہے:

كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝

"ان چیزوں میں سے کھاؤ جو اللہ نے تمہیں بخشی ہیں لیکن شیطان کی پیروی نہ کرو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"۔

ان آیات کریمہ میں حلال طیب چیزیں کھانے کی اجازت دی گئی ہے اور ساتھ ہی

Marfat.com

فضول خرچی کی ممانعت کر دی گئی ہے مزید فرمایا کہ ان کے پھل کھاؤ۔ پھل کو مفسرین نے پیداوار بھی کہا ہے لیکن سورۃ الانعام کی آیت نمبر 142 میں پھلوں کا ذکر آیا ہے اس لئے اگر اس کا مطلب پھل ہی لیا جائے تو بہتر ہوگا تاہم پیداوار کا لفظ بھی غلط نہیں۔ فرمایا کہ ان کے پھل کھاؤ۔ مفسرین نے حق کا مطلب عُشر لیا ہے جو بارانی اور بارشی زمینوں کا دسواں اور آبپاشی والی زمینوں کی پیداوار کا بیسواں حصہ مقرر ہے۔ بعض مفسرین نے اس کا مطلب صدقات وخیرات بھی لیا ہے چنانچہ فرمایا کہ کھاؤ لیکن ضائع نہ کرو یعنی اسراف نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ مسرفین (ضائع کرنے والوں) کو پسند نہیں کرتا۔ آخری آیت توجہ طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہیں عطا کی ہیں ان میں سے کھاؤ لیکن فضول خرچی نہ کرو۔ ایسا کرنا شیطان کی پیروی کرنا ہے جو کہ انسان کا کھلا دشمن ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بے مقصد اور فضول پیدا نہیں کی اور کسی چیز کو بھی فضول خرچیوں پر ضائع نہیں کیا جا سکتا۔ فضول خرچی تو شیطانی فعل ہے مفسرین نے اسراف کو حد سے زیادہ خرچ کرنا کہا ہے اور اسراف کرنے والوں کو حد سے گزرنے والے کہا ہے جو چیز ہم اسراف کی نظر کرتے ہیں اور شیطان کو خوش کرتے ہیں اگر ضرورت سے فالتو چیزوں کو تنگ دستوں حاجت مندوں اور محتاجوں پر خرچ کریں اور انسانوں کی بہتری کے لئے خرچ کریں تو یہ ایک اچھا اور پسندیدہ عمل ہوگا۔ اور اس سے یقیناً خلق خدا کو فائدہ ہوگا یہ کونسی عقلمندی ہے کہ خدا کی عطا کردہ نعمتوں کو فضول کاموں پر ضائع کر دیا جائے جس سے اپنا بھی نقصان اور خلقِ خدا کا بھی نقصان۔ سفلی خواہشات کی تکمیل کے لئے خدا کی نعمتوں اور دولت کو ضائع کرنا آخر کونسی عقلمندی اور تعمیری سوچ ہے۔ اگر سگریٹوں کے دو پیکٹوں کی قیمت کسی مریض پر خرچ کریں تو ممکن ہے اسے بیماری سے نجات مل جائے اور آپ سگریٹ نوشی کر کے جن مہلک بیماریوں کو دعوت دے رہے ان سے بچ جائیں۔

سورۃ الاعراف میں حکم ربانی ہے:

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ﴿٢٦﴾ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۖ وَ

كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ (انعام)

''اور فضول خرچی نہ کیا کرو۔ بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے''۔

بہر حال فضول خرچی کوئی اچھا فعل نہیں بلکہ شیطانی فعل ہے۔اس میں انسان کا سراسر نقصان ہے۔اس میں شیطان کی پیروی اور خدا کی ناراضگی کارفرما ہے اور فضول خرچی سے بچنے کے ان گنت فوائد ہیں۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ نے سورہ الانعام کے حاشیہ نمبر 179 (آیت نمبر 141) میں لکھا ہے کہ فضول خرچی اور اسراف ہر طرح کی ممنوع ہے۔علماء کرام نے مزید تصریح فرمائی ہے کہ فقراء اور مساکین کو دیتے وقت بھی میانہ روی کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ایسا نہ کرے کہ سب کچھ لٹا کر خود اوروں کا دستِ نگر ہو جائے۔تو جب اسلام نے کارِ خیر میں فضول خرچی سے منع کیا ہے تو دوسرے کاموں میں فضول خرچی کو کب برداشت کیا جائے گا۔(ضیاء القرآن)

نعمتوں کا ضیاع تو درکنار فضول کاموں میں وقت ضائع کرنا بھی خود کو ضائع کرنا ہے۔

فضول خرچی سے بچیں اور اللہ کی حدوں کا خیال کیجئے،اسی میں فلاح دارین ہے۔

Marfat.com

فواحش (بے حیائی)

قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر بے حیائی کا ذکر آیا ہے۔اس کے لئے لفظ اَلْفَحْشَاءِ استعمال ہوا ہے جس کے معنی برا کام، بے حیائی کا کام۔اسی طرح اَلْفَحْشَاءِ کا لفظ ہے۔ جس کے معنی وہ قول وہ فعل جس کی برائی کھلی ہوئی ہو۔اور اسے سننا یا کرنا برا لگے پھر لفظ فاحشة ہے۔جس کے معنی حد سے بڑھی ہوئی بدی۔ایسی بے حیائی جس کا اثر دوسروں پر پڑے۔ہر وہ چیز جس کی ممانعت اللہ نے کر دی۔پھر فَوَاحِشْ کا لفظ ہے جس کے معنی بے حیائی کے کام۔کھلے گناہ۔(لغات القرآن)

دین اسلام کے بنیادی احکامات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔جب تک نیکی کے حکم پر عمل اور برائی سے رک جانے کی تبلیغ واشاعت کا مشن جاری وساری ہے دنیا میں اسلام زندہ و پائندہ رہے گا۔قرآن حکیم میں حکم دیا گیا ہے کہ تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو نیکی کا حکم دے اور بدی سے لوگوں کو روکے۔جہاد کا حکم بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔اسلام کی تبلیغ واشاعت میں سب سے بڑی رکاوٹ جہالت اور بدی کی قوتیں ہیں۔بدی کے کاموں میں بڑی جاذبیت اور کشش ہے اور لذت کا سامان بھی وافر ملتا ہے۔شیطان رات دن انسان کو بدی اور بے حیائی کی ترغیب، تحریص اور وسوسہ اندازی میں مصروف رکھتا ہے۔بعض لوگ شیطان کے بہکاوے میں آکر اس کی پیروی پر کمربستہ رہتے ہیں۔بعض لوگ ایسا حیاء سوز لٹریچر اور کتابیں لکھتے ہیں جن سے شہوانی جذبات میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو ایسے گانے، ڈرامے، فلمیں اور عریاں تصاویر شائع کرتے ہیں جن سے نوجوان نسل میں حیاء کا جذبہ کمزور پڑ جاتا ہے۔اس طرح نئی نسل کا رجحان اور دلچسپی بے حیائی میں بڑھتی جا رہی ہے۔آج کل پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا رات دن اسی کام میں مصروف ہیں۔بعض لوگ محض دولت کمانے

Marfat.com

کے لئے ایسی فلمیں بناتے ہیں اوران میں ایسے ایسے شرمناک اور حیاء سوز مناظر پیش کرتے ہیں جن کی وجہ سے اخلاق باختگی میں زبردست اضافہ ہورہا ہے۔ایسے اشتہارات جن سے جنسی کشش اور جاذبیت پیدا ہو۔ایسا لٹریچر جن کی مقبولیت کا انحصار ہی شہوانی محرکات پر ہے۔بلاشبہ وقتی طور پران ذرائع سے بے پایاں آمدنی ہوتی ہے لیکن اس سے جونقصان ہوتا ہے اس سے معاشرے کا ہر فرد متاثر ہوگا اور کوئی بھی برے اثرات سے محفوظ نہ ہوگا جب قوم کا اخلاق بگڑ جائے گا۔شرم وحیاء کی چادر تار تار ہو جائے گی۔بے حیاء اور ہوسناک نگاہیں اس کی دولت اور عصمت لوٹنے سے گریز نہیں کریں گی۔قوم کے اصلاح یافتہ ہونے کی برکات سے جس طرح ہر فرد مستفید ہوتا ہے اسی طرح اس کے اخلاق باختہ ہونے سے ہر فرد کو حصہ رسدی مل کر رہتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فسق وفجور اور معاشرے میں پھیلنے والے بے حیائی کے ناسور تمام راستوں کو بند کر دیا ہے جس سے بدبختی کا ناسوری سیلاب امنڈ سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے سورہ النور کی آیات نمبر 19 اور 20 میں واضح فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۰﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ وَ مَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّهٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۱﴾

"بے شک یہ چاہتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے ہیں (تو) ان کے لئے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں۔اور اللہ (حقیقت کو) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ مہربان (اور) رحیم ہے (تو تم بھی نہ بچ سکتے) اے ایمان والو!

Marfat.com

شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو اور جو شیطان کے نقش قدم پر چلتا ہے تو وہ (اپنے پیروکاروں کو) حکم دیتا بے حیائی اور برے کام کا۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے ہرگز کوئی نہ بچ سکتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے پاک کرتا ہے۔ اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے"۔

تفہیم القرآن میں اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ اس طرح کے الزامات گھڑ کر انہیں اشاعت دے کر مسلم معاشرے میں بداخلاقی پھیلانے اور مسلم امہ کے اخلاق پر دھبہ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ سزا کے مستحق ہیں لیکن آیت کے الفاظ مخش پھیلانے کی تمام صورتوں پر حاوی ہیں ان کا اطلاق تو (قولاً فعلاً) عملاً بدکاری کے اڈے قائم کرنے پر بھی ہونا چاہیے اور بداخلاقی کی ترغیب دینے والے اور اس کے لئے جذبات کو اکسانے والے قصوں، اشعار، گانوں، تصویروں، کھیل تماشوں، نیز وہ کلب، ہوٹل اور دوسرے ادارے بھی اس کی زد میں آجاتے ہیں جن میں مخلوط رقص اور مخلوط تقریبات کا انتظام کیا جاتا ہے۔ پھر انصاف کہاں رہا ہے کہ یہ سب لوگ مجرم ہیں۔ آخرت میں ہی نہیں دنیا میں بھی وہ سزا کے مستحق ہیں۔ ایک اسلامی حکومت پر واجب ہے کہ وہ فحاشی اور بے حیائی کے تمام راستے بند کرے اس کے قانون اور تعزیرات میں ان تمام افعال کو مستلزم سزا، قابلِ دست درازی پولیس ہونا چاہیے جن کو قرآن یہاں پبلک کے خلاف جرائم قرار دے رہا ہے اور فیصلہ دے رہا ہے کہ ان کا ارتکاب کرنے والے سزا کے مستحق ہیں۔ اور آیت کے آخری الفاظ کہ "اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے" کی تشریح یوں ہے کہ تم لوگ نہیں جانتے کہ اس طرح کی ایک حرکت کے اثرات معاشرے میں کہاں کہاں تک پہنچتے ہیں اور کتنے افراد کو متاثر کرتے ہیں اور مجموعی طور پر ان کا کس قدر نقصان اجتماعی زندگی میں اٹھانا پڑتا ہے۔ اس چیز کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ اس لئے اللہ پر اعتماد کرو۔ اور جن برائیوں کی اللہ نشان دہی کر رہا ہے انہیں پوری قوت سے مٹانے اور دبانے کی کوشش کرو۔ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کیونکہ شیطان تو ہر لحہ ہر راستے پر تمہاری تاک میں بیٹھا رہتا ہے تاکہ تمہیں نیکی کی راہ سے

ہٹا کر بدی کی راہ پر ڈال دے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تمہیں نیک و بد کی تمیز نہ سمجھائے تو تم میں سے کوئی شخص بھی برائی سے پاک نہ ہو سکے"۔

آج روشن خیالی کے نام پر طاغوتی قوتیں ساری دنیا میں بے حیائی اور فواحش پھیلانے اور اس کی ترویج وترقی کے لئے ساری قوتیں صرف کرنے میں مصروف ہیں مسلمانوں کی اکثریت کا میلان طبع بھی اسی سمت ہے جبکہ مسلم حکمران شیطانی قوتوں کے دست و بازو بن چکے ہیں اور کہا جا رہا ہے کہ اگر کسی کو فحاشی کے مناظر ناپسند ہوں تو ٹی۔وی یا اپنی آنکھیں بند کر لے۔ اس طرح روشن خیالی کے نام پر لوگوں کو تاریکی میں دھکیلا جا رہا ہے۔ بے حیائی کا طوفان چادر اور چار دیواری کے تقدس کو پامال کر رہا ہے۔ کیا ہم سب اس جرم کی پاداش میں دنیا اور آخرت میں سزا کے مستوجب نہیں؟ اگر کسی کو اس بارے میں شک ہو تو وہ قرآن حکیم کے حکیمانہ ارشادات پر بار بار غور کرے جس کا اعلان چودہ سو سال پہلے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں بلکہ سب لوگوں کی رہنمائی کے لئے کر دیا تھا۔ اور قرآن وہ سچی کتاب ہے جس کا حرف حرف آج کے سائنسی دور میں سچائیوں کا کشف کر رہا ہے۔ مولانا مودودی کی کتاب "پردہ" سے ماخوز حیا اور اصلاح باطن کا خلاصہ پیش ہے۔

فواحش کے عنوان کے ساتھ لفظ منکر اور حیا کا گہرا تعلق ہے۔ لفظ منکر ہر قسم کی برائی بدکاری اور بے حیائی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً جھوٹ چوری ڈکیتی، زنا، اغلام بازی اور تمام معاصی (گناہ) جن کا ارتکاب فطرتِ حیوانی کے غلبہ سے انسان کرتا ہے سب کے سب فطرتِ انسانی کے خلاف افعال ہیں۔ قرآن ایسے تمام افعال کو منکر کے جامع لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔ منکر کا لفظی ترجمہ مجہول یا غیر معروف ہے۔ ان افعال کو منکر کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ یہ ایسے افعال ہیں جس سے فطرتِ انسانی آشنا نہیں ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ جب انسان کی فطرت ان افعال کے ارتکاب سے نا آشنا ہے اور حیوانی طبیعت اسی پر زبردستی ہجوم کر کے اس کو ان افعال کے ارتکاب پر مجبور کرتی ہے۔ جس طرح لفظ منکر تمام برے افعال کا جامع ہے اسی طرح بے حیائی کا لفظ بھی تمام برائیوں اور برے افعال کا جامع ہے ان

Marfat.com

حالات میں انسان ہی کی فطرت میں کوئی ایسی چیز ہونی چاہیے جو تمام منکرات سے نفرت کرنے والی ہو۔ گویا انسان کے اندر ایسی حس جو اسے منکرات سے نفرت دلانے والی ہو، کو حیا کہا جاتا ہے اور یہ لفظ منکرات اور فواحش کی ضد ہے۔

حیا کے معنی شرم کے ہیں۔ اسلام کی اصطلاح میں حیاء سے مراد شرم ہے جو کسی امر منکر کی جانب مائل ہونے والا انسان خود اپنی فطرت کے سامنے اپنے خدا کے سامنے محسوس کرتا ہے۔ یہی حیاء وہ قوت ہے کہ جب انسان جبلتِ حیوانی کے غلبہ سے کوئی فعل کر گزرتا ہے تو یہی چیز اس کے دل میں چٹکیاں لیتی ہے۔ اسلام کی اخلاقی تعلیم و تربیت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حیاء کے اسی چھپے ہوئے مادے کو فطرت انسانی کو گہرائیوں سے نکال کر علم و فہم اور شعور کی غذا سے اس کی پرورش کرتی ہے۔ ایک مضبوط حاشیہ اخلاقی بنا کر اس کو نفسِ انسانی میں ایک کوتوال کی حیثیت سے متعین کر دیتی ہے۔ حیاء کی تفسیر میں حضور رحمتِ عالمیان ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے:

"ہر دین کا ایک اخلاق ہوتا ہے اور اسلام کا اخلاق حیاء ہے"۔

اور ایک دوسری حدیث نبوی ﷺ اس کی صراحت یوں کرتی ہے سرور کائنات ﷺ نے فرمایا:

"جب تجھے حیاء نہ رہے تو تیرے جی میں جو آئے کر"۔

جب حیاء نہ ہوگی تو خواہش جس کا مبدا جبلتِ حیوانی ہے تجھ پر غالب آ جائے گی اور کوئی منکر تیرے لئے منکر نہ رہے گا۔

الغرض حیا انسان کے اندر پایا جانے والا مادہ یا قوتِ حس ہے جو کسی امر منکر کی جانب ہونے والا انسان اپنی فطرت اور اپنے خدا کے سامنے محسوس کرتا ہے اور یہی وہ قوت حس ہے جو انسان کو فواحش اور منکرات کا اقدام کرنے سے روکتی ہے اور جب انسان کے اندر سے یہ مادہ اور قوتِ حس ختم ہو جاتی ہے تو پھر وہ بے حیاء ہو جاتا ہے اور منکرات کا اقدام کرنے پر مائل ہو جاتا ہے اور فطرتِ انسانی پر فطرتِ حیوانی غالب آ جاتی ہے۔ حیاء انسان

Marfat.com

کو منکرات کی طرف مائل ہونے سے روکتی ہے اور فطرتِ حیوانی کو فطرتِ انسانی پر غالب نہیں ہونے دیتی۔

حیاء اور بے حیائی کا اصل سرچشمہ آنکھیں ہیں۔ نگاہِ انسانی اسے منکرات وفواحش کی طرف مائل اور قائل کرتی ہے اور اس کے دل و دماغ میں ایک نقش بٹھا کر اس کے ذہن میں لذتِ گناہ متحرک کر کے احساس کو متحرک کرتی ہے۔ انسان کی نگاہ جب کسی غیر محرم پر پڑتی ہے تو اس کے دماغ میں اس کی تصویر فوکس ہو جاتی ہے۔ پھر انسان کا دماغ بار بار خیالات کی دنیا میں اسے گھماتا ہے۔ اور انسان کو ہر لمحہ اور ہر طرف وہ تصویر دکھائی دیتی ہے۔ جہاں تک کہ غیر محرم کی تصویر اس کی روح کے اندر رچ بس جاتی ہے اور اسے فواحش کی طرف لے جاتا ہے اور انسان کی حیاء کا بندھن ٹوٹ جاتا ہے۔ پھر بے حیائی کا سیلاب بے قابو ہو کر تباہی اور بربادی کرتا چلا جاتا ہے۔ بے حیائی کا یہ سیلاب افراد، اقوام اور ساری انسانیت کے لئے ہلاکت کا باعث بن جاتا ہے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور قومِ لوط کے ساتھ ہوا۔

مغرب سے اٹھنے والا بے حیائی کا سیلاب ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لینے کے لئے ہر سمت تیزی سے بڑھ رہا ہے مشرق وسطیٰ کی سرحدوں کو پار کر کے اس کی لہریں دیوار چین سے بار بار ٹکرا رہی ہیں۔ 26 دسمبر 2004 کو بحر ہند سے اٹھنے والا سونامی طوفان اسی کی کڑی تھا۔ پھر امریکہ کے شہر نیو اور لینز سے ٹکرانے والا قطرینہ نامی طوفان حیاء سوزی کا ہی نتیجہ ہیں۔ قدرتی آفات جن میں زلزلے اور سمندری طوفان شامل ہیں اسلامی دنیا کے ان علاقوں کا رخ کئے ہوئے ہیں جہاں جہاں حیاء سوزی کا شوق پروان چڑھ رہا ہے۔ مشرق و مغرب ہوں یا شمال و جنوب ہر جانب اخلاق باختگی کی آگ شعلہ زن ہے۔ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا پر شیطان کے چیلوں کا کنٹرول ہے، رات دن دنیا میں بے حیائی پھیلانے میں مصروف ہیں اور دنیا کو رحمان کی بجائے شیطان کا گلوبل ولیج بنا ڈالا ہے۔ شیطان جو انسان کا کھلا دشمن ہے انسان کی ہلاکت پر کھل کر اتر آیا ہے۔ طاقتور طاغوتی قوتیں انسانیت پر تابڑ توڑ حملے کر رہی ہیں۔ عباد الرحمٰن اور عباد الشیطان کے مابین جاری جنگ میں بظاہر

Marfat.com

شیطانی قوتوں کا پلہ بھاری ہے۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا جن پر شیطان کا قبضہ ہے انسانیت پر فواحش اور منکرات کی گولہ باری کر رہے ہیں اس جنگ کی آگ کی لپس گھر گھر محسوس ہونے لگی ہے۔ دنیا میڈیا کی جنگ کی لپیٹ میں ہے۔ نیوکلیئر، جراثیمی اور بیالوجیکل ہتھیار منہ کھولے حکم کے منتظر کھڑے ہیں وہ وقت دور نہیں جب میڈیا کی جنگ کے ساتھ ہتھیاروں کی جنگ بھی شروع ہو جائے گی۔ اس جنگ میں روایتی اور غیر روایتی ہتھیار استعمال ہوں گے عین ممکن ہے زمین و آسمان کی خدائی قوتیں بھی میدان جنگ میں کود پڑیں کیونکہ یہ عبادالرحمٰن اور عباد الشیطان کے مابین جنگ ہو رہی ہے۔ خدا کی باغی اور سرکش قوتوں نے خدائی احکامات کے خلاف جنگ شروع کر رکھی ہے اس وقت اگرچہ عبادالرحمٰن کا لشکر کمزور ہے لیکن بالآخر فتح عبادالرحمٰن کی ہی ہوگی۔ حق جیت جائے گا۔ بے حیائی کی آگ میں سب بے حیاء اور منکرات کے خوگر جل کر راکھ ہو جائیں گے اور باطل مٹ جائے گا۔ باطل مٹنے کے لئے ہے اور مٹنے والی چیز ہے۔ نار نمرود ٹھنڈی ہو جائے گی لیکن اسے ٹھنڈا کرنے کے لئے ابراہیم علیہ السلام کا سا ایمان مطلوب ہے اور شرارِ بولہبی کو مٹانے کے لئے مکارم اخلاق کی اشد ضرورت ہے جس کی تکمیل کے لئے رب کائنات نے رحمتِ عالمیان ﷺ کو سرزمین عرب میں مبعوث فرمایا تھا جو اس وقت ساری دنیا میں بدی اور بے حیائی کا مرکز تھی۔ جہاں ہر طرف کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے ڈیرہ جمائے ہوئے تھے اور جہاں ام الخبائث اور انگور کی بیٹی (شراب) کی چاہت ہر گھر میں کی جاتی تھی اور شراب پانی کی طرح بہتی تھی اور حرم میں جام ٹکراتے تھے اور بات یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ مرکزِ توحید بیت العتیق کے اندر باہر 360 بتوں کی پوجا دن رات ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ ہر قبیلے اور ہر گھر میں ان گنت بت تھے جن کو اہل عرب نے معبود کا درجہ دے رکھا تھا۔ لذت پسندی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ زنا عام تھا جس کو کہیں جگہ نہ ملتی وہ خانہ کعبہ میں جا کر بدکاری کر لیتا تھا کیا نائلہ اور اساف کا معاملہ اس کا ثبوت نہیں ہے۔ بے حیائی اور بدکاری لوگوں کا معمول تھی۔ اور ہر طرف قتل و خوں ریزی کا بازار گرم تھا اور بھائی بھائی کا گلا کاٹنے سے دریغ نہیں

Marfat.com

کرتا تھا۔ بے حیائی اور بدکاری کا یہ عالم تھا کہ مدینہ کے یہودیوں کا بادشاہ قطیون بے حیائی میں ابلیس سے کم نہ تھا۔ اس نے حکم دے رکھا تھا کہ مدینہ کی ہر دلہن پہلی رات اس کے ہاں گزارے۔ اس کے حکم کی تعمیل بلا چون و چرا کی جاتی تھی۔ اس ابلیس صفت یہودی سردار کے اس قبیح و شنیع فعل کا کوئی بھی بُرا نہ مناتا تھا۔ کیا اسے رقصِ ابلیس کا نام دینا مناسب نہیں ہے؟ اور اگر ہم مسلمان آج بے حیائی کی وہی راہ اختیار کرتے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں کفار مکہ یا یہود مدینہ کی تھی تو کیا ہم مسلمان کہلانے کے حق دار ہیں؟ ہرگز نہیں۔ فرمانِ رسول رحمت ﷺ ہے "کہ ایمان کی ستر شاخیں ہیں ان میں سے حیا ایک ہے"۔ عرب میں رواج تھا کہ باپ کے مرنے کے بعد سوتیلی ماں بیٹے کو وراثت میں ملتی تھی اور سوتیلا بیٹا سوتیلی ماں کا وارث اور مالک ہوتا تھا۔ خانہ کعبہ کا طواف برہنہ ہو کر کیا جاتا تھا۔

بات مشرق یا مغرب کی نہیں ہے۔ بات بے حیائی کی ہے۔ مغربی ممالک میں زنا کاری اور بے حیائی کو قانون کا تحفظ حاصل ہے۔ اور تو اور والدین اپنی اولاد کو بدکاری جیسے قبیح فعل سے باز نہیں کر سکتے وہاں ایسا کرنا قانون کی نظر میں کسی شہری کی پرائیویٹ لائف (private life) میں مداخلت بے جا کے مترادف ہے اور قابل گرفت اقدام ہے۔ مغرب میں بے حیائی کا یہ عالم ہے کہ انسان حیوانوں سے بھی آگے نکل گیا ہے۔ باہمی رضا مندی سے کوئی بھی غیر محرم مرد یا غیر محرم عورت جب اور جہاں چاہیں سرِ عام اور سرِ راہ گزر بدکاری کر سکتے ہیں۔ اس قبیح فعل نے خاندانی نظام کو درہم برہم کر کے رکھ دیا ہے۔ سوزاک، آتشک اور ایڈز جیسے مہلک امراض اسی کھلی بے حیائی کا نتیجہ ہیں جو ساری دنیا کے لئے خطرات کا باعث بن چکے ہیں۔ مغرب میں تو ہم جنس پرستی (لواطت) کا شوق بھی پروان چڑھ رہا ہے اور اسے قانون کا تحفظ اور قانونی حیثیت حاصل ہے اور میڈیا کے ذریعے اس کے جراثیم دور دراز ممالک تک پہنچا دیئے ہیں۔ اس طرح بے حیائی رنگا رنگ شکل میں دنیا میں متعارف ہو رہی ہے۔ اسلامی دنیا کی ہائی جینٹری اس بے حیائی کا بری طرح شکار ہے اور ان کی دیکھا دیکھی دوسرے طبقات میں بھی بے حیائی زور پکڑتی جا رہی

Marfat.com

ہے غیر مسلموں کی تو بات ہی الگ ہے مسلم ممالک کے بعض علاقوں میں بالخصوص افغانستان اور پاکستان کے مخصوص خطوں میں قوم لوط کے حیا سوز افعال (لواطت) کا رواج ہے۔ آج جس روشن خیالی کا ڈنڈھورا پیٹا جا رہا ہے وہ مغرب کی تقلید نہیں تو اور کیا ہے ہمارے کور چشم اور جامد ذہن ملاؤں نے اسلام کے اصل اور پاکیزہ چہرے کو دنیا کے سامنے پیش کرنے میں تساہل اور کسل مندی کا مظاہرہ کر کے دنیا کو اندھیرے میں رکھنے کے جرم کا ارتکاب کیا جس کے نتیجہ میں مغرب کی روشن خیالی کا ڈنڈھورا پیٹنے کا بعض لوگوں کو (جو اسلام سے بے بہرہ ہیں) موقع مل گیا ہے۔ جامد ذہنی اور مغرب کی روشن خیالی دونوں یکساں طور پر مسلم دنیا کے لئے نقصان دہ ہیں۔

حیا اور اصلاحِ باطن

مرشد کامل رحمت عالمیان ﷺ نے جن مکارمِ اخلاق کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا وہی ساری دنیا کے انسانوں اور پوری انسانیت کے لئے فلاح و بقا کا ضامن ہے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "حیا ایمان کی ستر شاخوں میں سے ایک ہے"۔ اسلامی اخلاقیات میں حیا کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ اس سے چھوٹا ہوا نہیں ہے۔ چنانچہ تمدن و معاشرت کا ہر شعبہ انسان کی صنفی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں بھی اسلام نے اصلاحِ اخلاق کے لئے اسی چیز سے کام لیا ہے۔ وہ صنفی معاملات میں نفسِ انسانی کی نازک سے نازک چوریوں کو پکڑ کر حیا کو ان سے خبردار کرتا ہے اور اس کی نگرانی پر مامور کر دیتا ہے اس ضمن میں تفصیل سے قطع نظر چند مثالوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔

1۔ دل کے چور

اسلامی قانون کی نظر میں زنا (جو بہت بڑی بے حیائی ہے) کا اطلاق صرف جسمانی اتصال پر ہوتا ہے لیکن اخلاق کی نظر میں دائرہ ازدواج کے باہر ہر صنفِ قابل کی جانب ہر میلان، ارادے اور نیت کے اعتبار سے زنا ہے اجنبی (غیر محرم) کے حسن سے آنکھ کا لطف لینا، اس کی آواز سے کانوں کا لذت یاب ہونا، اس سے گفتگو کرنے سے زبان کا لوچ کھانا،

Marfat.com

اس کے کوچے کی خاک چھاننے کے لئے قدموں کا بار بار اٹھنا یہ سب زنا کے مقدمات اور خود معنوی حیثیت سے زنا ہیں۔ یہ دل کا چور ہے اور صرف دل کا کوتوال اس کو گرفتار کر سکتا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ اس پر یوں روشنی ڈالتی ہے۔

"آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کی زنا نظر ہے اور ہاتھ زنا کرتے ہیں اور ان کی زنا دست درازی ہے اور پاؤں زنا کرتے ہیں اور ان کی زنا اس راہ میں چلنا ہے اور زبان کی زنا گفتگو ہے اور دل کا زنا خواہش اور تمنا ہے اور آخر میں اعضاء یا تو اس کی تصدیق کرتے ہیں یا تکذیب"۔

2۔ فتنہ نظر

نفس کا سب سے بڑا چور نگاہ ہے۔ اس لئے قرآن و حدیث سے پہلے اس کی گرفت کرتے ہیں۔ سورہ النور کی آیات نمبر 30 اور 31 میں یوں بیان کیا گیا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ وَ لَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

"اے نبی! ﷺ مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے پاکیزہ طریقہ ہے۔ جو کچھ وہ کرتے

Marfat.com

ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے۔اے نبی! ﷺ ان مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے۔اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔وہ اپنا بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں مگر ان لوگوں کے سامنے شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، اپنے شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائی کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے، اپنے میل جول کی عورتیں، اپنے مملوک، وہ زیرِ تربیت مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں، اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں۔اور وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی زینت جو انہوں نے چھپا رکھی ہو اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔اے مومنو تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو توقع ہے فلاح پاؤ گے"۔

حدیث شریف ہے:

"تیری پہلی نظر تو معاف ہے مگر خبردار! دوسری نظر نہ ڈالنا"۔

آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"اے علی ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالو۔پہلی نظر تو معاف ہے مگر دوسری نہیں"۔

(ابوداؤد۔غض البصر)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اچانک نظر پڑ جائے تو کیا کروں! فرمایا: فوراً نظر پھیر لو"۔(ابوداؤد۔غض البصر)

3۔فتنہ نمائش حسن

فتنہ نظر کا ایک شاخسانہ یہ بھی ہے جو عورت کے دل میں یہ خواہش پیدا کرتا ہے کہ اس کا حسن دیکھا جائے۔یہ خواہش ہمیشہ جلی اور نمایاں ہی نہیں ہوتی بلکہ دل کے پردوں میں کہیں نہ کہیں حسن کی نمائش کا جذبہ چھپا ہوتا ہے۔وہی لباس کی زینت بالوں کی آرائش، باریک ورشوخ کپڑوں کے انتخاب میں اور ایسے ایسے خفیف جزئیات تک میں اپنا اثر ظاہر کرتا ہے

Marfat.com

جس کا احاطہ ممکن نہیں۔ قرآن کریم نے ان سب کے لئے ایک جامع اصطلاح ''تبرج جاہلیۃ'' استعمال کی ہے ہر وہ نیت اور آرائش جس کا مقصد شوہر کے علاوہ دوسروں کے لئے لذتِ نظر بننا ہو تبرج جاہلیت کی تعریف میں آجاتی ہے ایسا برقع جو محض اس غرض سے خوش رنگ اور خوبصورت انتخاب کیا جائے کہ دوسروں کی نگاہوں کو دعوتِ لذت کا سامان فراہم کرے تو یہ تبرج جاہلیت ہے۔ عورت کو خود ہی اپنے دل کا حساب لینا چاہئے کہ اس میں یہ ناپاک جذبہ تو چھپا ہوا نہیں ہے اگر ہے تو وہ جان لے کہ وہ اس حکم خداوندی کی مخاطب ہے:

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى

''اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور اپنی آرائش کی نمائش نہ کرو جیسے دورِ جاہلیت میں رواج تھا''۔ (الاحزاب:33)

جو آرائش بری نظر سے پاک ہو وہ اسلام کی آرائش ہے اور جس میں ذرہ برابر بھی بری نیت شامل ہو وہ جاہلیت کی آرائش ہے۔

4۔ فتنہ زبان

بلاشبہ زبان بھی انسان کے اندر چھپا ہوا ایک فتنہ ہے جب مرد اور عورت بات کر رہے ہوتے ہیں تو بظاہر کوئی برا جذبہ نمایاں نہیں ہوتا لیکن دل میں چھپا ہوا چور آواز میں مٹھاس، لہجے میں لگاوٹ اور باتوں میں رس کی شرینی کی گھلاوٹ پیدا کئے جا رہا ہے۔ دیکھئے قرآن مقدس اس چھپے ہوئے چور کی نشان دہی کن واضح الفاظ میں کر رہا ہے:

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ (الاحزاب)

''ایسی نرمی سے بات نہ کرو کہ وہ (بے حیا) جس کے دل میں روگ ہے طمع کرنے لگے۔ اور بات کرو تو باوقار انداز سے کرو''۔

یہی دل کا چور ہے جو دوسروں کے جائز اور ناجائز صنفی تعلقات کا حال بیان کرنے میں مزے لیتا ہے۔ اس میں گانے غزلیں، اشعار، عشق و محبت کے قصے، افسانے اور فحش

واقعات کی تشہیر کرتے ہیں۔ زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو زبان کی کھیتی کہا گیا ہے۔ اس لئے زبان سے محض اچھے الفاظ نکلنے چاہئیں۔ بے ہودہ اور گندے الفاظ کی ممانعت ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ انسان خاموش رہے۔ زبان کی کھیتیاں بہت سارے لوگوں کو جہنم میں لے جائیں گی۔ زبان انسان کو پستی میں بھی لے جاتی ہے اور بلندی پر بھی۔ زبان بے شمار فتنوں کی موجب ہے۔ زبان کے فتنوں سے بچنا نیکی اور نیک شگون ہے۔

5۔ فتنہ آواز

بسا اوقات زبان خاموش رہتی ہے مگر دوسری حرکات سے سامعہ کو متاثر کیا جاتا ہے اس کا تعلق بھی نیت سے ہے۔ اسلام میں اس کی بھی ممانعت ہے جیسا کہ سورۃ النور کی آیت نمبر 31 سے عیاں ہے۔

"وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا حال معلوم ہو جائے یعنی جھکار سنائی دے"۔

6 فتنہ خوشبو

ایک مسلمان عورت کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ خوشبو میں بسے ہوئے کپڑے پہن کر راستوں سے گزرے یا محفلوں میں شرکت کرے کیونکہ اس کی زینت اور حسن پوشیدہ بھی رہے تو کیا ہوا اس کی عطریت تو فضا میں پھیل کر جذبات کو متحرک کر رہی ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

"جو عورت عطر لگا لوگوں کے درمیان سے گزرتی ہے وہ آوارہ قسم کی عورت ہے"۔

(ترمذی باب خروج عطر)

مؤطا امام مالک اور مسلم شریف میں ہے:

"جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو نہ لگائے"۔

Marfat.com

7۔فتنہ عریانی

عریانی ہر دور میں فتنہ سامانی کا باعث رہی ہے۔آجکل لوگوں نے لباس کو محض زینت سمجھ لیا ہے حالانکہ لباس ستر (پردہ) کے لئے ہے۔اسلام کی نگاہ میں ستر کی زینت سے زیادہ اہمیت ہے۔عورت تو سراپا ستر کا نام ہے۔عورت اور مستور دونوں کا مطلب پردہ یا ستر ہے اسلام مرد اور عورت دونوں کو جسم کے وہ تمام حصوں کو چھپانے کا حکم دیتا ہے جن میں ایک دوسرے کے لئے جنسی اور شہوانی کشش پائی جاتی ہے۔عریانی ایک ایسی ناشائستگی ہے جس کو اسلامی حیا کسی صورت میں برداشت نہیں کرتی۔غیر تو غیر اسلام اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ میاں اور بیوی ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہوں حدیث نبوی ﷺ ہے:

''جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے تو اس کو چاہیے کہ ستر کا خیال رکھے۔بالکل گدھوں کی طرح دونوں ننگے نہ ہو جائیں۔(ابن ماجہ باب الستر عنہ الجماع)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا۔(شمائل ترمذی باب حیاء الرسول)

تنہائی میں عریاں رہنا اسلام کو گوارا نہیں۔ترمذی شریف باب حفظ العورت میں ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے حیا کی جائے''۔(ترمذی)

حدیث نبوی ﷺ ہے کہ ''خبردار! کبھی برہنہ نہ رہو''۔

تمہارے ساتھ فرشتے بھی لگے ہوتے ہیں جو تم سے جدا نہیں ہوتے بجز ان اوقات کے جن میں تم رفع حاجت کرتے ہو یا اپنی بیویوں کے پاس جاتے ہو۔لہٰذا تم ان سے شرم کرو۔اور ان کی عزت کا لحاظ رکھو''۔(ترمذی باب حیاء الاستثناء فی عنہ الجماع)

اسلامی نکتہ نظر سے وہ لباس جس میں سے بدن نظر آئے اور ستر نمایاں ہو وہ حقیقت میں لباس ہی نہیں۔ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''جو عورتیں لباس پہن کر بھی ننگی رہیں۔دوسروں کو رجھائیں اور خود دوسروں پر ریجھیں اور بختی اونٹ کی طرح ناز سے گردن ٹیڑھی کر کے چلیں وہ جنت میں ہرگز داخل نہ ہوں گی۔

Marfat.com

اورنہ اس کی بو پائیں گی۔(مسلم باب النساء الکاسیات والعادیات)

اسلام معاشرے کے ماحول اور فضا کو فحشاء اور منکرات سے پاک کر دینا چاہتا ہے۔ منکرات اور فحشاء کا سرچشمہ انسان کے باطن میں ہے۔فحشاء اور منکرات کے تمام جراثیم وہیں پرورش پاتے ہیں اور وہیں سے ان چھوٹی چھوٹی تحریکات کی ابتدا ہوتی ہے ان تحریکات کو خفیف سمجھ کر نظر انداز کر دینا حماقت کے سوا کچھ نہیں۔اسلام کی نظر میں دراصل وہی اخلاق اور معاشرت کو تباہ کرنے والی خطرناک بیماریوں کی جڑ ہیں۔ دور حاضر میں جوان نسل کو یہی خطرناک بیماری لاحق ہوگئی ہے۔ جدھر دیکھو عریانی کا دور دورہ ہے۔نوعمر لڑکے اور لڑکیاں چست لباس پہنے ہر طرف پھرتے نظر آتے ہیں یہی عریانی صنف مقابل کے لئے جنسی اور شہوانی کشش کا موجب بنتی ہے جس کے نتیجہ میں بے شمار فتنے سر اٹھاتے ہیں اور جواں نسل کے اخلاق کو دیمک کی طرح چاٹ رہے ہیں۔ دورِ حاضر میں عریانی فواحش اور منکرات کو پروان چڑھا رہی ہے جن سے اخلاق اور معاشرہ تنزل اور تباہی کا شکار ہو رہا ہے اسلام کی تعلیم اخلاق باطن ہی میں امتیاز بردست احساس پیدا کر دینا چاہتی ہے کہ انسان خود نفس کا احتساب کرتا رہے اور اپنے آپ میں برائی کا ادنیٰ سا میلان محسوس کر کے آپ ہی اپنی قوتِ ارادی سے اسے ختم کر ڈالے۔فواحش اور منکرات کی ابتداء میں ہی جڑ کاٹ ڈالے۔اسلام جس پاکیزہ معاشرہ کا تصور پیش کرتا ہے اس کی درسگاہ کا اولین اقدام اور نکتہ آغاز اخلاقِ حسنہ ہے اور اخلاق حسنہ کا تصور اصلاحِ باطن کے بغیر ناممکن ہے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام محرکات کا خاتمہ کر دیا جائے جو فواحش اور منکرات کی تحریص اور ترغیبات کا موجب ہیں ایک حقیقی پاکیزہ معاشرے کا قیام صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم مکارمِ اخلاق کا وہی راستہ اپنائیں جس کا عملی نمونہ سرورِ انبیاء ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں پیش کیا۔اس کے بغیر بے حیائی اور اس کی تباہ کاریوں سے نجات ناممکن ہے۔خدا ہمارا حامی و ناصر ہو۔

Marfat.com

بدکاری (زنا)

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (الانعام:151)

''اور ظاہر اور پوشیدہ بے حیائی کی باتوں کے قریب مت جاؤ''۔

فواحش ان اعمال اور اقوال کو کہتے ہیں جو حد درجہ قبیح ہوں المفردات میں ہے الفاحشة ماعظم قبحه من الافعال و الاقوال یہاں کسی ایک برائی سے منع نہیں کیا گیا بلکہ فواحش جمع کا لفظ ذکر کر کے ہر قسم کی قولی اور فعلی برائیوں کے ارتکاب سے ہی نہیں بلکہ ان کے قریب تک پھٹکنے سے منع کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام وہ چیزیں جو دل میں گناہوں کی تحریک پیدا کرتی ہیں مثلاً فحش گانے، ننگی تصویریں اور غلیظ لٹریچر سب سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور ماظهر منها و ما بطن کے کلمات سے اس کو اور وسیع کر دیا کہ فواحش کا ارتکاب ظاہر اور باطن، خلوت اور جلوت میں ممنوع ہے۔ (ضیاء القرآن)

پچھلے باب میں فواحش پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ باب بھی فواحش کے تسلسل کا حصہ ہے۔ قبیح افعال میں زنا بہت ہی قبیح فعل اور گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن حکیم کی سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 32 میں زنا کی قباحت کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾

''اور بدکاری کے قریب بھی نہ جاؤ۔ بیشک یہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے''۔ (بنی اسرائیل)

تمام بے حیائیوں میں سب سے بڑی بے حیائی زنا کاری کا آیت کریمہ میں ذکر کیا گیا۔ زنا ایک ایسی خرابی ہے جس میں زمانہ قدیم سے ساری قومیں مبتلا چلی آ رہی ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس خرابی کی قباحت و وقاحت کو دو مختصر فقروں میں بیان فرما دیا: اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً یعنی یہ بڑی بے حیائی کا فعل ہے وَسَآءَ سَبِيْلًا یعنی یہ بہت برا راستہ ہے۔

Marfat.com

بدکاری کے برے اور دوررس نتائج پر نگاہ ڈالیں تو فاحش اور سَآءَ سَبِیْلًا کا مفہوم واضح ہو جائے گا اس خرابی کا پہلا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نسب میں اختلاط ہوتا ہے۔ بچہ کسی کا ہوتا ہے اور وارث کوئی بنتا ہے۔ زنا کاری کے نتیجہ میں بے شمار موذی اور مہلک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں جو اقوام اور معاشروں کو تباہ کر دیتی ہیں۔ سوزاک، آتش اور دور حاضر میں ایڈز کی بیماری زنا کاری کا نتیجہ ہے جن ممالک میں بدکاری عام ہے وہاں یہ موذی مرض بھی عام ہے آج ساری دنیا ایڈز کے موذی اور خطرناک مرض سے خائف ہے عورت کی عظمت کا چاند گہن جاتا ہے۔ عورت ماں کے تقدس اور بیٹی کی عظمت سے محروم ہو جاتی ہے اور بازاری جنس بن جاتی ہے۔ اس شنیع فعل کے ارتکاب سے عورت کی سیرت اور صحت خراب ہو جاتی ہے۔ حرامی اولاد شفقتِ پدری سے محروم ہو جاتی ہے اور معاشرے میں کبھی بھی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھی جاتی۔ اس سے فتنہ وفساد کی ایسی چنگاریاں اٹھتی ہیں جو ساری انسانیت کے لئے خطرہ بن جاتی ہیں۔ ان ساری باتوں پر نگاہ ڈالی جائے تو فواحش اور سَآءَ سَبِیْلًا کی قباحت کی حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ اس بارے میں اب بھی کسی کو شک ہو تو وہ امریکی فوجیوں کے ان لاکھوں حرامی بچوں کی حالتِ زار کو دیکھے جو کوریا اور ویتنام کی گلیوں میں دھکے کھا رہے ہیں اور ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں انہی وجوہات کی بناء پر قرآن حکیم نے فرمایا کہ اس فعل شنیع کا ارتکاب تو کجا اس کے قریب تک مت جاؤ۔ اور تمام وہ امور جو اس فعل کے ارتکاب پر اکساتے ہیں ان سے باز رہنے کا حکم فرمایا بھڑکیلے، تنگ اور چست لباس، بے پردگی، مرد وزن کا اختلاط جس میں مخلوط تعلیم بھی شامل ہے، سب سے منع کر دیا ہے کیونکہ یہ سب چیزیں جذبات کو اس قدر مشتعل کر دیتی ہیں کہ کوئی لاکھ بچنا چاہے تو بھی نہیں بچ سکتا۔ اسی لئے تاکیدی حکم فرمایا کہ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اس شنیع فعل کے قریب جانے کی مت کوشش کرو۔

زنا کاری چونکہ سنگین جرم اور قبیح فعل ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں فتنہ وفساد پیدا ہوتا ہے۔ مرد وزن کے لئے رسوائی کا باعث بنتا ہے۔ خاندان اجڑتے ہیں اور ایڈز جیسے

Marfat.com

مہلک امراض پھیلتے ہیں جس سے ساری دنیا آج پریشان ہے اور ڈنڈھورا پیٹا جارہا ہے ''اپنے جیون ساتھی تک محدود رہیے''۔اس سنگین جرم کی سزا بھی سنگین قرآن حکیم میں تجویز فرمائی گئی ہے۔سورہ النور کی آیت نمبر 2 میں حکم ربانی ہے جس میں حرمتِ زنا اور اس کی سزا پر روشنی ڈالی گئی ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

''بدکار عورت اور بدکار مرد میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے لگاؤ۔اور تمہیں ان دونوں پر رحم نہ آئے اگر تم اللہ کے دین کے معاملے میں اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور قیامت پر یقین رکھتے ہو۔اور چاہئے کہ اہل ایمان کا ایک گروہ ان دونوں کی سزا کا مشاہدہ کرے''۔

اس آیت میں شریعت اسلامیہ کے تعزیری قوانین میں سے ایک اہم قانون کا ذکر کیا گیا ہے۔انسان کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت اسلامی قوانین کا اولین مقصد ہے۔اگر کوئی کسی انسان کی جان کو تلف کرتا ہے تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا اگر کوئی کسی کے مال پر دست درازی کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اگر کوئی کسی کی عزت و آبرو کو داغدار کرتا ہے تو اس کو کوڑوں اور رجم (سنگساری) کی سزا دی جائے گی۔اسلام میں جو سزائیں مقرر کی گئی ہیں ان میں دو باتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔ایک تو یہ کہ مجرم کو اس کیے کی سزا دی جائے اور دوسری یہ کہ جن لوگوں میں جرائم کے ارتکاب کا میلان پایا جاتا ہے وہ اس خوفناک سزا سے ڈر کر جرائم کے ارتکاب سے باز آجائیں۔اور ایسا ہی ہونا چاہیے کیونکہ اگر سزا میں وہ عنصر مفقود ہوں تو اسے سزا کہنا ہی غلط ہے۔گناہ کے ارتکاب سے جو فائدہ اور لذت حاصل ہوتی ہے اس کے مقابلے میں سزا اگر ہلکی ہوگی تو لوگ اس سزا کو خاطر میں نہیں لائیں گے اور حصول لذت کے لئے وہ گناہ کا ارتکاب کرتے رہیں گے۔اور اگر سزا میں

Marfat.com

دوسروں کے لئے عبرت کا سامان نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ گناہ کے ارتکاب کا سدِ باب چاہتے ہی نہیں۔ آپ صرف ضابطے کی کاروائی پوری کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کو اس سے کوئی سروکار نہیں کہ اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ یہ محض بچوں کا کھیل ہوا۔ اس کے پیش نظر معاشرہ کو گناہوں سے پاک رکھنا اور ان کے خطرناک نتائج سے محفوظ رکھنا نہ ہوا۔

اسلام یہ چاہتا ہے کہ جس ملک میں اسلامی پرچم لہرا رہا ہے وہاں امن وسکون پیار محبت ہو اور وہاں کے لوگ اپنی صلاحیتوں کو اصلاحی وفلاحی اور تعمیری کاموں میں صرف کر سکیں اور اپنا وقت انسانیت کے بہتر مفادات میں خرچ کریں۔ حسد، بغض، عناد اور نفرتوں کے شعلے ان کے دامن عافیت کو خاکستر نہ کرتے رہیں۔ اس لئے اسلام نے جرائم کے سد باب کے لئے ادھوری اور غیر مؤثر کوشش نہیں کی بلکہ ایک جامع منصوبہ بنایا ہے جس پر عمل کرنے سے معاشرہ ان جرائم سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

اسلام نے سب سے پہلے اپنے پیروکاروں کے دلوں میں خداوند ذوالجلال پر ایمان اور محشر کے محاسبہ کا خوف پیدا کیا ہے اور یہ حقیقت ان کے سامنے واضح کر دی کہ جس خدا کو تم اپنا معبود مانتے ہو اور سارے عالم کا خالق ومالک ہے اس نے ان اعمال کو جرم قرار دیا ہے اور اگر تم ان کا ارتکاب کرو گے تو تم اس کے مجرم ہو گے اور وہ ہمہ دان اور ہمہ بین بھی ہے۔ تم اس سے اپنا کوئی جرم چھپا نہیں سکتے۔ وہ تمہارے تمام اعمال، ان کے محرکات اور عوامل سے آگاہ ہے۔ قیامت کے دن تم اپنے ان اعمال کی جواب دہی کے لئے اس کی بارگاہ میں ضرور پیش کئے جاؤ گے۔

اسلام دین فطرت ہے۔ اس کا نظام شریعت ایسا نہیں جو انسان کے فطری تقاضوں کے ہم آہنگ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ان فطری تقاضوں کا خالق ہے۔ اور ان تقاضوں کی تخلیق میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں۔ اس لئے اس نے ان کی تکمیل کے لئے تمام جائز، مناسب اور خوبصورت طریقوں کو جائز قرار دیا ہے۔ فطری تقاضوں کی تکمیل کے جائز طریقوں کے ہوتے ہوئے جو شخص غلط طریقہ اختیار کرتا ہے۔ اسے وہ سزا دیتا ہے تاکہ اسے معلوم ہو کہ

Marfat.com

اس جرم کا ارتکاب کر کے اس نے اپنے ساتھ سراسر زیادتی کی ہے بلکہ دیکھنے اور سننے والوں کو بھی ایسی عبرت ہوتی ہے کہ وہ اس کے ارتکاب کی جسارت شاذ و نادر ہی کرتے ہیں چنانچہ قرآن کریم نے اس قبیح فعل کی حکمت بڑے بلیغ انداز میں صرف دو لفظوں میں کر دی وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ ''یعنی زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ یہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے''۔

بدکاری کا قبیح فعل چونکہ گوناگوں لازمی اور متعدی امراض اور خرابیوں کا سرچشمہ ہے اس لئے اسلام نے بڑی سختی سے منع فرمایا اور چونکہ یہ بڑا گھناؤنا جرم ہے۔ اس سے انسان کی متاع گراں عزت و آبرو متاثر ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی سزا بھی بڑی سنگین ہے زانی مرد اور زانیہ عورت کو شریعت نے دو قسموں میں تقسیم کیا ہے اور اسی تقسیم کے پیش نظر ان کی سزاؤں میں بھی تفاوت ہے۔

1۔ غیر شادی شدہ مرد اور عورت

2۔ شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت

غیر شادی شدہ مرد اور عورت کی سزا سو کوڑے ہے جبکہ شادی شدہ مرد اور عورت کی سزا رجم (سنگساری ہے۔ انہیں اتنے پتھر مارے جائیں کہ مر جائیں لیکن اس جرم کو ثابت کرنے کے لئے بڑی احتیاط ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اس کے ثبوت کے دو طریقے ہیں (1) اقرار زنا (2) شہادت زنا۔

جس اقرار سے جرم ثابت ہوتا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ اس فعل کا اقرار کرنے والا امام یا نائب امام کے سامنے چار مرتبہ صاف الفاظ میں اقرار کرے اس نے یہ فعل قبیح کیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ نے آ کر یہ عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے پاک فرمایئے۔ میں نے زنا کیا ہے تو آپ ﷺ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور فرمایا: اے جوان واپس چلا جا اور توبہ و استغفار کر اس نے پھر سامنے ہو کر یہی کہا تو آپ ﷺ نے پھر منہ پھیر لیا اور تیسری مرتبہ بھی اس نے اقرار کیا

Marfat.com

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے متنبہ کیا کہ اگر اس بار اقرار کیا تو تجھے رجم کر دیا جائے گا لیکن وہ باز نہ آیا اور چوتھی بار بھی وہی الفاظ کہہ دیئے۔ اب آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا شاید تو نے بوسہ لیا ہو یا نظر بازی کی ہو لیکن وہ اپنی بات پر اڑا رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو مجنون تو نہیں؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تو شادی شدہ ہے؟ اس نے جواب دیا۔ ہاں! یارسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اسے لے جاؤ اور رجم کر دو"۔

شہادت کے لئے کڑی شرط ہے کہ چار ایسے مرد گواہ ہونے چاہئیں جو مسلمان، عاقل، بالغ، آزاد اور عادل ہوں۔ جن کی صداقت، دیانت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہو اور گواہی بھی اس طرح دیں کہ انہوں نے ملزم اور ملزمہ کو حالتِ مباشرت میں دیکھا ہے۔ یہ سزا ایک انتہائی اقدام ہے جو صرف ایسے شخص کے خلاف ہی کیا جائے گا جس کے دل میں نہ خدا کا خوف ہے نہ قیامت کا ڈر ہے۔ نہ آیاتِ قرآنی کا پاس ہے نہ احادیث نبوی کا لحاظ ہے اور نہ اسے معاشرے میں رسوا و ذلیل ہونے کا اندیشہ ہے۔ یہ سزا ایسی حالت میں دی جائے گی جب یہ ثابت ہو جائے گا کہ ملزم اور ملزمہ نے یہ کام اس طرح کیا کہ چار آدمیوں نے انہیں عین حالت مباشرت میں دیکھ لیا۔ شریعت نے یہ ضروری قرار نہیں دیا کہ جو شخص تنہائی میں چھپ کر یہ کام کر بیٹھے ضرور عدالت میں حاضر ہو کر اس کا اعتراف کرے اور گواہوں کے لئے بھی یہ بہتر ہے کہ وہ اس کی پردہ دری نہ کریں۔ حدیث شریف میں ہے "جس کسی سے یہ گندا فعل سرزد ہوا اسے چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پردے کو فاش نہ کرے اور جو شخص ہمارے سامنے اپنے آپ کو ظاہر کرے گا ہم اس پر حکم الٰہی ضرور صادر کریں گے"۔

ہزاں بن معین جس نے ماعز بن مالک کو دربار رسالت ﷺ میں اس جرم کا اقرار کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تو اسے کپڑے میں ڈھانپ لیتا تو تیرے لئے بہتر ہوتا"۔ لیکن اگر یہ چیز حاکم وقت کے سامنے پیش کر دی جائے اور اقرار یا شہادت سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے تو پھر حاکم کو اختیار نہیں کہ وہ حد قائم نہ کرے"۔

Marfat.com

ابوداؤد اور نسائی میں ہے کہ آپس میں حدوں سے درگزر کرتے رہو لیکن جب وہ حد مجھ تک پہنچ جائے گی تو پھر اس کا نفاذ ضرور ہو جائے گا"۔

یہ جرم قابل مصالحت نہیں کہ کچھ معاوضہ دے کر قضیہ ختم کر دیا جائے۔ ایک لڑکا کسی کے ہاں کام کرتا تھا۔ اس نے اس کی بیوی کے ساتھ بدکاری کی۔ لڑکے کے باپ نے سو بکریاں اور ایک لونڈی دیکر اس کے خاوند کو راضی کر لیا لیکن معاملہ جب بارگاہِ نبوت ﷺ میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تیری بکریاں اور لونڈی تجھے واپس لوٹا دی جائے گی۔ اور تیرے لڑکے پر حد لگے گی"۔

جس کوڑے کے ساتھ مارا جائے وہ نہ زیادہ سخت ہو اور نہ ہی زیادہ نرم ہو اور حد جسم کے ایک حصہ پر ہی نہ لگائی جائے بلکہ منہ، سر اور شرمگاہ کے علاوہ جسم کے مختلف حصوں پر لگائی جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایسے حاکم کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا جس نے حد میں کمی کی ہوگی۔ اس سے پوچھا جائے گا تو نے ایسا کیوں کیا؟ وہ کہے گا تیرے بندوں پر رحمت اور شفقت کے لئے۔ اسے کہا جائے گا کیا تو مجھ سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اسے دوزخ میں پھینک دیئے جانے کا حکم دیا جائے گا۔ پھر ایسے حاکم کو بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا جائے گا جس نے مقررہ حد سے زیادہ ایک کوڑا مارا ہوگا۔ اس سے اس کی وجہ پوچھی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تو مجھ سے زیادہ حکم کرنے والا ہے۔ پھر اسے بھی آگ میں پھینکے جانے کا حکم صادر ہوگا۔

درست بات یہی ہے کہ احکامِ باری تعالیٰ کی صحیح تعمیل میں ہی ہماری فلاح ہے۔ اپنی خود ساختہ مصلحتوں کے پیش نظر اس میں کمی یا زیادتی کرنا خطرناک نتائج کا باعث ہوگا۔ جہاں بھی حدود کے قیام میں تساہل کیا گیا جرائم میں خطرناک حد تک اضافہ ہوا۔ جرائم کی روک تھام تب ہی ممکن ہے کہ حدود کے قیام کا انتظام بروقت ہو اور کسی قسم کا تساہل نہ ہونے پائے ورنہ جس کی عصمت لوٹ لی جائے گی وہ جوش غضب سے مغلوب ہو کر انتقام لینے کے

Marfat.com

لئے اٹھ کھڑا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا معاشرہ فتنہ وفساد کا گڑھ بنتا جارہا ہے۔ ہر طرف قتل و غارت اور دیگر جرائم عام ہوتے جارہے ہیں حدود کے قیام میں تساہل کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ایک جان بچانے کے لئے بیسوں جانیں تلف کرنے کا دروازہ کھول دیا جائے۔

اس مذموم اور قبیح فعل کی سزا کا ایک اہم مقصد دوسروں کو عبرت دلانا ہے اس لئے حکم دیا کہ یہ حد مجمع عام میں قائم کی جائے تا کہ عام لوگ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور گناہوں اور مذموم افعال سے باز رہیں۔ جب کوئی شخص حد قائم کرنے سے مرجائے تو اس کی لاش کی بے حرمتی کی اجازت نہیں بلکہ اسے عام مسلمانوں کی طرح غسل دیا جائے۔ کفن پہنایا جائے اور جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس فعل سے منع فرمایا ہے اس کے ارتکاب کی قباحت سے وہ ذات خوب آگاہ ہے اور اس کی مضرات سے بھی اسے آگاہی ہے اسی لئے اس کی ممانعت کی گئی ہے۔ اسلام نے جن اوامر کے بجالانے کا حکم دیا ہے اس کی اتباع میں انسان کی فلاح وبقا ہے اور جن معاملات کی ممانعت کا حکم دیا ہے ان سے باز رہنے میں ہی اہل ایمان بلکہ ساری نسلِ آدم کی فلاح ہے اور ممنوعہ احکامات کا ارتکاب کرنے میں ہلاکت اور زبردست نقصان ہے۔ یہ دین ابد تک کے لئے ہے اور ایسا ممکن نہیں کہ اس دین کے احکامات میں ترامیم کر کے اپنی مرضی اور منشا کے مطابق ڈھال لیا جائے اور اس دین میں حرام قرار دی گئی اشیاء کو کوئی حلال قرار دے سکے۔ بنی نوع انسان کی بھلائی اسی میں ہے کہ جن باتوں کے بجالانے کا حکم ہے بجالائیں اور جن معاملات کے بارے میں روکا گیا ہے رک جائیں اور ان کے ارتکاب سے باز رہیں ورنہ خطرناک نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔

Marfat.com

اغلام بازی

اغلام بازی زنا کی طرح بدترین بے حیائی اور کبیرہ گناہ ہے اور اس کی سزا بھی انتہائی شدید اور سنگین ہے۔ حیوانات کا کوئی طبقہ چرند، پرند، حشرات الارض اور درندوں میں سے کوئی بھی اس شنیع اور غیر فطری فعل کا ارتکاب نہیں کرتا۔ گدھا اور بندر جیسے احمق حیوان بھی اس فعل کے قریب تک نہیں جاتے۔ اس غیر فطری فعل کا مرتکب محض حضرت انسان کو پایا گیا ہے جسے اشرف المخلوقات کا مقام حاصل ہے۔ سب سے پہلے اس بدترین فعل کی مرتکب قوم حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پائی گئی ہے اور دنیا کی تاریخ میں اس قبیح فعل کی موجد اور بانی یہی قوم ہوئی ہے۔ یہ لوگ عورتوں کو چھوڑ کر خوبصورت لڑکوں سے شہوت رانی کرتے تھے۔ پیغمبر خدا حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھایا اور انہیں اس بدترین گندے فعل سے باز رہنے کی تلقین فرمائی لیکن یہ قوم باز نہ آئی تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کیا۔ ان پر پتھروں کی بارش کی اور ان کی بستیاں الٹ دیں اور ان کو نشانِ عبرت بنا دیا لیکن حضرت انسان نے اس واقعہ سے بھی عبرت آموزی نہیں کی۔ اور اس روش قبیح کو ترک نہیں کیا۔ دور حاضر کے ترقی یافتہ انسان نے اس غلیظ فعل کو ہم جنس پرستی کا نام دیکر اس کو اور ترقی دی ہے۔ مغرب کے بے حیا معاشروں میں جہاں حقوق انسانی اور آزادی کا بڑا شہرہ اور چرچا ہے ہم جنس پرستی کو قانونی تحفظ حاصل ہے حالانکہ زنا کاری تو پہلے ہی وہاں کے لوگوں کا معمول اور قانوناً حق بن چکا ہے تہذیب مغرب کے مقلد اور شیدائی مسلمان بھی اہل مغرب کی روشن خیالی کی تقلید میں اس ڈگر پر چل نکلے ہیں۔ سائنسی تحقیقات اور ریسرچ کی انتہائی ترقی کے اس دور میں بھی انسان کو عقل نہیں آتی کہ اس غیر فطری شنیع فعل کے نتیجہ میں انسان کی فطرت سلیمہ مسخ ہو رہی ہے اور زنا کے افعال عام کے نتیجہ میں خطرناک اور مہلک امراض دنیا میں پھیل رہے ہیں اس وحشتناک غیر فطری فعل کے عام ہونے سے ان موذی امراض میں

Marfat.com

اوراضافہ ہورہا ہے۔مغرب میں ہم جنس پرستی کیا رنگ لائے گی اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں مسلمان جو اہل ایمان ہونے کے دعویدار ہیں انہیں کم از کم قوم لوط علیہ السلام کے عبرت ناک انجام سے سبق سیکھنا چاہئے جن کا ذکر اللہ کی کتاب قرآن میں ملتا ہے۔لیکن کیا کیا جائے انسان تو بڑا ہی ظالم اور جاہل واقعہ ہوا ہے۔ ہمارے ہاں زنانوں کے غول کے غول لڑکیوں کے لباس اور حلیے میں شہر میں ڈیرے ڈالے ہیں اور ہم لوگ بیاہ شادی کے مواقع پر ڈھول ڈھمکے کے ساتھ ان کو ناچتے، ڈانس کرتے دیکھ کر عورتوں کے جھرمٹ میں محظوظ ہوتے ہیں۔کیا یہ ہمارے ہاں کی ہم جنس پرستی مغرب کی ہم جنس پرستی سے کچھ کم ہے۔بس صرف اتنا سا فرق ہے کہ مغرب میں قانون ہے اور ادھر قانون ہی نہیں ہے۔اس لئے اپنے وطن کو ہم جنس پرستوں کے لئے قانون بنانے کی ضرورت ہی نہیں۔گویا ہم جنس پرستوں کا یہ گروہ انوکھے اور دلچسپ انداز میں ہمارے کلچر کا حصہ بنتا جارہا ہے لیکن ہم انہیں ہم جنس پرستوں کی بجائے زنانے یا زنخے کہنے پر اکتفا کر لیتے ہیں۔حیرت کی بات یہ ہے کہ ہمیں ان دیسی ہم جنس پرستوں کی حرکات وسکنات کا ذرا بھی احساس نہیں۔البتہ یہ کھلی حقیقت ہے گمراہ اور مغضوب اقوام میں سے پہلے احساس سود وزیاں اٹھ جاتا ہے پھر عذاب الٰہی ان کی طرف رخ کرتا ہے۔اقوام میں پائی جانے والی بے رہروی اور بے حیائی کسی بہت بڑے آنے والے ہلاکت خیز طوفان اور تباہی کا پیش خیمہ ہوا کرتی ہے۔کتنے بے حیا اور بے شرم لوگ ہیں جوان بے حیا لڑکوں کو عورتوں کے طور اطوار اور لباس میں شادی بیاہ پر بلا کر اپنی عورتوں کے جھرمٹ میں ان کا ناچ اور ڈانس دیکھتے ہیں اور خود ان ہم جنس پرستوں کو اپنی خواتین کی لذتِ دید کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ہم جنس پرستوں کا یہ دیسی گروہ بلاشبہ مغرب کے ہم جنس پرستوں کی فیملی کا حصہ ہیں۔ہم بھی عجیب مخلوق ہیں کہ ہم اہل مغرب کے ہم جنس پرستوں کو تو مطعون کرتے ہیں لیکن دیسی ہم جنس پرستوں کی حرکات وسکنات اور افعال کو نظر انداز کر جاتے ہیں حالانکہ اسلام میں ہم جنس پرستی کبیرہ گناہ ہے آیئے ملاحظہ کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اغلام بازی کی مرتکب قوم لوط کے ساتھ کیا سلوک کیا۔قرآن حکیم سورہ

Marfat.com

ہود (آیت 77۔83) میں ارشاد ہے:

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ
هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ ﴿۷۷﴾ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ
كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ قَالَ یٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ ؕ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ ﴿۷۸﴾
قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ ﴿۷۹﴾
قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا
رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَلَا
یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ
مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا
عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾
مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِیَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ ﴿۸۳﴾

''اور جب ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) لوط (علیہ السلام) کے پاس آئے تو وہ ان کی آمد سے دلگیر ہوئے اور ان کی وجہ سے بڑے پریشان ہوئے۔ اور کہنے لگے آج کا دن تو بڑی مصیبت کا دن ہے (اور مہمانوں کی آمد کی خبر سنتے ہی) ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔ اس سے پہلے وہ برے کام کیا کرتے تھے۔ لوط (علیہ السلام) نے کہا: اے میری قوم! (دیکھو) یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں وہ تمہارے لئے پاک اور حلال ہیں۔ تم خدا کا خوف کرو اور مجھے رسوا نہ کرو میرے مہمانوں کے معاملہ میں۔ کیا تم میں ایک بھی سمجھدار آدمی نہیں؟ کہنے لگے تم خوب جانتے ہو۔ ہمیں تمہاری (قوم کی) بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں۔ اور تم یہ بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ ہم کیا چاہتے ہیں لوط (علیہ السلام) نے (بصد حسرت) کہا: کاش! میرے پاس بھی تمہارے مقابلہ کی قوت

Marfat.com

ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ ہی لے سکتا۔ فرشتوں نے کہا: اے لوط! (علیہ السلام) ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔ بس جب رات کا تھوڑا سا حصہ باقی رہ جائے تو آپ اپنے اہل و عیال کو لے کر (اس بستی سے) نکل جایئے۔ اور تم میں سے کوئی مڑ کر پیچھے نہ دیکھے لیکن اپنی بیوی کو اپنے ساتھ نہ لے جایئے بے شک وہی (عذاب) اسے بھی پہنچے گا جو ان (دوسرے مجرموں) کو پہنچا۔ ان پر عذاب آنے کا مقررہ وقت صبح کا وقت ہے۔ کیا صبح کا وقت قریب نہیں ہے؟ جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے ان کی بلندی کو ان کی پستی کر دیا۔ اور ہم نے ان پر آگ میں پکے ہوئے پتھر پے در پے برسائے جو نشان زدہ تھے آپ کے رب کی جانب سے۔ اور لوط (علیہ السلام) کی بستی (مکہ کے) ظالموں سے کچھ دور نہیں"۔

ان آیات کا خلاصہ یہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام عراق کے علاقہ بابل سے ہجرت کر کے مصر چلے گئے کنعان میں آباد ہو گئے جبکہ لوط علیہ السلام کو دوران سفر اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رسالت عطا کی اور بقول مولانا صوفی عبد الحمید سواتی (مصنف معالم الفرقان فی دروس القرآن جلد 10 صفحہ 491) ان کو بحر میت کے کنارے آباد سدوم، آمورہ، دوامہ اور سوایہ وغیرہ بستیوں کے باشندوں کو تبلیغ کرنے پر مامور فرمایا۔ یہ نہایت سرسبز و شاداب علاقہ تھا۔ پانی کی فراوانی، کھیتیاں اور باغات عام تھے۔ اس علاقے کی کل آبادی کم و بیش چھ لاکھ نفوس پر مشتمل تھی۔ لوط علیہ السلام نے اس قوم میں لمبا عرصہ گزارا اس قوم میں شادی کی اور پھر دو بچیاں بھی پیدا ہوئیں اور یہیں وہ سن بلوغ کو پہنچیں۔ ان لوگوں کی بدبختی تھی کہ آپ کی دو بچیوں کے علاوہ قوم میں سے کوئی فرد بھی آپ پر ایمان نہ لایا حتیٰ کہ آپ کی بیوی بھی محروم ہی رہی۔ قوم نوح، قوم عاد اور ثمود کی طرح اس قوم کی عام بیماری بھی کفر و شرک ہی تھی۔

ضیاء القرآن میں جسٹس پیر کرم شاہ الازہری رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت لوط

Marfat.com

علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے اور ان بستیوں کے نام سدوم، عموارہ، ادماد اور زبویسم لکھتے ہیں جو دریائے اردن کے کنارے (اترائی میں) واقع تھیں اور جہاں حضرت لوط علیہ السلام فروکش ہوئے ہیں قوم لوط اخلاقی بیماریوں میں مبتلا تھی۔ خصوصاً یہ قوم اغلام بازی کی عادی تھی۔ یہ لوگ عورتوں کی بجائے شہوت رانی کے لئے مردوں کی طرف التفات کرتے تھے۔ لوط علیہ السلام ان کو فرمایا: بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ (الشعراء) تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو۔ قضائے شہوت کے لئے جو چیز اللہ نے فطری طور پر مقرر کی ہے تم اسے چھوڑ کر غیر فطری چیز اختیار کرتے ہو۔ اللہ کا فرمان ہے کہ اغلام بازی کی بیماری سب سے پہلے اسی قوم میں آئی جسے شیطان نے جاری کیا۔ یہ زنا سے بھی بڑا جرم ہے کیونکہ یہ بدفطرتی ہے لوط علیہ السلام کے سمجھانے کے باوجود یہ لوگ نہ تو آپ پر ایمان لائے اور نہ ہی اس قبیح حرکت سے باز آئے بلکہ اس پر اصرار کرتے رہے۔ بالآخر دیگر نافرمانوں کی طرح اس قوم پر بھی اللہ تعالیٰ کا قہر وغضب نازل ہوا اور ساری قوم ہلاک ہوگئی۔ (معالم الفرقان فی دروس القرآن جلد 10 صفحہ 492)

چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو تباہ کرنے کے لئے ملائکہ کو مامور کیا تو ان کو یہ حکم بھی دیا گیا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت سارہ کے بیٹے اسحاق علیہ السلام اور پوتے یعقوب علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری بھی سناتے جائیں۔ یہ ملائکہ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے۔ آپ نے ان کی ضیافت کا انتظام بڑی عجلت میں کیا۔ اپنے مہمانوں کے سامنے کھانا دسترخوان پر چن دیا گیا لیکن مہمانوں نے ہاتھ آگے نہ بڑھایا۔ آپ حیران ہوئے کہ ماجرہ کیا ہے۔ اس زمانے کے دستور کے مطابق اگر نووارد اپنے میزبان کے پیش کردہ کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھاتا تو سمجھ لیا جاتا کہ اس کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ آپ پریشان ہوگئے اور اندیشہ کرنے لگے۔ ملائکہ نے آپ کی تشویش یہ کہہ کر ختم کردی کہ آپ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ ہم فرشتے ہیں اور ہمیں قوم لوط کی طرف بھیجا گیا ہے۔

جب آپ کی پریشانی دور ہوگئی۔ بیٹے اور پوتے کی بشارت سے دل مسرور ہوگیا تو آپ

قوم لوط کے لئے سفارش کرنے لگے۔ اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتادیں کہ وہ ان بدبختوں کی سفارش نہ کریں۔ ان کو مدتوں سمجھایا گیا لیکن وہ بداعمالیوں سے باز نہیں آئے۔ اب ان پر عذاب آکر ہی رہے گا اور اسے ہرگز ٹالا نہیں جاسکتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے رخصت ہو کر فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ ان حسین وجمیل مہمانوں کو دیکھ آپ پریشان ہو گئے۔ آپ کو اپنی قوم کی اخلاقی پستی کا علم تھا۔ آپ کو خطرہ تھا کہ اگر انہیں خبر ہو گئی تو وہ میرے مہمانوں کی بے حرمتی سے باز نہیں آئیں گے۔

بہر حال لوط علیہ السلام نے قوم کی طرف سے خطرہ محسوس کرتے ہوئے فرمایا:

وَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ

''یہ تو بڑا مشکل دن آگیا ہے''۔

قوم کو جب خبر ہوئی کہ اس طبع کے خوبصورت نوجوان لوط علیہ السلام کے مہمان بنے ہیں تو وہ بھاگتے چلے آئے کہتے ہیں کہ ان کی آمد کی خبر ان کی بیوی (حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی) نے دی تھی۔ ان کی حال یہ تھی

وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ

کہ اس سے پہلے بھی وہ برائیوں کا ارتکاب کرتے تھے یا اس کا علی الاعلان اعتراف کرنے میں بھی انہیں کوئی شرم وحیا نہیں تھی''۔ سورۂ عنکبوت میں ہے۔

وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ (العنکبوت:29)

''اپنی مجلسوں میں برائیاں کرتے تھے مسافروں کو لوٹنا۔ ان پر پتھر پھینکنے اور کبوتر بازی جیسی فضول حرکتیں کرنا ان کا عام مشغلہ تھا''۔ (معالم الفرقان)

ضیاء القرآن میں السَّيِّاٰتِ کی تشریح کے متعلق حاشیہ نمبر 116 میں یوں لکھا ہے کہ جس فاسد اور گندی نیت سے وہ بھاگے چلے آرہے تھے اس کی طرف اشارہ کیا کہ وہ اغلام بازی کا فعل بدچھپ کر نہیں کیا کرتے تھے کہ کسی کو خبر تھی اور کوئی بے خبر تھا بلکہ اس کا ارتکاب

بباتگ دہل کیا کرتے تھے۔ سب کو ان کی خباثت کا علم تھا۔ اس لئے ان کے یوں دندناتے چلے آنے کا مقصد کسی سے مخفی نہ تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام کو خطرہ لاحق ہو گیا کہ لوگ ان کے محترم مہمانوں کی آبرو پر ہاتھ ڈالنے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ آپ کے پاس کوئی ایسی جمعیت نہ تھی جو ان وحشیوں کو مار بھگاتی۔ آپ نے بڑے یاس کے عالم میں فرمایا: یہ میری بیٹیاں ہیں یعنی قوم کی بیٹیاں ہیں جن کو تم نے اپنے نکاح کی زنجیر میں جکڑ رکھا ہے لیکن ان کے قریب نہیں جاتے ہو۔ ان کی طرف متوجہ ہو۔ تمہاری خواہش نفس بھی احسن طریقہ سے پوری ہو گی اور ان کے حقوق زوجیت بھی پورے ہو جائیں گے۔ وہ حضرت لوط علیہ السلام سے کہنے لگے ہمیں ان عورتوں کی حاجت نہیں۔ ہم جس مقصد کے لئے آئے ہیں آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس لئے ہماری مزاحمت نہ کرو اور درمیان سے ہٹ جاؤ۔ جب حضرت لوط علیہ السلام کی منت سماجت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور افہام و تفہیم کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا تو آپ پر گویا کوہِ الم ٹوٹ پڑا اور عالمِ حسرت میں فرمایا: اے کاش! میرے پاس بھی تمہارے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط سہارے کی پناہ ہی لے لیتا۔ فرشتے یہ منظر اب تک خاموشی سے دیکھ رہے تھے۔ جب ان اوباشوں کی گستاخی اور حضرت لوط علیہ السلام کی پریشانی اور بے بسی کی انتہائی ہو گئی تو فرشتے کہنے لگے۔ اے لوط! (علیہ السلام) گھبراؤ نہیں۔ دروازے کھول دو اور ان اوباشوں کو آگے آنے دو۔ ہم اغلام (لڑکے) نہیں کہ یہ آگے بڑھ کر ہمیں دبوچ لیں گے۔ ہم اللہ کے فرستادہ فرشتے ہیں اور ہمیں ان بستیوں کو زیر و زبر کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ آپ ایسا کریں کہ جب رات کا کچھ حصہ گزر جائے تو آپ اپنے اہل خانہ کو لے کر یہاں سے نکل جائیں لیکن آپ کی بیوی آپ کے ساتھ نہیں جا سکتی۔ اس کا انجام وہی ہو گا جو دوسرے مجرموں کا ہے صرف صبح کا انتظار ہے اور صبح تھوڑی دیر کے بعد ہونے والی ہے۔ پھر ان پر عذاب نازل ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت لوط علیہ السلام اپنی بچیوں کو لے کر رات کے آخری

Marfat.com

حصے میں بستی سے نکل گئے اور پیچھے پلٹ کر نہ دیکھا جب کافی دور نکل گئے تو صبح کا وقت بھی ہو گیا۔ تو پھر عذاب کا حکم آ گیا:

فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا (الحجر:74)

تو ہم نے بستیوں کے اوپر والے حصے کو نیچے اور نیچے والے حصے کو اوپر کر دیا ساری بستیوں کو الٹ کر رکھ دیا کیونکہ وہ لوگ کام ہی الٹے کرتے تھے۔ پھر ان پر مٹی کے پکے ہوئے کھنگروں کی شکل کے پتھروں کی بارش برسائی گئی یہ پتھر تہ در تہ برسائے گئے۔ یہ پتھر نقصان زدہ ہے۔

مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ

''یعنی تیرے رب کی جانب سے نشان زدہ تھے''۔

مراد یہ کہ ہر پتھر پر قدرت الٰہی سے اس فاسق کا نام لکھا ہوا تھا جسے اس نے فنا کرنا تھا۔ چنانچہ صبح کے وقت سارا علاقہ تہس نہس ہو گیا۔ کفر و شرک اور اغلام بازی کی بیماریوں کی وجہ سے ان کو ایسی مہلک سزا میں اللہ تعالیٰ نے مبتلا کیا کہ چھ لاکھ کی آبادی میں سے ایک فرد بھی زندہ نہ بچا سوائے لوط علیہ السلام اور ان کی بچیوں کے۔

قوم لوط کی یہ بستیاں سدوم، عموراہ، اوما اور زبویسم اس جگہ آباد تھیں جہاں آج کل بحرہ مردار یا بحرہ لوط ہے۔ اب بھی بحر لوط سے دھوئیں کے بادل اٹھتے رہتے ہیں اور کثرت سے زلزلے آتے ہیں۔ یہ جگہ مکہ سے کچھ زیادہ دور نہیں کہ رسائی نہ ہو سکے۔ یہ بات مکہ اور عرب کے کفار و مشرکین کو سمجھائی جا رہی ہے جو شام فلسطین اور مصر کی طرف تجارت کی غرض سے اس راستے سے گزرتے تھے اور اجڑی ہوئی قوم لوط کی بستیاں دیکھا کرتے تھے اور انہیں بتایا گیا ہے کہ اگر تم نے ظلم کی روش نہ بدلی تو تم پر بھی عذاب الٰہی نازل ہو سکتا ہے جس طرح قوم لوط اور دیگر اقوام پر نازل ہوتا رہا۔ لہٰذا تم بھی اگر کفر و شرک اور معاصی پر اصرار کرو گے تو خدا کا عذاب دور نہیں۔ وہ کسی وقت بھی نازل ہو سکتا ہے۔

کیا ہمیں 18 اکتوبر 2005 کو پاکستان میں آنے والے ہولناک زلزلے پر غور نہیں

Marfat.com

کرنا چاہیے کہ دو ڈھائی منٹ میں سب کچھ الٹ پلٹ کر رکھ دیا گیا۔ بستیوں کے نام ونشان مٹ گئے فلک بوس خوبصورت عمارتیں پلک جھپکتے زمین بوس ہو گئیں۔ لاکھوں انسان پہاڑوں سے گرنے والے پتھروں تلے دب گئے۔ یہ زلزلے اور طوفان اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کی علامات ہیں اور ان میں ہم سب کے لئے سبق آموزی اور عبرت آموزی کا سامان ہے۔

سورۃ الاعراف (آیت نمبر 80 تا 84) میں اس مضمون پر کتنے موزوں انداز میں حقائق کو واضح کیا گیا ہے:

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾

"اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو بھیجا۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم ایسی بے حیائی (کا فعل) کیا کرتے ہو جو تم سے پہلے ساری دنیا میں کسی نے نہیں کیا۔ بے شک تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت رانی کے لئے جاتے ہو۔ بلکہ تم لوگ تو حد سے بڑھے ہوئے ہو۔ اور ان کی قوم کے پاس سوائے اس کے کوئی جواب نہ تھا کہ وہ بولے ان کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ تو بڑے پاکباز بنے پھرتے ہیں پس ہم نے لوط (علیہ السلام) اور ان کے گھر والوں کو نجات دی بجز ان کی بیوی کے۔ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہو گئی۔ اور ہم نے ان پر (پتھروں کا) مینہ برسایا۔ تو دیکھو مجرموں کا کیا عبرتناک انجام ہوا"۔

ان آیات سے پتہ چلتا ہے اغلام بازی کی موجد حضرت لوط علیہ السلام کی قوم تھی۔

Marfat.com

حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو اس گندی، رذیل اور حیا سوز بے حیائی سے ٹوکا جس کا ارتکاب وہ برملا کرتے تھے تو انہوں نے لوط علیہ السلام کے وعظ کے جواب میں کہا۔ ذرا دیکھو تو اس لوط علیہ السلام کو اور اس کے چیلوں کو جو بڑے پاکباز بنے پھرتے ہیں۔ ہم ایسے رجعت پسند لوگوں کا وجود اپنے ترقی پسند معاشرے میں برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ انہیں یک زبان کہہ دو کہ اپنے زھد و تقدس سمیت یہاں سے تشریف لے جائیں اور ہماری محفل عیش و طرب کو اپنے ان وعظوں سے بے کیف نہ بنائیں۔

جب قوم لوط نے ان کی بات نہ مانی اور راہِ سرکشی پر چل نکلے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر پتھروں اور آگ کی بارش کی اور انہیں نیست و نابود کر دیا۔ قرآن حکیم میں بیان ہوا ہے کہ خدا نے ان کی بستیوں کو الٹ کر رکھ دیا۔ قوم لوط کا دارالحکومت سدوم تھا۔ ان کی تباہی کا وقت (زمانہ) تازہ تخمینوں کے مطابق 2000 ق م ہے۔

اغلام بازی کا غیر فطری اور غلیظ فعل جس سے انسان کی عقل سلیم کو طبعی نفرت ہے صرف زمانہ قبل از تاریخ میں اہل سدوم نے ہی اپنے لئے پسند نہیں کیا بلکہ یونان کے بڑے بڑے فلسفی اس کو ایک جائز اور پسندیدہ فعل شمار کرتے تھے۔

جدید تہذیب کے علمبردار یورپی ممالک کے بڑے بڑے چوٹی کے اہل قلم اور دانشور اس قبیح فعل کو قانونی طور پر جائز قرار دینے کے لئے کوشاں ہیں اور کئی ممالک ہم جنس پرستی کو جائز قرار دے چکے ہیں ان میں جرمنی سرفہرست ہے۔ جدید تہذیب مغرب کے دلدادہ اور رسیا ہمارے مسلمان لیڈر بھی مغرب کی تقلید میں بے حیائی کی ترقی کے میدان میں کود پڑے ہیں۔

اسلامی معاشرہ کو اخلاقی بیماریوں سے پاک رکھنے کے لئے ہادی برحق رحمت عالمیان ﷺ نے اس جرم عظیم کا ارتکاب کرنے والے مجرمین کے لئے سخت سزا تجویز فرمائی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"جس کو قوم لوط کا فعل کرتے ہوئے دیکھو تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔

(ترمذی، نسائی، دار قطنی اور ابوداؤد)

Marfat.com

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایسے فعل کے مجرم کی سزا کے متعلق خط لکھا۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہم نے فرمایا: ایسے مجرم کو تلوار سے قتل کر کے اس کی لاش جلا دی جائے''۔ سب صحابہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تائید کی۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو یہی لکھا گیا اور اس کے مطابق عمل کیا گیا۔ اس موضوع پر چند احادیث یہ ہیں۔

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

'' چار آدمیوں کی صبح غضب الٰہی کے سائے میں ہوئی ہے اور ان کی شام میں بھی اس کی ناراضگی میں گزرتی ہیں''۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ مرد ہیں جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور وہ عورتیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ اور وہ مرد جو چوپائے سے جفتی کرتا ہے اور وہ اغلام باز ہے جو مردوں سے صحبت کرتا ہے۔ (طبرانی، بیہقی)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

'' جو قوم عہد کا پاس نہیں کرتی ان کے درمیان قتل و خون ریزی کے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ اور وہ قوم جس میں فحش کاری آ جاتی ہے اللہ ان پر موت مسلط کر دیتا ہے۔ اور جو قوم زکوٰۃ نہیں دیتی اللہ تعالیٰ انہیں بارش سے محروم کر دیتا ہے۔ (حاکم)

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ قوم لوط کی عادت کا ڈر ہے''۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

(4) رسول اللہ ﷺ نے چند معصیتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ان میں آپ ﷺ نے اس بے حیائی کے فعل پر مکرر لعنت فرمائی جس میں قوم لوط مبتلا تھی۔

اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا ہو۔ جس نے زمین کی سرحدوں کو بدل دیا اس شخص پر لعنت ہو جس نے کسی اندھے کو بے راہ کر دیا۔ اس پر اللہ کی لعنت ہو جس نے اپنے والدین کو گالی دی۔ اس پر اللہ کی لعنت ہو جو کسی دوسرے کے

Marfat.com

غلاموں کا والی ہو اور اس پر اللہ کی لعنت ہو جس نے قوم لوط کا عمل کیا اس پر بھی اللہ کی لعنت ہو اس (آخری) فقرے کو آپ ﷺ نے تین بار دھرایا"۔

اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کیا بیہقی نے اس کو نقل کیا۔ امام نسائی کے نزدیک بھی اس روایت کا آخری فقرہ منقول ہے۔

سورۂ عنکبوت میں قوم لوط کی بداعمالیوں اور ان پر دردناک عذاب کا بیان آیت نمبر 28 تا 35 بڑی صراحت سے کیا ہے اور اس ظالم اور بدکار قوم کے کرتوتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۖ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ
اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٨﴾ اَىِٕنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ
وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا
ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٢٩﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى
الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٣٠﴾ وَلَمَّا جَاۗءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ
قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿٣١﴾
قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۡ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَ
اَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڰ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَلَمَّآ اَنْ جَاۗءَتْ رُسُلُنَا
لُوْطًا سِيْۗءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ڰ
اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٣٣﴾ اِنَّا
مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا
يَفْسُقُوْنَ ﴿٣٤﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٣٥﴾

"جب ہم نے لوط کو رسول بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا" تم ایسی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جس (بے حیائی) کا ارتکاب دنیا بھر میں سے اس سے قبل کسی قوم نے نہیں کیا۔ کیا تم مردوں کے ساتھ بدفعلی کرتے ہو۔ اور عام راستوں پر ڈاکے ڈالتے ہو۔ اور اپنی کھلی محفلوں میں گناہ کرتے ہو۔ تو آپ کی

Marfat.com

قوم کے پاس اس کا تو جواب نہ تھا بجز اس کے کہ انہوں نے کہا: اے لوط! علیہ السلام اگر تم سچے ہو تو اللہ کا عذاب لے آؤ۔ تو فرمایا: اے میرے رب! میری ان فسادی لوگوں کے مقابلہ میں مدد فرما۔ اور جب ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہمارے فرستادہ ملائکہ خوشخبری لے کر آئے تو انہوں نے (ابراہیم علیہ السلام کو) بتایا کہ ہم اس بستی کے باسیوں کو ہلاک کرنے آئے ہیں۔ بیشک یہاں کے رہنے والے بڑے ظالم ہیں۔ آپ نے فرمایا: اس میں تو لوط علیہ السلام بھی رہتے ہیں۔ ملائکہ نے کہا ہم خوب جانتے ہیں جو وہاں رہتے ہیں۔ ہم ضرور اسے اور اس کے گھر والوں کو بچا لیں گے سوائے اس کی بیوی کے۔ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔ اور جب ہمارے فرستادہ فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو وہ بڑے غمزدہ ہوئے اور تنگ ہوئے ان کی آمد پر۔ انہیں پریشان دیکھ کر فرشتوں نے کہا: کہ آپ خوفزدہ اور رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ ہم آپ کو اور آپ کے اہل خانہ کو سوائے آپ کی بیوی کے، نجات دینے والے ہیں۔ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔ بیشک ہم آسمان سے اس بستی کے باشندوں پر عذاب اتارنے والے ہیں کیونکہ وہ نافرمانیاں کیا کرتے تھے۔ اور بیشک ہم نے اس بستی کے کچھ واضح آثار ان لوگوں کی عبرت کے لئے چھوڑ دیئے جو عقلمند ہیں"۔

قرآن حکیم میں مذکورہ آیات میں قوم لوط کے سیاہ کرتوت اور ان پر عبرت ناک عذاب کی مکمل اور مفصل داستان بیان کی گئی۔ اب شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانیاں اور اپنی من مانیاں کرتے پھرتے ہیں اور کھلے عام بڑے طمطراق سے بے حیائی کے کام کرتے پھرتے ہیں۔ وہ ظالم لوگ قوم لوط کی طرح اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔ وہ جلد یا بدیر اللہ کے عذاب وعتاب کا نشانہ بن کر ہی رہیں گے۔ آخر کب تک بکرے کی ماں خیر منائے گی تاریخ پڑھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ قوم ثمود جو فسق و فجور (نافرمانیوں اور گناہوں) کی مرتکب ہو گئی تھی اس کے ساتھ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے کیا سلوک کیا۔اس قوم کوفسق وفجور اور بے حیائی کی کڑی سزا دی گئی۔اوران کی سیاہ کاریوں کی وجہ سے ان پر دردناک عذاب نازل کیا جو ہر دور میں بے حیا، ظالم اور فاسق (نافرمان) لوگوں کے لئے نشان عبرت ہے۔

ایمان کے دعویدار اہل ایمان سے اللہ تعالیٰ یوں مخاطب ہے:

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝

"یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ انہیں صرف اتنی بات پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا"۔(عنکبوت)

آج کا مسلمان عموماً اسی غلط فہمی اور خام خیالی کے زعم میں بے حیائی اور برے کاموں میں بلاخوف وخطر معروف ہے جیسا کہ آیات کریمہ سے ظاہر ہے لیکن ان نام نہاد مسلمانوں کی یہ بھول ہے اللہ تعالیٰ کا روز روشن کی طرح واضح ارشاد یہ بھی ہے:

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (عنکبوت)

"بے شک ہم نے ان سے پہلے لوگوں کو آزمایا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ ضرور انہیں دیکھے گا جو (دعوائے ایمان میں) سچے تھے اور ضرور ایمان کے جھوٹے دعویداروں کو (بھی) دیکھے گا۔کیا انہوں نے خیال کر رکھا ہے کہ وہ جو برے کرتوت کر رہے ہیں وہ ہم سے آگے نکل جائیں گے۔وہ بڑا غلط فیصلہ ہے جو وہ کر رہے ہیں"۔

شرک اور قتل کے بعد اغلام بازی سب سے بدترین معصیت اور قبیح فعل ہے خواہ یہ ظاہر ہو یا باطن۔سورۃ الانعام کی آیت نمبر 151 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

"بے حیائی کی باتوں کے قریب مت جاؤ ان میں جو ظاہر ہوں اور جو چھپی ہوئی

Marfat.com

ہوں"۔

اغلام بازی سے پیدا ہونے والی خرابیاں معاشرے کے لئے بدترین اخلاقی بیماریوں اور بگاڑ کا سبب بنتی ہیں اور یہ کسی قوم کے اخلاقی بگاڑ کی بدترین صورت ہے۔اس لئے دنیا اور آخرت میں اس کی سزا بھی عبرتناک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث اس طرح ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"اگر تم کسی کو قوم لوط کا عمل کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کردو"۔

قوم لوط سے قبل دنیا میں کسی قوم سے یہ گناہ کبیرہ سرزد نہ ہوا تھا اس لئے اس کی سزا اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو سخت ترین دی۔ان پر آگ اور پتھروں کی بارش کی۔ بستیوں کو زیروزبر یعنی الٹ کر رکھ دیا اور ان کو زمین میں دھنسا دیا۔ یہ ایسی سزا تھی جو پہلے کسی قوم کو نہیں دی گئی تھی۔ کیوں کہ ان کا جرم بڑا سنگین اور گھناؤنا تھا۔اس جرم کا ارتکاب جب بھی ہوتا ہے زمین کا چپہ چپہ کانپ اٹھتا ہے۔فرشتے زمین وآسمان کی حدود سے بھی دور نکل جاتے ہیں کہ کہیں دنیا والوں پر عذاب آئے تو وہ بھی اس کی لپیٹ میں نہ آجائیں۔ زمین الگ اپنے پروردگار سے عرض کرتی ہے اور پہاڑ لرز اٹھتے ہیں۔

بلاشبہ اغلام بازی ایک غیر فطری حیا سوز اور قبیح ترین فعل ہے جو کسی معاشرے اور قوم کے اخلاقی بگاڑ کی انتہائی قابلِ نفرت صورت اور ناقابل معافی گناہ ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اس جرم عظیم کی سنگین ترین سزا یعنی قتل تجویز فرمائی ہے تاکہ نسلِ انسانی کو عبرت حاصل ہو اور وہ قوم لوط کے عبرتناک انجام سے سبق سیکھیں اور باز رہیں۔

گویا اغلام بازی انسانی ہلاکت کا باعث ہے اور اس کی سزا دردناک عذاب ہے۔

Marfat.com

افتراق

صحرانشیں عرب جو قبائلی اور غیر مہذبانہ زندگی کے صدیوں سے خوگر چلے آرہے تھے۔ دنیا جہاں کی سب اخلاقی بیماریاں ان میں پائی جاتی تھیں۔ کفر وشرک، شباب وشراب، جوا بازی، بت پرستی اور اوہام پرستی، قتل وغارت گری اور باہمی جنگ وجدل ان کی زندگی کے معمولات تھے۔ ان کے نظامِ معیشت کی اساس و بنیاد تجارت اور سود خوری تھی۔ عورت عرب معاشرے میں ایک گھٹیا چیز کا نام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جاہل وظالم عرب پر رحم فرمایا۔ نبی آخرالزماں ﷺ کو انہی میں سے مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات اور تربیت نے غیر مہذب عربوں کی زندگی کا کانٹا بدل ڈالا۔ ان کی قسمت کا ستارا چمک اٹھا۔ صرف چوبیس سال کے مختصر عرصے میں عرب دنیا کی مہذب ترین قوم بن کر ابھرے۔ وہ دنیا کے رہبر و رہنما بن گئے۔ بھیڑ بکریوں کے راعی اب توحید کے داعی اور دینِ اسلام کے شیدائی وفدائی بن گئے تھے۔ اب وہ منتشر اور پراگندہ قبائلی عرب نہ تھے بلکہ امت مسلمہ کی شکل میں ایک متحد قوم بن چکے تھے۔ ان کی وحدت کی بنیاد ایک خدا، ایک کتاب، ایک رسول اور ایک کعبہ تھا۔ ان کی وحدت اور قوت کا مدار یہی چار چیزیں تھیں عربوں کی قوت کا راز یہی چار چیزیں تھی لیکن یہ سب کمال نبی آخرالزماں ﷺ کی تربیت اور آپ ﷺ کی تعلیمات کا تھا۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ اور سیرت اعلیٰ میں جو چیز ایک بہت بڑا معجزہ اور کمال درجہ کی حیثیت رکھتی ہے وہ ایک جاہل منتشر اور قبائلی زندگی کے خوگر صحرانشینوں کو ایک متحد اور امت وحدہ میں تبدیل کرنا ہے۔ امت مسلمہ کی قوت کا راز اتحاد واتفاق اور یگانگت میں ہی نظر آتا ہے قوت اور اخوت نے ایسی قوم کو تشکیل دیا جس نے کسریٰ ایران اور قیصر روم جیسی اس دور کی سپر پاورز کی قوت کا جنازہ نکال دیا اور ان کی عظیم سلطنتوں کو پارہ پارہ کر دیا۔ یہی وہ قوم ہے جسے دین اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے اور پھیلانے کا فریضہ سونپا گیا ہے لیکن

Marfat.com

افسوس کہ امت مسلمہ اپنے فریضہ کو ہی نہیں بھول گئی بلکہ خدا فراموش اور خود فراموش بھی ہو چکی ہے۔ کفر و شرک کی قوتوں اور مراکز کو پارہ پارہ کرنے والی یہ قوم آج قوت و اخوت کے جوہر سے تہی دامن ہو کر خود پارہ پارہ ہو چکی ہے۔ اگر یہ قوم تعلیمات نبوی ﷺ سے منہ نہ موڑتی اور اخوت اسلامی کی راہ سے نہ بھٹکتی تو اس کے پاس قوت ہوتی۔ اگر یہ قوم اپنا احتساب خود کرتی اور اپنے کر توت ملاحظہ کر کے پانی پانی ہوتی تو ہرگز پارہ پارہ نہ ہوتی۔ لیکن صد افسوس کہ حرص و ہوا کے مرض نے اسے ہلاک کر دیا اور آج یہ قوم غالب ہونے کی بجائے پارہ پارہ ہو کر مغلوب ہو چکی ہے۔ آج کفر و شرک اور لادینیت غالب اور مسلمہ امہ مغلوب ہے۔ سیاسی لحاظ سے 57 ٹکڑیوں میں بٹ چکی ہے۔ لسانی علاقائی اور مذہبی فرقے اس کے علاوہ ہیں۔ اور فرقہ واریت کا سلسلہ ہنوز جاری ہے حالانکہ حکم الٰہی یہ ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران:103)

''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو تھام لو اور جدا جدا نہ ہو جانا یعنی فرقوں میں نہ بٹ جانا''۔

پھر مزید وضاحت سے سورۃ آل عمران (آیت 105) میں حکم ہوا:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۰۵

''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائے جو فرقوں میں بٹ گئے تھے اور اختلاف کرنے لگے تھے اس کے بعد جبکہ ان کے پاس روشن نشانیاں آ چکی تھیں اور ان لوگوں کے لئے بہت بڑا عذاب ہے''

یہ تو اللہ تعالیٰ کے احکامات تھے۔ اللہ کے نبی محمد ﷺ نے اپنے آخری خطبہ کے موقع پر آپ ﷺ نے امت مسلمہ کو متنبہ کیا تھا ارشاد فرمایا:

''میں تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ جب تک اس پر کاربند رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہے''۔

آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا:

Marfat.com

"دیکھو تم جلد اپنے خدا کے حضور حاضر ہو گے۔ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن کاٹنے لگ جاؤ"۔

آپ ﷺ کی رحلت کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ امت مسلمہ سازشوں کا شکار ہو گئی۔ سب سے پہلے خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں عبداللہ بن سبا نے اس قوم کی وحدت پر کاری ضرب لگائی۔ لوگوں کو گمراہ کر کے آپس میں لڑا دیا۔ قوم اموی اور علوی گروہوں میں بٹ گئی۔ شیعان علی اور شیعان معاویہ آپس میں ٹکرا گئے اور ایسے ٹکرائے کہ امت مسلمہ خون میں نہا گئی۔ پھر یہ سلسلہ جاری رہا۔ ایک بار پھر میدان کربلا میں معرکہ ہوا اور کربلا کا میدان خون مسلم سے سیراب ہوا۔ اس کے بعد دن بدن اتحاد ملی کی فصیل میں شگاف اور دراڑیں پڑتی ہی چلی گئیں۔ خلافت بنو عباس کے دور زوال میں یورپ کے عیسائی اس زوال پذیر امت پر ٹوٹ پڑے۔ انتشار و افتراق کے اس دور میں اس امت کو بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نور الدین محمود زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبی جیسے جانباز مجاہد حکمران عطا کر دیئے۔ عیسائی دنیا کے متحدہ لشکر بار بار طوفان کی طرح امت مسلمہ سے ٹکراتے رہے لیکن نور الدین اور صلاح الدین کی قیادت میں ان کو ذلت آمیز شکستوں سے دوچار ہونا پڑا۔ دو صدیوں کے عرصہ پر محیط یہ صلیب و ہلال کی جنگ اختتام پذیر ہوئی۔ پھر تاتاریوں کی طوفانی یلغاریں شروع ہو گئیں جنہوں نے عالم اسلام کے مرکز اور عباسی خلافت کے دارالخلافہ بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ یہ وہ وقت تھا جب مسلمانوں کے شیعہ اور سنی گروہ آپس میں دست بگریباں تھے۔ تاتاریوں نے اس تھکی ماندی اور کسل مندی کا شکار قوم کو تہس نہس کر دیا۔ اس وقت کم سن عباسی خلیفہ مستعصم باللہ کا مشیر ابن علقمی سنیوں کا نام و نشان مٹانے کے درپے تھا تو دوسری طرف ہلاکو خاں کا مشیر نصیر الدین طوسی اسے بغداد پر حملہ آور ہونے کے لئے مشورے دے رہا تھا آخر کار مسلمانوں کا باہمی افتراق اور روز افزوں فرقہ واریت انہیں لے ڈوبا۔

تار تاری تو بعد میں اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے لیکن یورپ کے دانا

Marfat.com

دشمن عیسائیوں نے دوسوسالہ صلیبی جنگوں سے ایک سبق سیکھا کہ مسلمانوں سے جنگ آزمائی انتہائی مہنگا سودا ہے۔ انہوں نے امت مسلمہ سے مصالحت کرلی اور صلیبی جنگوں کا بدلہ لینے کے لئے عربی زبان، قرآن اور حدیث پر تحقیق کا سلسلہ شروع کر دیا۔ انہوں نے تحقیق کر کے دین اسلام کی ہر بات کو سچا پایا البتہ وہ اس نکتہ پر پہنچے کہ مسلمانوں کو مٹانے کا آسان راستہ صرف ایک ہی ہے کہ ان کو مانعات اور منکرات کی راہ پر ڈال دیا جائے۔ نہ جانے مانعات اور منکرات میں انسان کی رغبت اور تجسس کیوں زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی آزمائش کے لئے منکرات اور مانعات میں کچھ زیادہ ہی کشش بھر دی ہے۔ انسان بھاگ بھاگ کر مانعات میں دلچسپی لیتا ہے۔ دشمنان اسلام نے مسلمانوں کی توجہ علم وعرفان اور جہاد سے ہٹا کر انہیں منکرات کا خوگر بنا دیا ہے لیکن قصور خود مسلمانوں کا ہے۔ دشمن نے مسلم قوم کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی خاطر تحقیق وریسرچ کر کے ایک مہلک اور آسان ہتھیار ایجاد کرلیا ہے اور وہ افتراق کا ہتھیار ہے۔ دشمن دین نے قرآن وحدیث پر ریسرچ کر کے کئی بار آزمایا ہے جو ہر بار انتہائی کامیاب رہا۔ قرآن وحدیث میں جس جس چیز سے مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے انہوں نے مسلمانوں کو اسی کی ترغیب اور تحریص کے ذریعے انہیں اختیار کرنے پر لگا دیا ہے اور انہیں پختہ یقین دلا دیا ہے کہ مانعات میں ہی ان کی فلاح اور فائدہ ہے۔ افتراق کا ہتھیار دشمنان اسلام کے لئے اتنا کارگر اور کامیاب ہے کہ انہیں مسلمانوں کے خلاف کسی ایٹم بم کے استعمال کی ضرورت نہیں رہی۔ مسلمانوں کی قوت کو تباہ کرنے کے لئے ان کے رشتہ اخوت کو تباہ کر کے انہیں سینکڑوں گروہوں اور فرقوں میں منقسم کر دیا ہے۔ 57 مسلم ریاستوں کا وجود اسی ریسرچ کا کارنامہ ہے کہ ہم دشمن کو دوست سمجھنے لگے ہیں اور اپنوں کو دشمن۔ دشمنان دین کسی فرقے کی طرف داری اور حوصلہ افزائی کر کے دوسرے گروہ یا فرقے سے لڑا کر بڑی آسانی سے مسلم امہ کو کمزور کرتے چلے جا رہے ہیں۔ وہ کبھی عربوں کو صدام کی قیادت میں ایران پر حملہ کرا دیتا ہے تو کبھی کویت پر چڑھ دوڑنے کا مشورہ دیتا ہے۔ کبھی دوسرے مسلم ممالک کی مدد سے طالبان افغانستان پر شمالی اتحاد کے تعاون سے

Marfat.com

قبضہ کر لیتا ہے۔ دشمن ہر روز نت نیا شکار ڈھونڈ نکالتا ہے۔ دشمن ہمارے اختلافات اور افتراق سے خوب فائدے اٹھا رہا ہے۔ وہ مسلم امہ کی بے بسی اور تباہی پر بہت خوش ہے۔

مسلم امہ اگر علم و عرفان میں اسی انداز سے دلچسپی لیتے اور رغبت رکھتے تو معاملہ کچھ اور ہوتا۔ ہم قرآن و حدیث کی تعلیمات پر غور و فکر کرتے اور ریسرچ سے ہمیں بہتر نتائج ملتے۔ کاش ہم جان جاتے کہ احکامات الٰہی اور فرمودات نبوی ﷺ جن پر عمل کرنے کو کہا گیا ہے کہ اقرار و عمل میں ہی ہماری فلاح ہے اور جن امور سے ہمیں منع کیا گیا ہے ان سے باز رہنے اور رک جانے میں ہی ہماری بہتری ہے تو آج حالات کچھ اور ہوتے۔ مگر ہم جاہلیت کی وجہ سے شیطانوں کے بہکاوے میں آ گئے اور مانعات اور منکرات کی دلدل میں کھو کر ذلیل و رسوا ہو گئے۔ ہم نے خدا، اس کے احکامات اور خود اپنے آپ کو بھول کر سب کچھ کھو دیا۔ اور یہ بھول گئے کہ ہماری فلاح، افتراق و اختلافات میں نہیں بلکہ اتحاد و ایکتا میں ہے ہماری قوت کا راز اخوت میں ہے۔ آیئے فرمان خداوندی پر غور کریں جس کا حکم سورہ آل عمران کی آیات نمبر 103 اور 105 میں دیا گیا ہے اور جن کا بیان پہلے آ چکا ہے۔ یقیناً ہماری فلاح و بقا ممانعات سے باز رہنے میں ہے۔

تاریخ شاید ہے کہ جب تک مسلمان قرآن حکیم پر عمل پیرار ہے وہ دنیا میں ایک معزز اور باوقار قوم کی حیثیت سے جانے جاتے تھے قرآن کا دامن چھوڑا تو ذلیل و خوار ہو گئے شاعر مشرق حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

رزمگاہ حیات میں حق و باطل کی معرکہ آرائی جاری و ساری ہے شکست و ریخت اور تعمیر و تخریب اور فنا و بقا کا ایک نہ ختم ہونے والا چکر چل رہا ہے۔ کوئی قوم عزت و وقار سے زندہ و سلامت نہیں رہ سکتی جب تک اس کے افراد میں اتحاد و اتفاق نہ ہو اور کوئی اتحاد پائندہ نہیں ہو سکتا جب تک محکم اور مضبوط بنیادوں پر اس کی عمارت تعمیر نہ کی گئی ہو۔

Marfat.com

امت مسلمہ جسے دولت رشد و ہدایت کی امین اور رحمت خداوندی کی قاسم بنا کر بھیجا گیا ہے، جسے باطل سے ٹکرا کر اسے پاش پاش کرنا ہے، جسے قلب ونظر کے سارے صنم کدے مسمار کرنے ہیں جسے ہر دل اور ہر نگاہ کو بیت اللہ کا شناسا بنانا ہے، اس قوم کے لئے ضروری ہے کہ اپنے بلند اور پاکیزہ مقاصد کے لئے زندہ رہے اور عزت ووقار سے زندہ رہے کہ اس کی آواز سنی جائے اور مانی جائے۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس کے افراد میں اتحاد وایکتا ہو اور اتحاد واتفاق سطحی اور جز وقتی نہ ہو جسے کوئی تند وتیز ہوا کا جھونکا اڑا کر یا بہا کر نہ لے جائے بلکہ یہ اتحاد حقیقی اور پائیدار ہو جیسا کہ قرآن حکیم کی آیات میں حکم دیا گیا ہے اور وہ مستحکم بنیاد کتاب اللہ ہے قرآن کریم پر عمل پیرا ہونے کے لئے اس کا صحیح طور پر سمجھنا ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کو نازل ہی سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے کیا ہے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اعتقاداً اور عملاً کتاب وسنت کی رسی مضبوطی سے تھام لیں۔ ہمارا اتحاد اور اتفاق محض یہی ایک ذریعہ اور راستہ ہے مسلمانوں کو گروہ بندیوں اور اختلافات سے باز رہنا چاہیے۔ ہمیں یہود ونصاریٰ کی طرح احکامات الٰہی کو پس پشت ڈال کر ذلت ورسوائی کو دعوت نہیں دینی چاہیے۔

آج کل امت مسلمہ احکامات دین کو فراموش کر کے اسی مقام پر کھڑی ہے۔ ایک خدا، ایک کتاب، ایک رسول اور ایک کعبہ کا عقیدہ رکھنے کے باوجود قوم انگنت فرقوں اور گروہوں میں بٹ چکی ہے۔ علماء سو اور بدخصلت اقتدار کے پجاری سیاستدانوں نے مسلم امہ کے اندر نفرت اور عداوت کی اتنی بلند دیواریں کھڑی کر دی ہیں کہ ان کے مل بیٹھنے کے بظاہر امکان معدوم ہیں فقط خداوند قدوس جو بڑا قادر اور قوی ہے اس عذاب عظیم کو ٹالنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اسی سے امید بہار ہے ورنہ قوم جن افتراق واختلافات اور گروہ بندیوں کی عمیق دلدل میں گر چکی ہے اس سے نکلنا آسان نہیں۔ دہریت، عیسائیت، یہودیت اور ہنودیت کا طوفان ہر سمت سے امڈا چلا آ رہا ہے ادھر ہماری بے بسی، بے کسی اور بے حسی انتہا کو چھو رہی ہے قوم وہی منظر پیش کر رہی ہے جو دور عباسی خلافت میں ہلاکو خاں کی بغداد پر

Marfat.com

یلغار کے وقت تھا بلکہ آج تو حالات اس سے بھی زیادہ دگرگوں ہیں۔ ہمیں ہمارے گروہی نظریات اور مفادات اتنے عزیز ہیں کہ ہم اسلام کے بنیادی عقائد اور اصولی نظریات کے چمن کی کچھ پرواہ نہیں کرتے ہم اسے اجڑتا دیکھ سکتے ہیں۔ یہی عذاب عظیم ہے کسی قوم کے لئے بے بسی اور بے حسی سے بڑا کوئی اور عذاب نہیں ہوسکتا۔ کاش ہم فروعات اور فرقوں کے جنگل سے نکل آئیں اور نبی مکرم ﷺ نے ہمیں امت واحدہ کی جو شکل وصورت دی۔ وہ ایک بار پھر حقیقی روپ دھارے۔ نفرتوں اور عداوتوں کی میل دھل جائے۔ قبائلی، نسلی، علاقائی اور لسانی تعصبات کے بادل بن برسے چھٹ جائیں۔ گروہ بندیوں کی دیواریں ٹوٹ کر گر جائیں اور ہم ایک زندہ قوم بن جائیں جس کا ایک خدا، ایک کتاب، ایک رسول اور ایک کعبہ ہے۔

تلخیص حقیقت

جو شخص خدا اور اس کی کتاب اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے وہی شریعت کے اوامر اور نواہی کا مخاطب ہے اور جب اسے یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں امر خدا کا امر ہے اور فلاں نہی خدا کی نہی ہے۔ پس ایک مومن کو خدا کی کتاب سے یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ فواحش اور بدکاری و دیگر منکرات سے منع کرتا ہے تو اس کے ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اس سے پرہیز کرے اور اپنے دل کو بھی اس کی طرف مائل ہونے سے روکے۔ کتاب ھذا میں محض چیدہ چیدہ اور خاص خاص مانعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ بعض وجوہ کی بناء پر ایسا مجبوراً کرنا پڑا ورنہ مانعات کی طویل فہرست ہے اور ان سب کا یہاں تذکرہ کرنا استطاعت کی بات نہ تھی لہٰذا انہی کو کافی سمجھا جائے۔ اگر ہم اہل ایمان ہیں تو پھر ایمان کا تقاضا یہی ہے اوامر کی تعمیل کی جائے اور مانعات سے پرہیز کیا جائے اور ان سے باز رہا جائے علیم وخبیر خدا ہی بہتر جانتا ہے ان مانعات میں کیا فلسفہ وحکمت پنہاں و پوشیدہ ہے تاہم یہ بات یقینی ہے کہ تمام مانعات فسق وفجور کا موجب ہیں۔ مانعات کے ارتکاب میں ہلاکت اور بربادی ہے۔ ممنوعہ

Marfat.com

اور حرام غذاؤں کو قرآن نے رِجْسٌ کا نام دیا ہے۔ جس کا مطلب لغات القرآن میں پلید، گندہ، ناپاک بتایا گیا ہے۔ اس کی جمع اَرْجَاسٌ ہے جس کی چار صورتیں ہیں (1) طبیعت کی جہت سے (2) عقل کی جہت سے (3) شرع کی جہت سے (4) ان تینوں جہت سے رجس شرعی جوا اور شراب ارجس عقلی شرک اور لحم خنزیر، تینوں کا مجموعہ میتہ (مردار) ہے۔ حق تعالیٰ نے سب کے لئے لفظ استعمال فرمایا ہے۔ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ گندی، غلیظ، ناپاک اور پلید قرار دے ان کا کھانا ان کا استعمال اور ان بری چیزوں کے قریب تک جانا کونسی عقلمندی ہے پھر طبع سلیم متفق اور بری غلیظ اشیاء کو کیونکر گوارا کر لیتی ہے اور پھر ان کے اثرات کیونکر گندے اور غلیظ نہ ہوں گے۔ کیا گندی اور ناپاک اشیاء کے کھانے پینے سے گندگی اور فحاشی نہ پھیلے گی اور انسان کو ان گنت موذی اور مہلک بیماریاں لاحق نہ ہوں گی۔ یقیناً گندی اور ناپاک خوراک سے انسان کو ہلاکت اور بربادی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اسی فلسفہ اور حکمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام قرار دیا ہے۔ اس کی زندہ مثال وہ اخلاقی بیماریاں ہیں جن کا مظہر وہ لوگ ہیں جو خنزیر اور کتے کا گوشت کھاتے ہیں۔ حرام اشیاء کھانے پینے سرعام بے حیائی اور بدکاری کرتے نظر آتے ہیں۔ کہیں پگ شو ہے تو کہیں ڈاگ شو کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ خدا کی حرام کردہ اشیاء کھانے پینے والوں کی طباع سلیم مسخ ہو کر انہی حیوانوں کی طباع میں ڈھل چکی ہیں جن کا گوشت وہ کھاتے ہیں۔ جب طبائع سلیمہ مسخ ہو جائیں تو پھر اخلاق کیوں تباہ نہ ہوگا۔ وہ تمام افعال اور اقوال جن کی ممانعت کی گئی ہے مثلاً قمار بازی، چوری، ڈکیتی، رشوت، غیبت، تمسخر، بخل، اسراف اور سود وغیرہ ان کو فسق و فجور کہا گیا ہے۔ ان دونوں الفاظ کا ایک ہی مطلب اور معنی ہیں یعنی دین کی حدود سے نکل جانا، گناہ کبیرہ اور نافرمانی۔ یہ وہ افعال اور اقوال ہیں جن کی وجہ سے معیشت اور معاشرے میں اخلاقی بیماریاں جنم لیتی ہیں اور فتنہ و فساد پھیلتا ہے اور مہیب اور تباہ کن جنگیں اور انقلابات رونما ہوتے ہیں جیسا کہ ہر ممانعات کے اپنے اپنے مضمون میں بیان کر دیا گیا ہے۔ انسانیت کو بچانے کے لئے ان سے منع کیا گیا ہے۔ اس کے بعد کھلی اور مخفی

Marfat.com

فواحش مثلاً بے حیائی کا ہر کام، زنا کاری اور لواطت سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے۔ ان میں بے شمار بیماریاں لاحق ہوتی ہیں مثلاً سوزاک، آتشک اور ایڈز وغیرہ جن سے آج پوری دنیا کو ہلاکت کا خطرہ لاحق ہے۔ طبی مضرات کے علاوہ سرکشی اور اس کے نتیجہ میں مانعات کے مرتکب قہر الٰہی کا نشانہ بنیں گے۔ آپ غور فرمائیں تکبر صرف اللہ تعالیٰ کی صفت اور عظمت کی علامت اور صرف ذات الٰہی کے لئے مخصوص ہے۔ انسان کی عظمت، عجز و انکساری میں ہے اور تکبر و غرور، تباہی اور ہلاکت کا سبب ہے۔ تکبر سے جبر جنم لیتا ہے جبر صریحاً ظلم و جاہلیت کا نام ہے۔ اگر اہل ایمان خدا کے باغیوں اور نافرمانوں کو اپنا دلی دوست بناتے ہیں تو پھر ایسے مسلمان بھی انہی میں شمار ہوں گے اور عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے۔ افتراق و اختلافات اور فرقہ واریت میں اہل ایمان کی کمزوری کا راز پنہاں ہے۔ قوت محض اخوت میں کارفرما ہے اسی لئے حکم دیا گیا ہے کہ فرقہ واریت میں نہ پڑو۔ اس میں اہل ایمان کی ہلاکت اور رسوائی ہے۔ آج دنیائے اسلام کا نقشہ ایسا ہی ہے۔

الغرض وہ تمام امور جن سے منع کیا گیا ہے خواہ وہ رجس ہوں یا فسق و فجور سب کے سب شیطانی اعمال ہیں۔ شیطان تو بنی آدم کا کھلا دشمن ہے۔ شیطان کی پیروی کا صاف مطلب خدا کی نافرمانی اور بغاوت ہے اور اللہ تعالیٰ سرکشوں اور باغیوں کو کچل ڈالتا ہے اسلام دین رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے اسلام کی پیروی و اتباع اور اللہ تعالیٰ کے اوامر کی اطاعت اور نواہی سے پرہیز میں ہی انسان خصوصاً اہل ایمان کی فلاح دارین مضمر ہے۔ مانعات اور نواہی کا ارتکاب اور اوڑنا میں انسان کی ہلاکت، بربادی اور بربادی کا پیغام اور سامان ہے۔ مانعات کے ارتکاب اور خلاف ورزی کا نتیجہ فسق و فجور اور فتنہ و فساد کی صورت میں نکلتا ہے۔ مانعات اور منکرات کی مرتکب اقوام اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا نشانہ بنیں اور ان کا نام و نشان مٹا دیا گیا۔ بے حیائی اور فواحش نے ہمیشہ اقوام و ملل کا اخلاق تباہ کیا۔ جس قوم کا اخلاق تباہ ہو جائے وہ قطعاً زندہ نہیں رہ سکتی۔ اہل ایمان کو تو مانعات اور منکرات سے بچنا چاہیے بصورت دیگر مشرکین اور منکرین کی نسبت ان کو خدا کے قہر و غضب

Marfat.com

کا نشانہ زیادہ بننا پڑے گا جوان کی دورنگی کا نتیجہ ہوگا۔ فرمان نبوی یاد رکھیے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''ہر دین کا ایک اخلاق ہوتا ہے اور اسلام کا اخلاق حیا ہے''۔

پھر فرمایا:

''جب تجھ میں حیا نہیں تو جو تیرا جی چاہے کر''۔

اس وقت دنیا میں ایمان کے دعویداروں کی تعداد ایک ارب سے تجاوز کر چکی ہے۔ اب دیکھنا ہے اگر غیر جانبداری سے ہم اپنا احتساب کریں تو کتنے لوگ ایمان کی شرائط کو پورا کرتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مانا کہ ہم مسلمان ہیں مردار یا دیگر حرام اشیاء جیسے کتے یا سور کا گوشت نہیں کھاتے لیکن کتے یا سور کا گوشت نہیں کھاتے تو سود تو کھاتے ہیں۔ کیا ہم سود کے علاوہ مانعات میں ناجائز ذرائع سے لوگوں کے اموال نہیں کھاتے۔ رشوت چوری ڈکیتی ہیرا پھیری یا دھوکہ دہی سے کمایا ہوا مال کیا رزق حلال ہے یا حرام؟ مسلمان کے لئے شراب حرام ہے تو ہماری مسلم سوسائٹی میں شراب نہیں پیا جاتا ہے جب شراب نوشی اور سود خوری کا دور چلے گا تو کیا یہ سب کچھ حلال ہوگا یا حرام؟ رشوت خوری اور سود خوری یا سود خوری میں کیا فرق رہ جاتا ہے ہم کہتے ہیں کہ فلاں قوم بڑی بے حیا اور فلاں قوم برائیوں کی خوگر ہے دیکھنا تو یہ ہے کہ کیا منکرات اور بے حیائی میں ہم اقوام سے پیچھے ہیں یا مسلمان ہو کر ان سے آگے نکل گئے ہیں۔ بے حیائی اور برائی شیطان کی راہ ہے اور جو لوگ خصوصاً غیر مسلم بدی اور بے حیائی کے خوگر ہیں۔ وہ کتے بلے سور اور بندر غرض ہر چیز کھا جاتے ہیں اور سودی نظام ان کی زندگی کا لازمی حصہ ہے لیکن وہ رشوت نہیں لیتے اور نہ ہی قومی معاملات میں بددیانتی کرتے ہیں۔ نہ ان میں ملاوٹ اور چوری ڈکیتی کے رجحانات پائے جاتے ہیں۔ وہ محنت کے خوگر ہے۔ وہ بھیک بھی نہیں مانگتے اور نہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ ہم تو دنیا کی گلی گلی اور قریہ قریہ سے بھیک مانگ لاتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں فلاں ملک اور فلاں قوم کتے بلے بندر اور سور کھا جاتے ہیں لیکن ہم چھوڑتے ہیں۔ وہ لوگ اپنے لئے اپنی قوم کے لئے محنت

Marfat.com

کرتے ہیں۔قوم سے بددیانتی نہیں کرتے لیکن ہم سب کچھ کر جاتے ہیں۔تو پھر ہم کیسے مسلمان ہیں جب ہم اوامر کے مطیع نہیں اور مانعات سے باز نہیں آتے۔منکرات سے پرہیز نہیں کرتے۔ہم اپنے بارے اور دوسروں کے بارے میں کتنی بڑی غلط فہمی اور خود فریبی کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔ہم تو وہ سب کچھ کر رہے ہیں جن سے ہمیں منع کیا گیا ہے اور ہم وہ بھی کر رہے ہیں جن کو منکرین و مشرکین ناپسند کرتے ہیں۔آیئے اپنے گریباں میں جھانک کر دیکھیں اور اگر آپ اہل ایمان ہونے کے دعویدار ہیں تو پھر ایمانداری سے اپنے گریباں میں جھانکئے اور دیکھئے کہ آپ کس راہ کے رہبر ہیں۔دو ہی راستے ہیں ایک شیطان اور دوسرا رحمان کا۔فیصلہ کیجئے کہ آپ نے کونسی اور کس کی راہ اختیار کر رکھی ہے۔آپ کی اختیار کردہ راہ آپ کو کہاں لے جائے گی جنت میں یا جہنم میں۔شیطان کی راہ جہنم میں لے جاتی ہے شیطان کی راہ اختیار کرنے والے خدا کے باغی اور سرکش لوگ ہیں جو اس کے اوامر کی بھی پرواہ نہیں کرتے اور مانعات سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔شیطان کی راہ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی تباہی و بربادی کا باعث ہے۔امن و سلامتی اور فلاح دارین کی ضامن صرف رحمان کی راہ ہے اور اس کے بندے اہل ایمان میں جو اس کے اوامر کے مطیع اور مانعات سے پرہیز کرتے ہیں۔اور خدا نے اپنی کتاب ہدایت قرآن حکیم میں مومن کی یہ صفات اور نشانیاں بتائی ہیں۔ملاحظہ کیجئے سورہ مؤمنون کی ابتدائی آیات جن میں بڑی وضاحت سے مومن کی شان کا ذکر ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ وَ
الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ
فٰعِلُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ
مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ
ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ
رٰعُوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۘ اُولٰٓئِكَ هُمُ

Marfat.com

الْوٰرِثُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾

"بیشک ایمان والے دونوں جہانوں میں بامراد ہو گئے (1) وہ ایمان والے جو اپنی نماز میں عجز و انکسار کرتے ہیں (2) اور وہ جو بے ہودہ اور فضول امر سے منہ پھیرے ہوتے ہیں (3) اور وہ جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں (4) اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں (5) بجز اپنی (منکوحہ) بیویوں اور کنیزوں کے جو ان کے ہاتھوں کی ملکیت ہیں بیشک انہیں ملامت نہیں کی جائے گی (6) اور جس نے ان دو کے سوا خواہش کی تو یہی لوگ حد سے زیادہ تجاوز کرنے والے ہیں (7) نیز وہ (مومن بامراد ہیں) جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کی پاسداری کرنے والے ہیں (8) اور وہ جو اپنی نمازوں کی پوری حفاظت کرتے ہیں (9) یہی لوگ وارث ہیں (10) جو وارث بنیں گے فردوس (بریں) کے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔

ان آیات کے مطالعہ اور ان تمام مانعات جن کا ذکر قرآن و حدیث میں کیا گیا ہے بالخصوص جن کا تذکرہ کتاب ھذا میں ہوا ہے کہ کونسی سی راہ میں انسان کا فائدہ اور کونسی راہ میں نقصان ہے۔ اوامر کی اتباع کے محاسن اور مانعات میں مضمر نقصانات اور طبی و اخلاقی مضرات کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ کرنا ہوگا اور بہت جلد اس بات کا فیصلہ کرنا ہوگا کہ انسان کی فلاح و سلامتی کیونکر ممکن ہے۔ وقت برف کی طرح پگھل رہا ہے۔ دیکھنا کہیں بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

☆☆☆☆

یہ دربار رسالت ہے حیا سے کام لے منکر
یہاں گستاخیوں سے باز آ بے دیدہ بے دیدہ

Marfat.com

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے تفاسیر کا تحفہ

تفسیر ضیاء القرآن ۵ جلد

قرآن کا بہترین ذخیرہ
اہل دل کے لیے ایک نایاب تحفہ

ترجمہ جمال القرآن

قرآن پاک کا انتہائی خوبصورت ترجمہ جس کے ہر
لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن نظر آتا ہے

تفسیر خزائن العرفان
صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر ابن کثیر ۴ جلد

تفسیرات احمدیہ
ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر الحسنات ۷ جلد
ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر احکام القرآن
مولانا جلال الدین قادری

تفسیر سورۃ النساء

تفسیر دُرِّ منثور ۸

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر مظہری جلد ۱

عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ
پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر نور العرفان

تفسیر بنیاد القرآن
ملخص: الحافظ القاری
محمد طیب نقشبندی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

- گنج بخش روڈ لاہور 7221953-7220479 فیکس: 7238010
- ۱۹ الکریم مارکیٹ 7225085-7247350
- ۱۴ فضل سنٹر 2210212-2212011 2630411